ابلیس کی فریب کاریاں



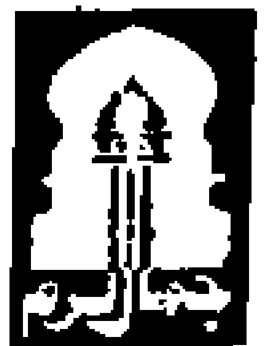
(پروفیسر) ابو العرفان حاجی فتح محمد نسیم

مکتبہ جمال کرم لاہور

ابلیس کی فریب کاریاں

ابوالعرفان حاجی فتح محمد نسیم
ایم اے اردو، ایم اے علوم اسلامیہ

مکتبہ جمالِ کرم



9۔ مرکز الاویس (سنٹ ہوٹل) دربار مارکیٹ - لاہور فون: 7324948

نام کتاب ــــــــــ ابلیس کی فریب کاریاں
نام مصنف ــــــــــ ابوالعرفان فتح محمد نسیم
اشاعت اول ــــــــــ فروری 2002ء
کمپوزنگ ــــــــــ عزیز کمپوزنگ سنٹر لاہور
تعداد ــــــــــ گیارہ سو
زیر اہتمام ــــــــــ ایم احسان الحق صدیقی
قیمت ــــــــــ 70روپے

ملنے کا پتہ

(1) ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ لاہور
(2) ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 14-انفال سنٹر اُردو بازار کراچی
(3) فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور
(4) احمد بک کارپوریشن عالم پلازہ کمیٹی چوک راولپنڈی
(5) مکتبہ المجاہد دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ سرگودہا

......عذر......

اے خدائے کن فکاں مجھ کو نہ تھا آدم سے بیر
آہ! وہ زندانی نزدیک و دور و دیر و زود
حرف استکبار تیرے سامنے ممکن نہ تھا
ہاں! مگر تیری مشیت میں نہ تھا میرا سجود

تردید

پستی فطرت نے سکھلائی ہے یہ حجت اسے
کہتا ہے تیری مشیت میں نہ میرا سجود
دے رہا ہے اپنی آزادی کو مجبور کا نام
ظالم اپنے شعلۂ سوزاں کو خود کہتا ہے دود
اقبال

کھلا دشمن

اس (ابلیس) نے کہا۔ تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو بہکا کر رہوں گا۔

(سورۃ ص ۸۲)

فہرست مضامین

انتساب

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نام

جن پر ابلیس کبھی قدرت حاصل نہ کرسکا

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے نام

جن کے غلبہ اسلام اور قوت دین سے ابلیس لرزاں تھا

امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کے نام

جن سے ابلیس شرماتا تھا

امیر المومنین حضرت علیؓ اسد اللہ کے نام

جن سے ابلیس ہمیشہ مغلوب رہا

ابوالعرفان فتح محمد نسیم

حرفِ اول

خداوند تعالیٰ وہ خالق حقیقی ہے جو اس وسیع و عریض کائنات کو اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے وجود میں لایا۔ اس کی صناعی کا کمال کائنات کے ایک ایک ذرہ سے عیاں ہے۔ یہ فضائے بسیط اور بے کراں وسعتوں کے حامل سات آسمان' آسمان دنیا پر نکلے ہوئے درخشاں ستارے' آفتاب عالمتاب کی حیات بخش شعاعیں اور ماہتاب کی روح پرور چاندنی اسی قادر مطلق کی عظمتوں کے نشان ہیں۔ آفتاب و ماہتاب اسی کے فرمان کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے اپنے مقررہ راستوں پر گامزن ہیں۔ کیا مجال کہ ان کی رفتار یا راستہ میں کوئی فرق آجائے۔

زمین کی وسعتیں۔ سمندروں کی اتھاہ گہرائیاں اور پہاڑوں کی سربفلک چوٹیاں اپنے خالق کے فن کی عظمت کے زندہ نشان ہیں' باران رحمت کا نزول اسی کے دست قدرت میں ہے جس سے مردہ زمین میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ کھیتوں میں لہلہاتے ہوئے سرسبز پودے اور باغات میں دعوت نظارہ دیتے ہوئے گل ہائے رنگیں پیرہن اور مشام جان کو معطر کرتی ہوئی ان کی مہک خدائے بزرگ و برتر کی عظمت کے منہ بولتے ثبوت ہیں۔

جنگل میں دندناتے ہوئے بہائم' درختوں کی ٹہنیوں پر چہچہاتے ہوئے خوش الحان طیور اور سمندروں کی وسعتوں میں اٹھکیلیاں کرتی ہوئی ہزار ہا قسم کی خوش رنگ مچھلیاں قادر مطلق کی عظمت کے زندہ گواہ ہیں۔ سب اسی کے ترانے گاتے نظر آتے ہیں۔ قرآن مقدس میں ارشاد گرامی ہے:

''اللہ ہی کی تسبیح کر رہی ہے ہر چیز جو آسمانوں میں ہے اور ہر چیز جو زمین میں ہے''

اس وسیع و عریض کائنات کو وجود میں لانے کے بعد ملائکہ کو اس کے انتظام و انصرام پر مقرر کیا جن کی تخلیق نور سے ہوئی تھی۔ جنات سے زمین کو آباد کیا جن کی تخلیق آگ سے

ہوئی تھی۔ جنات نے صفحۂ ہستی پر شروفساد کی وہ آگ بھڑکائی اور قتل و غارت گری کا وہ میدان گرم کیا کہ آخر خالق کائنات نے ملائکہ کے لشکر بھیج کر ان کو قتل کروا دیا اور جنگلوں، سمندروں اور دور دراز جزیروں میں روپوش ہونے پر مجبور کر دیا۔

ایک مدت گذرنے کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے تخلیق فرمایا اور اس میں روح پھونک دی۔ ملائکہ کو حضرت آدمؑ کے سامنے سجدۂ تعظیم بجا لانے کا حکم دیا۔ ملائکہ نے اللہ کے حکم کی تعمیل کر دی لیکن عزازیل نامی ایک جن نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ اپنی عبادت اور ریاضت کیوجہ سے جنات سے الگ ہو کر ملائکہ کے ساتھ رہنے لگا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسے آسمانوں پر آنے جانے کی اجازت عطا فرما دی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے عزازیل سے سجدہ نہ کرنے کیوجہ دریافت کی تو ظالم اپنی نسلی برتری پر فخر کرتے ہوئے کہنے لگا:

''میں اس سے بہتر ہوں۔ مجھے تو نے نار سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے''

نافرمانی اور پھر تکبر کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اسے مردود قرار دیدیا اور اب وہ عزازیل سے ابلیس بن گیا۔ قیامت تک کیلئے زندان لعنت میں گرفتار کر دیا گیا۔ اپنی غلطی کا احساس یا اقرار کرنے کی بجائے آدمؑ کو مورد الزام ٹھہراتے ہوئے ان کی مخالفت پر کمربستہ ہو گیا۔ اپنے اعمال کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ سے کئی مراعات حاصل کر لیں۔ اب اس نے اعلان کر دیا کہ نہ صرف آدمؑ بلکہ ان کی اولاد کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ سب سے پہلا وار اس نے حضرت آدمؑ پر اس وقت کیا جب انکو اور انکی زوجہ حوا کو جنت میں رہائش کی اجازت مل گئی تھی۔ اس نے مختلف طریقوں سے انکو بہکا کر اس درخت کا پھل کھانے پر مجبور کر دیا جس سے انکو منع کیا گیا تھا۔ اسکے نتیجہ کے طور پر ان کو جنت سے نکلنا پڑا۔ آدم و حوا کو زمین پر آباد کر دیا گیا۔ ابلیس سے بھی تمام اعزازات چھین کر زمین پر بھیج دیا گیا۔

قارئین کرام!

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو اپنی تخلیق کا شاہکار قرار دیا ہے۔ اسکے سر پر خلافت

ارضی کا تاج سجا کر نیابت الٰہیہ کے منصب جلیلہ پر فائز کیا لیکن ابلیس جو ہر وقت سرگرم عمل ہے بنی آدم کو "احسن تقویم" کے اعزاز سے محروم کر کے اسفل سافلین کے قعر مذلت میں پھینکنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا۔ ابلیس وہ بے رحم صیاد ہے جو نت نئے ہتھکنڈوں سے بنی آدم کو اپنے دام فریب میں جکڑتا چلا جاتا ہے۔ کبھی رقص و سرود کی محفلیں سجا کر کبھی حسد و بغض کی آگ بھڑکا کر کبھی جوا اور شراب کا جال پھیلا کر کبھی نظریات باطلہ اور عقائد فاسدہ کا سہارا لیتا ہے کبھی رنگ و نسل اور جغرافیائی حدود کی آگ بھڑکاتا ہے اور کچھ نہ ہو سکے تو زن زر اور زمین کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر حملہ آور ہوتا ہے۔

افسوس! صد افسوس! ابلیس کے واشگاف الفاظ میں اعلان مخالفت و مخاصمت کے باوجود ہم اسکی مکاریوں اور فریب کاریوں کا شکار ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بھی قرآن مقدس میں کئی مقامات پر اعلان فرمایا کہ:

"بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے"

اس دشمن دین و ایمان سے بچنے کی صورت موجود ہے اور وہ ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کی پناہ کا مضبوط قلعہ۔

قارئین محترم!

یہ چند روزہ حیات مستعار بجائے خود مطلوب و مقصود نہیں یہ ایک منزل نہیں بلکہ حصول منزل کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ ایک تجربہ گاہ ہے۔ یہ ایک میدان عمل ہے۔ یہاں تک کہ درست اعمال اور صحیح تجربات ہی مطلوبہ نتائج پیدا کر کے ہمیں اپنی منزل سے ہمکنار کر سکتے ہیں۔ ابلیس نہیں چاہتا کہ ہم اپنی حقیقی منزل کو پا سکیں اسلئے وہ ہمیں غلط راستوں پر ڈالنے کی کوشش کرتا ہے جن پر چل کر ہم اپنی منزل سے دور ہو جاتے ہیں یہی وہ مقام ہے جہاں وہ مسرت سے سرشار ہو کر قہقہے لگاتا ہے اور ہماری طرف سے پیٹھ موڑ کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے اور پیچھے مڑ کر بھی دیکھنا گوارا نہیں کرتا۔

اس کتاب میں تخلیق کائنات کا قرآنی نظریہ پیش کیا جا رہا ہے' اللہ تبارک و تعالیٰ کے دست قدرت سے آدمؑ کی تخلیق کا ذکر کر کے ڈارون اور اس جیسے دوسرے سائنسدانوں کے بیان کئے گئے باطل نظریات کو رد کیا جا رہا ہے جو شرف انسانیت کی تذلیل کا باعث تھے۔

ابلیس کی مکاریوں اور فریب کاریوں کا پردہ چاک کیا گیا ہے۔ بنی نوع انسان کو صراط مستقیم سے گمراہ کرنے کیلئے اس جفا جو ابلیس کے مختلف روپ اور بہروپ پیش کئے جا رہے ہیں۔ شیطان کے مکر و فن سے بچنے کے طریقوں پر بحث کی گئی ہے۔ ابلیس نامہ۔ ابلیس سے انٹرویو اور ابلیس کی سوانح شامل کر کے موضوع کو زیادہ موثر بنایا گیا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس ظالم اور جفا کار دشمن سے تحفظ کیلئے اپنی پناہ کا جو مضبوط قلعہ اپنے بندوں کیلئے پیش کیا ہے اس پر ہدیہ تشکر پیش کیا گیا۔

اس موضوع پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ قبول فرمائے! آمین۔

ابوالعرفان فتح محمد نسیم



باب اول

1- خالق کائنات

یہ وسیع و عریض کائنات ارضی و سماوی اپنے تخلیق کار کی صناعی کی عظمتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ سماوات کی رفعتیں، سمندروں کی پہنائیاں اور سر بفلک پہاڑوں کی چوٹیاں زبان حال سے اپنے کردگار کی قدوسیت کے ترانے گا رہی ہیں۔ قلب سلیم خالق ارض و سماوات کی اعجاز کاریوں کا مشاہدہ کر کے جھوم جھوم جاتا ہے اور عالم سرشاری اور وارفتگی میں پکار اٹھتا ہے:

اس کائنات ارضی کے سب پیڑ کاٹ لیں
ہر شاخ کو تراش کر خامہ کا روپ دیں

ہر خامہ روز و شب چلے صبح و مسا چلے
اس حی لایموت کی حمد و ثناء لکھے

بن جائے روشنائی گر سارے بحور کی
اس سے حمد رقم کریں رب غیور کی

صحرا کے ذرے ذرے کو سو سو زباں ملے
دن رات ہر زبان پہ حمد و ثنا رہے

سب جن و انس عمر بھر رطب للساں رہیں
اور رب ذوالجلال کی عظمت بیاں کریں

خالق بسا ہوا ہو تنفس کی چال میں
لمحات زیست گذریں اس قیل و قال میں

دن رات، صبح شام تیری گفتگو چلے
نس نس میں خوں کیساتھ ذکر اللہ ھو چلے

ہر سانس میں ہو ذکر رب ذوالجلال کا
پھر بھی نہ ہو گا حق ادا اس بے مثال کا

قرآن مقدس میں خود خالق کائنات ارشاد فرماتا ہے:

"اگر سمندر میرے رب[1] کی باتوں کیلئے سیاہی بن جائے تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہیں ہونگی اگرچہ ویسا ہی اور (سمندر) اسکی مدد کو لے آئیں"

سورج دن بھر حیات بخش کرنیں بانٹتا ہے۔ چاند کی روح پرور چاندنی راتوں کو مسحور کن بنا دیتی ہے۔ قندیلوں کی طرح چمکتے ہوئے اربوں ستارے کس کی بے مثال اور لازوال قدرت کاملہ کے مظہر ہیں؟ چاند' سورج اور سیارے کس کی مشیت کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے اپنے مقررہ راستوں پر سر جھکائے ہوئے چل رہے ہیں۔ صدیاں بیت گئیں انہوں نے اپنی گذرگاہوں سے سرمو انحراف نہیں کیا۔

زمین کے پیٹ میں چھپے ہوئے سینکڑوں قسم کے معدنی ذخائر اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے ایسے شواہد ہیں جن سے انکار کرنا ممکن ہی نہیں۔ صرف وہی لوگ قادرِ مطلق کی تخلیقی عظمتوں کا انکار کرتے ہیں جن کے قلوب پر مہریں لگی ہوئی ہیں اور آنکھوں پر کفر کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔

ایسے لوگوں[2] کیلئے ہی یہ ارشاد ربانی ہے:

"اور کتنی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں کہ اکثر لوگ ان پر
گذرتے ہیں اور ان سے بے خبر رہتے ہیں اور ان میں سے
اکثر وہ ہیں جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے"

یہ کائنات کب اور کیسے معرض وجود میں آئی؟

پردۂ عدم کب چاک ہوا؟

زندگی نے کب کروٹ لی؟

کب اور کیسے زمین کی چھاتی کو بیش بہا معدنی خزانوں سے معمور کر دیا گیا؟

۱۔ سورہ کہف آیت ۱۰۹ ' ۲۔ سورہ یوسف آیت ۱۰۶ ' ۱۰۵

سورج اور چاند کب سے فضائے بسیط میں اپنی حیات بخش شعائیں اور کرنیں بکھیر رہے ہیں؟

سیارے اس حدود نا آشنا فضا میں کب سے محو پرواز ہیں؟

درج بالا اور لاتعداد اسی نوعیت کے دوسرے سوالات حل طلب ہیں۔ ان کے جوابات تلاش کرنے کیلئے انسان نے کیا کچھ نہیں کیا۔ کبھی سائنس دان بن کر تجربات و مشاہدات سے نتائج اخذ کرنے کی کوشش کی۔ کبھی فلسفی کا روپ دھار کر تفکرات کے گھوڑے دوڑائے لیکن آخر انسان کو اپنی عقل و دانش کی کم مائیگی کا اعتراف کرنا ہی پڑا۔

علم و آگہی کا قابل اعتماد ذریعہ صرف ایک ہے اور وہ وحی الٰہی ہے۔ باقی سب تخمین و ظن ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات مقدسہ ازلی و ابدی ہے۔ زمین' سورج' چاند' ستارے کچھ بھی نہ تھا تو اس کی ذات موجود تھی اور جب ان میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہے گا تو اس کی ذات پاک موجود ہوگی۔ سب کچھ فنا کے گھاٹ اتر جائے گا اور اس کی ذات باقی رہے گی۔

یہ کائنات اسی کے لفظ کن کی تفسیر ہے۔ انسان کو درپیش سب سوالات کے جوابات بھی اس کے پاکیزہ کلام کی روشنی میں تلاش کیے جاسکتے ہیں۔

2- تخلیق کائنات کا قرآنی تصور

تعلیمات قرآنی اور ارشادات نبویؐ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ کائنات ہنوز عدم سے وجود میں نہ آئی تھی کہ خالق کائنات کا عرش پانی کے اوپر متمکن تھا۔ اس طرح پانی اول مخلوق ٹھہرتا ہے۔ یہ پانی مدتوں بحر ہستی میں موجزن رہا اور خالق کائنات کے احاطۂ قدرت و جبروت میں رہا۔ بعض مفسرین و مفکرین نے یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ پانی سے قبل کوئی دوسرا جو ہر موجود تھا اور وہی اس کائنات کا مبدا ٹھہرتا ہے۔ یہ جو ہر خالق کائنات کی نظر

ہیت سے پانی بن گیا اور صفحۂ ہستی پر محیط ہوگیا اور رب کائنات کا عرش اس پر متمکن ہوگیا۔ خالق ارض و سموات نے اپنی کمال صناعی سے اس پانی سے زمین' سات آسمان' چاند' سورج اور ستارے تخلیق فرما دیئے۔ دو دنوں میں زمین کو تخلیق فرمایا اور دو دنوں میں اس کو آراستہ کیا۔ دو دنوں میں سات آسمان بنا دیئے۔

جب بحر ہستی میں پانی موجزن تھا تو مشیت خداوندی سے اس میں تبدیلیوں کا آغاز ہوا۔ تموج سے حرارت' دھواں بخارات اور جھاگ پیدا ہوئے۔ جھاگ سے زمین اور دھوئیں سے سات آسمان بنا دیئے۔ ارشاد خداوندی ہے:[1] "پھر اس نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور وہ محض دھواں تھا"

قرآن مقدس کتاب ہدایت ہے سائنس کی کتاب نہیں ہے کہ اس میں ترتیب کے ساتھ تخلیق کائنات کا تذکرہ کیا جاتا۔ اپنی قدرت کاملہ کے اظہار کیلئے یا عبرت و آگہی کیلئے اس پاک کتاب میں بعض حقائق کی نشاندہی کی گئی ہے' اس سے تخلیق کائنات کے مسئلہ پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ اس سلسلہ میں چند آیات قرآنی کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

1- [2]"وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب پھر توجہ فرمائی اوپر کی طرف اور ٹھیک ٹھیک بنا دیا ان کو سات آسمان۔"

2- [3]"بیشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پھر متمکن ہوا عرش پر"

3- [4]"اور وہی ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں اور تھا" تخت اسکا پانی پر"

4- [5]"بلاشبہ آراستہ کیا ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کے سنگھار سے"

5- [6]"کیا تم انکار کرتے ہو اس ذات کا جس نے پیدا فرمایا زمین کو دو دن میں اور

۱۔ سورۂ حم سجدہ۔۱۱' ۲۔ سورہ البقرۃ آیت ۲۹' ۳۔ سورۂ اعراف ۵۴' سورۂ یونس ۱۱' سورہ سجدہ ۲۱' ۴۔ سورۂ ھود ۱۲'
۵۔ سورۂ صافات ۶' ۶۔ سورۂ حم سجدہ ۹ تا ۱۲'

ٹھہراتے ہو اس کیلئے مد مقابل۔ وہ تو رب العلمین ہے (اس کا مد مقابل کوئی نہیں ہوسکتا)۔
اور اس نے بنائے ہیں زمین میں گڑے ہوئے پہاڑ جو اس کے اوپر (اٹھے ہوئے) ہیں۔
اور اس نے ان میں بڑی برکتیں رکھ دی ہیں اور ان میں اندازہ سے غذائیں مقرر کر دی ہیں
چار دنوں میں............ پھر اس نے توجہ فرمائی آسمان کی طرف وہ اس وقت محض دھواں تھا
پس فرمایا اسے اور زمین کو کہ آجاؤ خوشی سے یا مجبور۔ دونوں نے عرض کی ہم خوشی سے حاضر
ہیں پس بنا دیا انہیں سات آسمان دو دنوں میں"

6- ۱؎ "کیا تمہیں پیدا کرنا مشکل ہے یا آسمان۔ اس نے اسے بنایا اس کی چھت کو
خوب اونچا کیا۔ پھر اس کو درست کیا۔ اس کی رات کو تاریک کیا اور دن کو ظاہر کیا اور زمین
کو بعد ازاں بچھایا۔ اس کا پانی اور سبزہ اس سے نکالا اور اس میں پہاڑ گاڑ دیئے۔"

7- ۲؎ "اس کی بڑی برکت ہے جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں چاند اور
چراغ رکھا اجالا کرنے والا۔"

8- ۳؎ "کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کیسے پیدا کیا ہے سات آسمانوں کو تہ بہ تہ
اور بنایا ہے چاند کو ان میں روشن اور بنایا ہے سورج کو (درخشاں) چراغ۔"

9- ۴؎ "اور آفتاب ہے جو چلتا رہتا ہے اپنے ٹھکانے کی طرف اور یہ اندازہ مقرر کیا
ہوا ہے اس (خدا) کا جو عزیز اور علیم ہے اور چاند کو دیکھو ہم نے مقرر کر دی ہیں اس کی
منزلیں آخر کار ہو جاتا ہے کھجور کی بوسیدہ شاخ کی مانند۔ نہ سورج کی یہ مجال کہ چاند کو جا
پکڑے اور نہ یہ رات کی طاقت ہے کہ دن سے آگے نکل جائے اور سب (سیارے) فلک
پر تیر رہے ہیں۔"

10- ۵؎ "اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی۔ تو کیا وہ ایمان نہ لائیں گے۔ اور

۱۔ سورۂ نازعات ۲۷ تا ۳۲ ۲۔ سورۂ فرقان ۶۱ ۳۔ سورۂ نوح ۱۵ تا ۱۶ ۴۔ سورہ یٰس ۳۸ تا ۴۰ ۵۔ سورۂ انبیاء ۳۰ تا ۳۲

زمین میں ہم نے لنگر ڈالے کہ انہیں لے کر نہ کانپے اور ہم نے اس میں کشادہ راہیں رکھی ہیں تا کہ وہ راہ پائیں اور بنایا ہم نے آسمانوں کو محفوظ چھت اور وہ اس کی نشانیوں سے رو گرداں اور وہی ہے جس نے بنائے رات اور دن اور سورج اور چاند سب اپنے اپنے فلک میں تیر رہے ہیں''

11- [1]''اور ہم نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں اور ہمیں تھکن نے چھوا تک نہیں''

''وضاحتیں''

1- اس ساری کائنات کو عدم سے وجود میں لانے والی ذات مقدسہ خدائے بزرگ و برتر کی ہے جس کیلئے اس کام کا انجام دینا ہرگز مشکل نہ تھا کیونکہ وہ قادر مطلق ہے۔

2- خالق کائنات نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے اس ساری کائنات کو چھ دن میں بنایا ہے۔ زمین کی تخلیق' اس پر پہاڑوں کا جما دینا اس کی آرائش اور زیبائش' سات آسمانوں کی تخلیق' چاند' سورج ستاروں غرضیکہ تمام اجرام فلکی جن کی حقیقی تعداد کا خود خالق کو علم ہے کو چھ دن میں بنا دیا۔ زمین پر پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں اور ان کی چھاتی کو قیامت تک آنے والی انسانی نسلوں کیلئے معدنی ذخائر سے پر کر دیا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کے بیان کئے گئے چھ دنوں سے کیا مراد ہے؟

اس سوال کے جواب میں بعض مفسرین[2] کا خیال ہے کہ دن سے یہاں مراد ہمارا دنیاوی دن ہے۔ بعض دوسرے مفسرین کے خیال کے مطابق چھ دن سے مراد چھ ادوار ہیں۔ دو ادوار میں زمین اور دو ادوار میں سات آسمانوں کی تخلیق ہوئی اور دو ادوار میں زمین کی آرائش و زیبائش کی گئی۔ یہ بھی کہا گیا ہے یہاں بیان کیا گیا ایک دن دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔

ا۔ سورۂ ق ۳۸' ۲۔ تفسیر نور العرفان

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ ایک کن کے اشارے سے یہ ساری کائنات تخلیق کردے۔ حقیقت کیا ہے یہ خالق کائنات خود جانتا ہے۔ اکثر مفسرین کی رائے یہی ہے کہ یہ کائنات چھ ادوار میں مکمل کی گئی۔

-3 آسمان کوئی تصوراتی یا تخیلاتی چیز نہیں ہے۔ آسمان سات ہیں اور مادی وجود رکھتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو اپنی قدرت کاملہ سے دھوئیں سے تخلیق کیا ہے۔ یہ سات آسمان کرۂ ارض پر طبق بہ طبق چھت کی مانند چھائے ہوئے ہیں۔ خدائے بزرگ و برتر کی صناعی کا کمال یہ ہے کہ اتنے بڑے وسیع وعریض اور بلند و بالا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے کھڑا کر دیا گیا ہے اور وہ کمزور بھی نہیں بلکہ بے حد مضبوط ہیں۔

-4 چاند، سورج اور سیاروں کا گردش کرنا ثابت ہوتا ہے۔ سب کی گذرگاہیں اور منزلیں مقرر ہیں۔ سب اللہ تعالیٰ کی حدود و قیود کے پابند ہیں۔ کسی کو کسی دوسرے پر تجاوز کی جرأت نہیں ہوسکتی۔

-5 اس کائنات کا بنیادی مادہ (مبداء) پانی ہے۔ سب سے پہلے اس کو پیدا کیا گیا اور پھر ساری کائنات کو اس سے تخلیق کیا گیا۔ جب یہ کائنات وجود میں نہیں آئی تھی ہر طرف پانی ہی پانی تھا اور عرش خداوندی اس پر متمکن تھا۔

-6 اللہ نے آسمان دنیا (زمین سے قریب ترین آسمان) کو ستاروں سے مزین فرمایا ہے۔

-7 دو دن میں زمین کو تخلیق فرمایا گیا۔ دو دن میں زمین کو آراستہ کیا گیا۔ اس پر پہاڑ جما دیئے گئے اور ان میں معدنیات کے خزانے بھر دیئے گئے پھر دو دن میں دھوئیں سے سات آسمان بنائے گئے۔

3- تورات میں تصور کائنات

تورات میں پیدائش کے باب اول میں تخلیق کائنات کے بارے میں یوں لکھا ہے:

خدا کی ذات پانیوں پر جنبش کرتی تھی۔ پھر اس پانی کی حرکت اور تموج سے حرارت بخارات اور دھواں پیدا ہوئے۔ پانی کے تموج سے جو جھاگ پیدا ہوئے تھے وہ منجمد ہو کر زمین کی صورت اختیار کر گئے۔ کچھ پانی تحلیل ہو کر ہوا کی صورت اختیار کر گیا۔

4- کائنات کا سائنسی تصور

سائنس دانوں نے بھی علم سائنس کی مختلف شاخوں ارضیات' فلکیات' کیمیا اور طبیعات کے حقائق کی روشنی میں ابتدائے کائنات سے لیکر زمین پر حیوانی زندگی کے آغاز تک اپنے نظریات یوں پیش کئے ہیں:

شروع میں مادہ کے ذرات دھوئیں یا گیس کے ایک بہت بڑے گھومتے ہوئے بادل کی طرح تھے۔ یہ بادل اتنا بڑا تھا کہ اس کی اندرونی کشش ثقل اسے سالم نہیں رکھ سکتی تھی لہذا وہ مختلف ٹکڑوں میں بٹ گیا جنہیں نبولی کہا جاتا ہے۔ ہر نبولہ یا گیس کا بادل اپنے محور کے گرد گھوم رہا تھا اور اس کے اجزاء اندرونی کشش کی وجہ سے بکھر نہیں سکتے تھے۔ ابتداء میں نبولہ کی شکل گول تھی اور ان سے روشنی اور حرارت نکل کر پھیل رہی تھی۔ ان کے اجزاء بتدریج اندر کی طرف سکڑ رہے تھے اور وہ باہم گر قریب سے قریب تر ہو رہے تھے اور ان کی گردش کی رفتار بڑھتی جاتی تھی۔ رفتہ رفتہ گردش کی تیزی کی وجہ سے ان کا مادہ باہر نکلنے لگا اور ٹوٹ ٹوٹ کر ستاروں کی شکل اختیار کرنے لگا۔ ہر ستارے نے اپنی ایک الگ زندگی اختیار کر لی۔ ہر نبولہ نے ستاروں کے ایک سلسلہ کو جنم دیا۔ ہمارا سورج اس نبولہ سے نکلا ہے جسے اب کہکشاں کا نام دیا گیا ہے۔ کسی وقت سورج کے پاس سے ایک اور بڑے ستارے کا گذر ہوا اور اس کی کشش کیوجہ سے اس میں سے مادہ کے بڑے بڑے گیند ٹوٹ کر الگ ہو گئے اور سیارے بن گئے۔ ان سیاروں میں سے جو چھوٹے تھے وہ آسانی سے ٹھنڈے ہو گئے' ان میں سے ایک زمین ہے' چاند زمین سے ٹوٹ کر الگ ہوا ہے۔

آج سے تقریباً ایک ہزار ملین سال قبل زمین ایک گیس کی شکل میں تھی۔ پھر سیال ہوئی پھر باہر سے ٹھوس ہونا شروع ہوگئی اور رہائش کے قابل ہوگئی۔ اس میں دراڑیں اور نشیب و فراز پیدا ہوگئے جن سے پہاڑ' جھیلیں اور وادیاں بن گئیں۔ ابتداء میں زمین بالکل خشک اور چٹیل تھی۔ دریاؤں' سمندروں اور جھیلوں کا نام و نشان نہ تھا۔ کیونکہ زمین بہت زیادہ گرم تھی۔ جوں جوں زمین ٹھنڈی ہوتی گئی بخارات بننے اور بارش کی صورت میں برسنے لگے۔ آہستہ آہستہ پانی جمع ہونے لگا۔ دریا' سمندر اور جھیلیں بن گئیں۔ سمندر میں مدوجزر ہونے لگا۔ کناروں کی مٹی بار بار تر اور خشک ہونے لگی۔ اس سے مٹی میں خمیر پیدا ہوگیا اور اس خمیر میں سے زندگی کے اولین آثار نمودار ہوئے اور بعد میں حیوانات کی مختلف انواع وجود میں آئیں۔ زندگی کے ظہور کی ترتیب میں پہلا نمبر نباتات کا ہے' پھر مچھلیاں اور دوسرے سمندری جانور پیدا ہوئے' پھر پرندے اور پھر زمین پر چلنے والے جانور۔

5- رگ وید میں کائنات کی تخلیق کا تصور

ہندوؤں کے مشہور رگ وید میں سے کائنات کے معرض وجود میں آنے کا ایک مختصر بیان درج ذیل ہے:

شروع میں یہ سنسار آتما یعنی روح تھا اور کچھ بھی نہ تھا پس اس نے چاہا کہ میں جگت کو پیدا کروں۔ پس اس نے پانی روشنی جاندار وغیرہ طرح طرح کے عالم پیدا کئے۔ پھر خیال کیا کہ ان کی نگہبان پیدا کروں تب اس نے ایک پرش یعنی شخص کو پانی سے نکالا اور اس میں غور سے نگاہ کی تو اس کا منہ انڈے کی طرح کھل گیا اور اس میں سے ایک شبد یعنی آواز نکلی۔ اس آواز سے آگ پیدا ہوئی۔ پھر اس کے نتھنے کھل گئے اور سانس آنے لگی۔ اس سانس میں آکاش یعنی آسمان پیدا ہوئے پھر آنکھ کھل گئی اس جوت یعنی روشنی پیدا ہوئی اور اس سے سورج پیدا ہوا۔ کان کھل گئے تو ان سے چاروں سمتیں پیدا ہوئیں۔ پھر اس کے

چمڑے سے بال پیدا ہوئے ان سے نباتات پیدا ہوئے۔ پھر اس کی چھاتی کھل گئی اور اس سے چاند پیدا ہوا۔ پھر اس کی ناف کھل گئی اور اس سے موت پیدا ہوگئی پھر اس کا لنگ (آلہ تناسل) کھل گیا۔ اس سے منی نکلی جس سے پانی پیدا ہوا۔ پھر وہ برہما یہ سوچا کہ یہ پرش مجھ بغیر کس طرح زندہ رہ سکے گا۔ اس لئے وہ اس کے سر میں سما گیا۔

6- تخلیق کائنات کا فلسفیانہ تصور

فلاسفہ نے بھی بحر تفکرات میں غوطے لگا لگا کر تخلیق کائنات کی گتھیوں کو سلجھانے کی کوشش کی ہے اور ان میں سے اکثر غلط راستوں پر چل نکلے۔ انسانی عقل پر جب تک خوف خداوندی کا کوڑا مسلط نہ رہے یہ عجیب جولانیاں دکھاتی ہے اور ہر اس واقعہ یا چیز کو باطل قرار دیتی ہے جو اس کی محدود رسائی سے باہر ہو۔ اپنی عقول ناقصہ پر یقین رکھنے والے بعض تیرہ بخت فلاسفہ ایسے بھی ہیں جو ذات باری تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں اور کائنات کے اس وسیع و عریض کارخانہ کو از خود وجود میں آتا ترقی پاتا اور چلتا دیکھتے ہیں۔

یونانی حکماء نے تخلیق کائنات کے بارے میں بھی اپنی فکر کی جولانیاں دکھائی ہیں اور اپنے نظریات کو حکمت کا نام دیا ہے۔ آسمانوں کی تخلیق کے بارے میں ان میں اختلافات پیدا ہوگئے اور وہ کئی گروہوں میں بٹ گئے۔

فیسا غورث کہتا ہے کہ آسمانوں کا کوئی وجود نہیں یہ ستارے بذات خود قائم ہیں۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ سیارے متحرک نہیں ہیں صرف زمین حرکت کرتی ہے۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ زمین اور ستارے سورج کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔ چھوٹے ستارے جن کو وہ ثوابت کہتے ہیں متحرک نہیں ہیں۔

حکیم بطلیموس ایک اور گروہ کا سرکردہ ہے۔ اس کا خیال ہے کہ ناہمواری کی وجہ سے زمین کا چوتھائی حصہ ابھرا ہوا ہے جس پر انسان آباد ہیں اور باقی زمین کے گرد پانی لپٹا ہوا

ہے جس کو سمندر کہتے ہیں پانی کے گرد ہوائی کرہ ہے اور اس کے گرد کوسوں تک آگ لپٹی ہوئی ہے۔ ان چار کروں پر پہلا آسمان چھایا ہوا ہے جسے فلک القمر کہتے ہیں اس کے اوپر بتدریج چھ افلاک عطارد' زہرہ' شمس' مریخ' مشتری اور فلک زحل ہیں۔ ان سب کے فلک الثوابت ہے جس پر بیشمار ستارے ہیں جو از خود حرکت نہیں کرتے۔ تمام افلاک شفاف ہیں اس لئے آخری فلک پر ستارے نظر آتے ہیں۔ ان کے اوپر ایک اور فلک ہے جسے فلک الافلاک کہتے ہیں۔ یہ دن رات میں ایک مرتبہ مشرق سے مغرب کی طرف چرخہ کی طرح ایک جگہ پھر کر دورہ تمام کرتا ہے اس حرکت سے دن اور رات پیدا ہوتے ہیں۔

تالیس ملیطی جو گروہ متقدمین یونان سے متعلق ہے کہتا ہے کہ ضرور کوئی نہ کوئی عالم کا مبدء ہے اور وہ پانی ہے کیونکہ یہ ہر قسم کی صورت قبول کر سکتا ہے۔ ہر چیز پانی سے وجود میں آئی ہے۔ پانی کے جم جانے سے زمین' تحلیل ہو جانے سے ہوا اور تموج سے آگ پیدا ہوئی۔ کثیف دھوئیں سے آسمان بنا۔ ارضیات میں اشتعال سے چاند سورج اور ستارے معرض وجود میں آئے۔ متقدین میں سے تالیس ملیطی اور حکیم انکیماس وغیرہ خداوند تعالی کو کل عالم کا خالق مانتے ہیں۔

افلاطوں کے شاگرد ارسطو سے گروہ۔ متاخرین کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ لوگ عالم کو قدیم قرار دیتے ہیں۔ یعنی آسمان زمین سورج چاند اور ستارے ہمیشہ سے ہیں۔ حیوانات' نباتات اور جمادات حادث ہیں۔ فنا بھی ان کیلئے ہی ہے۔

7- مختلف آراء کا تنقیدی جائزہ

گذشتہ صفحات میں تخلیق کائنات اور ابتدائے آفرینش کے بارے میں ایک طرف تو ہندوؤں کی قدیم ترین مذہبی کتاب "رگ وید" یہودیوں کی مذہبی کتاب تورات' سائنسدانوں اور فلاسفروں کے خیالات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے اور دوسری طرف قرآن مقدس کی مختلف

آیات کی روشنی میں تخلیق کائنات کی وضاحت کی گئی ہے۔ مندرجہ ذیل سطور میں انکا تنقیدی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

جن لوگوں کے قلوب نور ایمان سے منور ہیں اور قرآن مقدس کو خدائے بزرگ و برتر کی لاریب کتاب سمجھتے ہیں اور اس کے ایک ایک لفظ کو حق و صداقت کا آئینہ دار گردانتے ہیں وہ تو ان ارشادات کو حتمی اور فیصل مانتے ہیں۔ رہے وہ لوگ جو دولت ایمان سے محروم ہیں اور جنہوں نے نور اسلام سے اپنے تیرہ قلوب کو روشن نہیں کیا وہ بھی اگر ہر قسم کے تعصب سے بالاتر ہوکر کائنات کی تخلیق کے بارے میں مختلف آراء کا جائزہ لیں تو یقیناً انکو ارشادات ربانی سے ہی اطمینان اور سکون حاصل ہوگا۔ مندرجہ ذیل باتیں قابل غور ہیں۔

1- تورات بھی ایک آسمانی کتاب ہے اگر اس میں تحریف نہ کی گئی ہوتو یہ بھی قرآن مقدس کی طرح پاکیزہ کلام الٰہی ہے۔ تحریف کے باجود تخلیق کائنات کے بارے میں تورات کی تعلیمات قرآن کی تعلیمات کے قریب تر ہیں۔

2- رگ وید کے مطابق کائنات کو جس انداز سے عدم سے وجود میں لایا گیا ہے وہ کسی بھی صاحب فہم و فراست کو قبول نہیں ہوسکتا۔ فطرت صحیحہ کب قبول کرے گی کہ پانی جیسی پاکیزہ چیز جس پر بنی نوع انسان کی زندگی کا دارومدار ہو۔ جسے پینے کیلئے استعمال کیا جاتا ہو۔ جو طہارت کا ذریعہ ہو وہ ایک پرش (شخص) کی منی سے پیدا ہوا ہو۔ رگ وید کا بیان کئی لحاظ سے مبہم اور نا قابل قبول ہے۔ ایک طرف تو پرش کو پانی سے نکالا جارہا ہے اور دوسری طرف پانی کو پرش کی منی سے اگر پرش کی تخلیق پانی سے ہوئی تو ثابت ہوا کہ پانی پہلے موجود تھا پھر پرش کی منی سے' پانی کے پیدا ہونے والی بات غلط ہوگئی۔ تخلیق کائنات کے اس نظریہ کو کوئی بھی سنجیدہ انسان قبول نہیں کرے گا۔

3- سائنس کے وہ تجربات اور مشاہدات جو علم کا درجہ پاچکے ہیں اور قرآنی تعلیمات کے منافی نہیں ہیں قابل قبول ہیں۔ ضروری نہیں کہ سائنسدانوں کے حاصل کردہ تمام نتائج

کو ہی عالم کا درجہ حاصل ہو جائے کیونکہ سائنسدان آخر انسان ہیں۔ ان کے تجربات و مشاہدات میں غلطی کا امکان ہو سکتا ہے اور وہ غلط نتائج اخذ کر سکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج کے مصدقہ سائنسی حقائق آنے والے کل کو بالکل غلط ثابت ہو جائیں۔

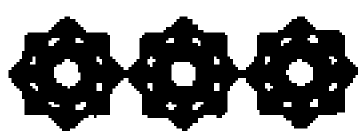
قرآن سائنس کا مدمقابل نہیں کیونکہ قرآنی علوم تو ہر شک و شبہ سے بالا ہیں اور قرآن مقدس تو جملہ علوم کا مرقع ہے۔

سائنس دان ہرگز یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ ان کے اخذ کردہ نتائج صداقت کے اعلیٰ معیار پر پورے اترتے ہیں کیونکہ عقل انسانی محدود ہے۔ قابل ستائش ہیں وہ سائنس دان جنہوں نے سب سے پہلے جملہ علوم وفنون کے خالق کے سامنے سر عبودیت کو خم کیا۔ قرآن مقدس کی پاکیزہ تعلیمات سے استفادہ کیا اور اپنے تجربات و مشاہدات کو اس کے تابع رکھا۔

4۔ فلسفہ کی بنیاد تو سب سے کمزور ہے۔ سائنس دان تو پھر بھی تجربات کرتے ہیں' مشاہدات کرتے ہیں اور نتائج اخذ کرتے ہیں لیکن فلاسفہ محض عقل کے گھوڑے دوڑاتے ہیں۔ مختلف نظریات کو قائم کرتے اور توڑتے رہتے ہیں۔ فلسفیانہ موشگافیوں میں غلطاں نظر آتے ہیں۔ جوں جوں خرد کی گتھیاں سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں وہ الجھتی ہی جاتی ہیں۔

حکمت وہ ہے جس کا ماخذ قرآن مقدس ہو۔ وہ حکماء جنہوں نے حکمت و صداقت کے اس عظیم چشمہ سے اپنی پیاسی روحوں کو سیراب کیا ہے ان کے نظریات حق و صداقت کے اعلیٰ معیار پر پورے اترے۔

حاصل کلام یہ کہ تخلیق کائنات کے بارے میں قرآن مقدس نے جو حقائق پیش کئے ہیں وہ حتمی ہیں۔ زمانے بدل جائیں' صدیاں بیت جائیں اور ان کی حقانیت کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔



باب دوم
جنات کی تخلیق

تخلیق آدمؑ سے قبل دنیا میں ایک مخلوق آباد رہی جس کا نام جن تھا۔ جن جمع ہے اور اسکا واحد جِنی" ہے۔ ان کا جد امجد جان تھا جسے آگ کے شعلہ سے تخلیق کیا گیا تھا۔ جان کے مادۂ تخلیق کے بارے میں ارشادات خداوندی ہیں:

1- ۱؎ "اور جان کو ہم نے پہلے سے بہت گرم آگ سے پیدا کیا"

2- ۲؎ "اور جنوں کو آگ کے شعلہ سے پیدا کیا گیا"

لغت میں جن کے معنی چھپے ہوئے یا پوشیدہ کے ہیں۔ وہ الفاظ جن میں ج اور ن ایک ساتھ مل کر آتے ہیں ان میں پوشیدگی کے معنی پائے جاتے ہیں مثلاً جن۔ جنوں۔ جنین۔ مجنتہ وغیرہ۔ جن چونکہ حس بصر سے پوشیدہ ہیں اس لئے یہ لفظ ان کیلئے استعمال کیا گیا۔ جن عام انسانوں کو نظر نہیں آتے۔ جن جسم اور روح دونوں سے عبارت ہیں۔ فہم وادراک رکھتے ہیں۔ ان میں نر اور مادہ ہیں اس لئے توالد و تناسل کا سلسلہ بھی چلتا ہے۔

اکثر فلاسفہ ان کے وجود کا انکار کرتے ہیں کیونکہ وہ ہر چیز کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کے عادی ہیں۔ وہ جنات کو ایک سخت غیر مذہب اور جنگلی قوم قرار دیتے ہیں۔

1- جنات کا وجود اور دور جدید

موجودہ دور کے نام نہاد روشن خیال تعلیم یافتہ لوگ جنات کے وجود کو دور قدیم کے اوہام وخرافات قرار دیتے ہیں۔ وہ ان کا انکار اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اپنی آنکھوں سے ان کا مشاہدہ نہیں کرسکتے' ان سے استفسار کیا جانا چاہیے کہ کیا وہ اس کائنات ارضی و سماوی کی ہر چیز کا اس طرح بھرپور مشاہدہ کرچکے ہیں کہ کوئی چیز انکے مشاہدات سے باہر نہیں رہی۔

۱۔ سورۃ الحجر ۲۷' ۲۔ سورۃ الرحمٰن ۱۵'

وہ ہرگز یہ دعویٰ نہیں کر سکیں گے کیونکہ یہ کائنات بہت وسیع اور پراسرار ہے اور انسانی عقل بے حد محدود۔ انسانی علم و عقل کو اس عظیم کائنات کے حقائق کے مقابلہ میں وہ حیثیت بھی حاصل نہیں جو قطرے کو سمندر کے مقابلہ میں ہوتی ہے۔ انسانی حواس کا دائرہ کار محدود ہے اور یہ قطعی ناممکن ہے کہ وہ ان کے ذریعے کائنات کی جملہ حقیقتوں کا کھوج لگا سکے۔

جو لوگ قرآن مجید پر پختہ یقین رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی پاک اور سچی کتاب سمجھتے ہیں وہ طرح طرح کی تاویلات کے ذریعے حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

2- جنات کے الگ وجود کے بارے میں ارشادات قرآنی

قرآن مقدس کی درج ذیل آیات جنات کے الگ وجود اور حیثیت کا واضح ثبوت ہیں۔

1- [1] ''جان کو آگ کے خاص شعلہ سے پیدا کیا''

2- [2] ''اے گروہ جن وانس اگر تم طاقت رکھتے ہو تو نکل بھاگو''

3- [3] ''..........اور جن کو اس سے پہلے بے دھویں کی آگ سے بنایا''

4- [4] ''شیطان جنوں میں تھا پس اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی''

5- [5] ''ہم نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا''

6- [6] ''اور جمع کئے گئے لشکر سلیمانؑ کے لئے جنوں' آدمیوں اور پرندوں سے''

جنات کے علیحدہ وجود کے ثبوت کیلئے صرف چھ آیات مقدسہ لی گئی ہیں حالانکہ اس موضوع پر اور بھی آیات موجود ہیں۔ ان آیات مقدسہ سے قطعی طور پر انسانوں سے جنات کا علیحدہ وجود ثابت ہو رہا ہے۔

3- احادیث مبارکہ سے ثبوت

[1] حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز بعد نماز عشاء سید

۱۔ سورۂ الرحمٰن ۱۵'۲۔ سورہ ٔ الرحمٰن ۳۳' ۳۔ سورۂ حجر ۲۶'۴۔ سورۂ کہف ۵۰' ۵۔ سورۂ ذاریات ۵۶' ۶۔ سورۂ نمل ۱۷' ۷۔ ضیاء القرآن ف ۳۸۴

عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر تشریف لائے اور مجھے ایک طرف لے کر چل دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ ایک مقام پر پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بٹھا دیا اور خط کھینچ کر مجھے محصور کر دیا اور مجھے ہدایت فرمادی کہ میں حصار سے باہر ہرگز نہ نکلوں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور ارشادات پر پورا پورا عمل کیا۔ حضورؐ کچھ دور تشریف لے گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں محسوس ہوا کہ لاتعداد لوگ میرے قریب سے گذر رہے ہیں لیکن مجھے کچھ نظر نہ آتا تھا بس طرح طرح کی آوازیں آتی تھیں۔ رات بھر اسی طرح گذر گئی اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لائے۔ سحر کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ میں نے عرض کی:

"آقا رات بھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تشریف فرما رہے؟

فرمایا: "مجھے جنات کو دعوت دینے کیلئے بھیجا گیا تھا"

میں نے عرض کی: حضور! یہ آوازیں کیسی تھیں؟

فرمایا: "جنوں کی تھیں جو مجھے سلام کر رہے تھے اور الوداع کہہ رہے تھے"

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیان کردہ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانوں سے الگ جنوں کا ایک وجود ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو محصور فرما دیا تھا اور اس حصار سے باہر نکلنے سے منع فرما دیا تھا تاکہ جنات انہیں کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو آوازیں تو سنائی دیتی تھیں لیکن نظر کچھ نہ آتا تھا اور پھر یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ انہیں جنوں کی تعلیم کیلئے بھیجا گیا تھا۔ اگر وہ انسان ہی تھے تو اتنا زیادہ اہتمام کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی اور رات کے وقت آبادی سے دور جانے کی چنداں ضرورت نہ ہوتی۔

حضرت براء بن عازب کا ایمان لانا

[1] حضرت براء بن عازب کا قول ہے کہ ایک دن امیر المؤمنین حضرت عمر ابن خطابؓ

۱۔ ابن کثیرؒ

نے استفسار فرمایا کہ سواد بن قارب کون ہے؟ وہاں کوئی ایسا آدمی موجود نہیں تھا جو سواد بن قارب ہونے کا دعویٰ کرتا۔ ایک سال گذر گیا۔ ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دوبارہ یہی سوال کیا تو میں نے پوچھا: ''سواد بن قارب کون ہیں''

امیر المؤمنین عمرؓ نے فرمایا: ''سواد بن قارب کے ایمان لانے کا واقعہ بڑا عجیب ہے''

یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ سواد بن قارب بھی وہاں پہنچ گئے۔

امیر المؤمنین عمرؓ (سواد کو دیکھ کر) ''اے سواد! اپنے ایمان لانے کا قصہ بیان کرو''

سواد بن قارب:۔اے امیر المؤمنین! ہند میں ایک جن میرا تابع تھا۔ ایک رات اس نے مجھے بیدار کیا اور کہنے لگا میری بات توجہ سے سنو: قبیلہ لوی بن غالب میں اللہ تعالیٰ نے ایک نبی مبعوث فرمایا ہے' جلدی وہاں پہنچو اور اس کا دین قبول کرلو۔ تین رات مسلسل یہی واقعہ رونما ہوتا رہا۔ واقعہ کے تکرار سے میرے دل میں اس دین کی محبت پیدا ہوگئی اور میں مکہ مکرمہ چلا گیا۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ لوگوں کے حلقہ میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا مرحبا؟ اے سواد بن قارب! میں اس کو بھی جانتا ہوں جو تجھے یہاں لایا ہے۔ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا اور آپ کی اجازت سے کچھ اشعار بھی پڑھے۔''

جنات کے ذریعے حضور ﷺ کی بعثت کی خبر

[1] بنو تمیم کی رافع بن عمیر کے ایمان لانے کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ وہ سفر کر رہے تھے کہ ان کو عالج کے ریگستان میں سے گذرنا پڑا۔ جب وہ تھک گئے اور نیند غالب آگئی تو مزید سفر ممکن نہ رہا۔ اس لئے کچھ دیر سو جانے کے ارادہ سے سفر موقوف کر دیا اونٹنی کو بٹھا کر اترے اور سونے سے پہلے جہالت کے دستور کے مطابق وادی کے سردار کی پناہ طلب کی' اس طرح جنوں کے شر سے خود کو محفوظ سمجھ کر سو گئے۔ خواب میں دیکھا کہ کوئی

[1] تفسیر مظہری'

شخص انکی اونٹنی کو ذبح کرنا چاہتا ہے۔ گھبرا کر نیند سے بیدار ہو گئے۔ ادھر ادھر دیکھا لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ پھر سو گئے۔ پھر یہی واقعہ پیش۔ اسی طرح تین مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا۔ تیسری مرتبہ اٹھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ واقعی ایک آدمی ان کی اونٹنی کو ذبح کرنا چاہتا ہے جبکہ ایک پیر مرد اسکا ہاتھ پکڑے کھڑا ہے اور اس کو اس فعل سے روک رہا ہے۔ اسی دوران وہاں تین موٹے تازے جنگلی بیل بھاگتے ہوئے نمودار ہوئے۔ پیر مرد نے کہا اس شخص کی اونٹنی کو چھوڑ دو اور اسکے بدلے ان میں سے ایک بیل پکڑ لو۔ پھر اس پیر مرد نے مجھے مخاطب ہو کر کہا:

''آئندہ جب کبھی اس قسم کا خوفناک مقام پر گذر ہو تو کسی دوسرے کی پناہ لینے کی بجائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پروردگار کی پناہ طلب کیا کرو''

رافع نے پوچھا: ''محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کون ہیں؟''

پیر مرد کہنے لگا: ''نبی عربی ہیں۔ نہ ان کا شرق سے تعلق ہے نہ غرب سے''

رافع نے پوچھا: ''وہ کہاں رہتے ہیں؟''

پیر مرد نے کہا: ''وہ یثرب میں رہتے ہیں جہاں کھجوروں کے نخلستان کثرت سے ہیں''

صبح ہوئی تو رافع سوار ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جا پہنچے۔ جب آپ کے سامنے پہنچے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر گذرنے والے تمام حالات بیان کر دیئے اور وہ صدق دل سے ایمان لے آئے۔

جنوں نے سورۃ الرحمٰن سنی

[1] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الرحمٰن تلاوت فرمائی یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی نے تلاوت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

''کیا وجہ ہے کہ میں تم سے ایسا جواب نہیں سن رہا ہوں جیسا جواب سورۃ الرحمٰن سن کر جنوں

1۔ ابن جریر و دارقطنی

نے اپنے رب کو دیا تھا"

لوگوں نے عرض کی: "حضور! وہ کیا جواب تھا جو جنوں نے دیا؟"

حضورؐ نے فرمایا: "جن یہ سن کر کہ "تم اپنے رب کی کون کون سے نعمتوں کو جھٹلاؤ گے"

جواب دیتے تھے کہ:

ہم اپنے رب کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے"

۱ کم وبیش انہی الفاظ میں ایک حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے۔

رات بھر غائب

۲ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ قیام مکہ کے دوران حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات بھر غائب رہے۔ اہل بیت اور صحابہؓ رات بھر بے حد پریشان رہے۔ بار بار یہ خیال آتا کہ کفار نے کوئی زیادتی نہ کر دی ہو۔ رات اسی پریشانی میں گذر گئی۔ صبح ہوئی تو اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غار حرا کی طرف سے تشریف لاتے ہوئے دکھائی دیئے۔ غلامان مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب رات بھر غائب رہنے کی وجہ دریافت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ایک جن مجھے بلانے آیا تھا۔ میں اس کے ساتھ گیا اور جنوں کے ایک گروہ کو قرآن سنایا۔

جنوں کے ایک مقدمہ کا فیصلہ

۳ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیکر مکہ مکرمہ میں حجون کے مقام پر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنوں کے ایک مقدمہ کا فیصلہ سنایا۔

4۔ سورہ احقاف میں جنوں کا ذکر

مشرکین مکہ کے رویہ سے دل برداشتہ ہو کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مختلف قبائل

۱۔ ترمذی و حاکم ۲۔ ترمذی، ابوداؤد ۳۔ ابن جریر

کو تبلیغ کرتے ہوئے طائف تشریف لے گئے۔ طائف والوں نے بھی انتہائی بے رخی اور کج ادائی کا مظاہرہ کیا۔ طائف سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت پریشان اور تھکے ہوئے تھے۔ حضرت زید بن حارثہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ راستہ میں وادیٔ نخلہ[1] میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا۔ صبح کی نماز کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مقدس کی تلاوت کر رہے تھے کہ قریب سے گذرتے ہوئے نو جنوں نے اللہ کا قرآن سنا' قرآن مقدس کی حقانیت ان کے دلوں میں اتر گئی۔ وہ پہچان گئے کہ یہ اللہ کا کلام ہے کیونکہ وہ اہل کتاب تھے' انہوں نے حضرت موسیٰ کا کلام (تورات) سنا تھا۔ اس لئے فوراً ایمان لے آئے لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ظاہر نہ ہوئے بلکہ واپس اپنے شہر نصیبین چلے گئے اور وہاں جا کر خوب دین اسلام کی تبلیغ کی۔

☆ سورۂ احقاف کی متعلقہ آیات کا ترجمہ:-

[2] ''اور جب ہم جنوں کے ایک گروہ کو تمہاری طرف لے آئے تھے تاکہ قرآن سنیں۔ جب وہ اس جگہ پہنچے (نخلہ) تو انہوں نے آپس میں کہا۔ خاموش ہو جاؤ۔ پھر جب وہ پڑھا جا چکا تو وہ خبردار کرنے والے بن کر اپنی قوم کی طرف پلٹے۔ انہوں نے جا کر کہا:

''اے ہماری قوم کے لوگو!

ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے' تصدیق کرنے والی ہے اپنے سے پہلے آنے والی کتابوں کی۔ رہنمائی کرتی ہے حق اور راہ راست کی طرف۔ اے ہماری قوم کے لوگو! اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کر لو اور اس پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تمہارے گناہوں سے درگذر فرمائے گا اور تمہیں عذاب الیم سے بچا لے گا''

5- سورۂ جن میں جنوں کا ذکر

[3] سورۂ جن میں ارشاد گرامی ہے:

'' فرما دیجئے! میری طرف وحی ہوئی ہے کہ بڑے غور سے سنا ہے (قرآن کو) جنوں کی ایک

۱۔ روایت حضرت ابن مسعودؓ ابن عباسؓ' حضرت زبیرؓ ۲۔ آیات ۲۹ تا ۳۱' ۳۔ سورۂ جن آیات ۱ تا ۶'

جماعت نے۔ پس انہوں نے (جاکر دوسرے جنات کو) بتایا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ راہ دکھاتا ہے ہدایت کی۔ پس ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم ہرگز شریک نہیں بنائیں گے کسی کو اپنے رب کا۔ اور بیشک اعلیٰ وارفع ہے ہمارے رب کی شان۔ نہ اس نے کسی کو اپنی بیوی بنایا نہ بیٹا۔ اور ہمارے احمق اللہ کے بارے میں ناروا باتیں کہتے رہے اور ہم تو یہ خیال کئے تھے کہ انسان اور جن اللہ کے بارے میں کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے۔ اور یہ کہ انسانوں میں سے چند مرد پناہ لینے لگے جنات میں سے چند مردوں کی۔ پس انہوں نے بڑھا دیا جنوں کے غرور کو..................."

مفسرین کرام کے خیال کے مطابق جنات کے وفود نے چھ مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دی۔ سورۂ جن کی آیات میں جس حاضری کا ذکر کیا گیا ہے یہ پہلی حاضری ہے۔ صحیح روایات کے مطابق یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہؓ کے ساتھ عکاظ کے بازار کی طرف جا رہے تھے' یہ جگہ مکہ سے دو رات کی مسافت پر ہے۔ اس جگہ پر میلہ لگا کرتا تھا' بازار سجائے جاتے تھے' خوب خرید و فروخت ہوتی تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نخلہ کے مقام پر پہنچے تو صبح کا وقت ہو گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھا رہے تھے اور سورۂ طٰہٰ یا اقراء کی تلاوت کر رہے تھے۔ جنوں کے ایک گروہ کا ادھر سے گذر ہوا۔ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاکیزہ نطق سے اللہ کا کلام سنا تو ان کے قلوب پاک ہو گئے۔ آنکھوں سے کفر و شرک کے پردے ہٹ گئے۔ وہ سچے دل سے ایمان لے آئے اور اپنے قبیلہ میں جا کر دین اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ وہ چونکہ اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ظاہر نہ ہوئے تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اس کی خبر دی گئی اور یہ فرمایا گیا کہ اس کا اعلان کر دیں۔

ان جنات کی تعداد تین سے زیادہ اور دس سے کم تھی کیونکہ ان کیلئے "نفر" کا لفظ

استعمال کیا گیا ہے جو تین سے دس تک کی تعداد کیلئے بولا جاتا ہے۔ یہ جنات پہلے کافر تھے۔ مشرک انسانوں کی طرح انکے عقائد باطلہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کیلئے بیوی اور بیٹا بنا رکھے تھے۔ یہ آیت سن کر ایسے تمام عقائد باطلہ کو دل سے نکال کر سچے مومن بن گئے۔

قرآن مقدس کی پاکیزہ آیات اور روایات سے قطعی طور پر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ جنات کا ایک علیحدہ وجود ہے اور وہ کسی جنگل یا جابر و ظالم انسانی طبقہ سے تعلق نہیں رکھتے۔

6- حکایت

حضرت ابراہیم الخواص کا واقعہ ہے کہ وہ ایک سال حج کیلئے قافلہ کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ کسی نے ان کو کہا کہ علیحدگی میں میری بات سنیں۔ وہ قافلہ سے الگ ہو کر اس کے ساتھ چل دیئے، تین شب و روز چلتے رہے اور آخر ایک سرسبز و شاداب گھنے جنگل میں جا نکلے۔ وہاں انہوں نے ایک جماعت دیکھی جو بہترین لباس میں ملبوس تھی۔ جماعت کے لوگوں کے ساتھ ان کی ملاقات ہوئی، انہیں بتایا گیا کہ وہ جن ہیں۔ ان جنوں میں سے ایک نے ان کو بتایا کہ ہم وہ جن ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سنا تھا۔ اس پاکیزہ کلام کا یہ اثر ہے کہ ہم اب تمام دنیاوی بکھیڑوں سے آزاد اس جزیرہ میں امن و سکون سے رہ رہے ہیں۔ اس جزیرہ میں قدم رکھنے والے آپ دوسرے انسان ہیں۔ آپ سے قبل ایک حسین و جمیل جوان یہاں آیا تھا۔ ہم باہم بیٹھے پیار و محبت کی باتیں کر رہے تھے کہ وہ نوجوان یہاں آیا۔ ہم نے پوچھا:

جنات: "وہاں سے کب چلے تھے؟"

جوان: "ایک ہفتہ قبل"

جنات: "وطن سے کس بات نے نکلنے پر مجبور کر دیا؟"

جوان: "میں نے جب یہ آیت سنی (ترجمہ) "اور رجوع ہو جاؤ اپنے رب کی طرف اور اس کی حکم برداری کرو پہلے اس سے کہ تم پر عذاب آئے۔ پھر کوئی تمہاری مدد کو نہ آئے"

جنات: ''ہمیں انابت اور اسلام کے معنی سمجھاؤ''

جوان: ''انابت کا مطلب یہ ہے کہ اپنی خودی کو مٹا کر خدا کا بن جائے۔ اسلام کا مطلب ہے خود کو خدا کے حوالے کر دینا اور عذاب سے مراد جدائی ہے''

اس کے بعد نوجوان نے ایک سرد آہ بھری اور جان' جان آفریں کے سپرد کر دی۔ ہم نے اسے دفن کر دیا۔ انہوں نے حضرت ابراہیم الخواص کو اس نوجوان کی قبر دکھائی۔ قبر کے سرہانے ایک نرگس کا گلدستہ موجود تھا جس کی جسامت چکی کے پاٹ کے برابر تھی اور اس پر لکھا ہوا تھا کہ یہ ''اللہ کا محبوب اور قتیل غیرت ہے''

جنات نے ان سے بھی ''انابت'' کی تفسیر سنی اور سن کر ان کو وجد آ گیا۔ اسکے فوراً بعد حضرت ابراہیم خواص کو نیند آ گئی اور جب بیدار ہوئے تو مسجد عائشہ میں تھے۔ جنات حالتِ نیند میں یہاں چھوڑ گئے۔ دیکھا تو وہ گلدستہ ان کے سامان میں موجود تھا اور ایک سال انکے پاس رہا۔

حکایت-7

حضرت امام غزالی بہت بڑے عالم' مفکر اور مفتی تھے۔ وہ جن و انس دونوں کے مفتی تھے۔ ایک دن جب انہوں نے دنیا کے جدید کارناموں کے بارے میں جنات سے پوچھا تو انہیں بتایا گیا کہ زمخشری نے ایک تفسیر لکھی ہے۔ نصف مکمل ہو چکی ہے۔ کمال کی چیز ہے۔ حضرت امام غزالی نے انہیں کہا کہ وہ اٹھا کر میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ لے آئے تو آپ نے اس کی نقل تیار کر کے اپنے پاس رکھ لی اور اصل واپس پہنچانے کا حکم دے دیا۔

ایک روز زمخشری حضرت امام غزالی کو ملنے کیلئے تشریف لے آئے تو انہوں نے وہی تفسیر انکو دکھا دی جسے دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی اور کہنے لگے کہ اگر میں یہ کہہ دوں کہ یہ میری تفسیر ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ حضرت امام غزالی نے فرمایا: ''یہ آپ کی ہی تفسیر ہے'' اور اسے جنات اٹھا کر میرے پاس لے آئے تھے۔ یہ سن کر زمخشری حیران رہ گئے اور

جنات کے وجود کے قائل ہو گئے حالانکہ اس سے پہلے وہ مانتے نہ تھے۔

8-جنات۔ ایک لطیف مخلوق

انسان جنوں کو انکے جسموں کی لطافت کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتے البتہ جب جن متمثل ہو کر دوسری شکلیں اختیار کرتے ہیں تو ان کو دیکھا جا سکتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنوں کو مختلف مادی قالب میں تبدیل ہونے کی اہلیت عطا فرمائی ہے۔ اس معاملہ کو سمجھنے کیلئے ہوا کی مثال پیش کی جا سکتی ہے۔ ہم ہوا کو اس کی لطافت کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتے لیکن جب اس میں گرد و غبار (مادہ) شامل ہو جاتا ہے تو اسے دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں جن انسانوں کو دیکھ سکتے ہیں کیونکہ انسان کا مادۂ تخلیق خاک ہے۔ ارشاد خداوندی ہے

"شیطان اور اس کا قبیلہ تمہیں دیکھتا ہے لیکن تم ان کو نہیں دیکھ سکتے"[1]

جنات کو کئی ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مثلاً

1- بھوت یا آسیب: "یہ جن خبیث اور نقصان پہنچانے والے ہوتے ہیں ان کیلئے عفریت اور شیاطین کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔

2- رجال الغیب: "نیک سیرت جنات راہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راستہ دکھاتے ہیں۔

3- شہاب: "بیابانوں اور جنگلوں میں ان کی وجہ سے آگ جلتی دکھائی دیتی ہے۔

4- چھلاوہ: "چھوٹے چھوٹے لڑکوں کی شکل نظر آتے اور غائب ہو جاتے ہیں۔

9-جنات کی خوراک

جنات خوراک کھاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کوئلہ اور ہڈی جنات کی خوراک ہے۔ ہو سکتا ہے اس پر کسی کو اعتراض ہو کہ جنات تو مرئی مخلوق ہے اور کوئلہ مادی اشیاء ہیں وہ کس طرح ان کی خوراک ہو سکتی ہیں تو اس کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ کوئلہ اور ہڈی میں گیسیں خارج ہوتی ہیں جو غیر مرئی ہیں وہی ان کی خوراک ہوگی۔ اس کے علاوہ گوبر کو بھی ان کی

1۔ سورۃ اعراف ۲۷

خوراک قرار دیا گیا ہے۔ گوبر میں سے بھی مختلف گیسیں خارج ہوتی ہیں۔

10- جن مومن بھی ہیں اور کافر بھی

قرآن مقدس کی دو سورتوں "احقاف" اور "جن" سے ثابت ہوتا ہے کہ جن کافر بھی ہیں اور مومن بھی۔ سورہ جن میں جن جنات کا ذکر کیا گیا ہے وہ مشرک تھے جبکہ سورۂ احقاف میں اہل کتاب جنوں کے گروہ کا ذکر ہے جو موسیٰ پر ایمان رکھتے تھے۔ ظاہر ہے اپنے ایمان اور کفر کی وجہ سے ان دونوں طبقوں کے جنوں کے کردار بھی مختلف ہوتے ہیں۔

11- جنات کا انسانی جسم میں حلول و دخول

مفکرین، مفسرین، محدثین اور علماء میں اس بات پر اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ جنات انسانی جسم میں داخل ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ طرح طرح کے اعتراضات وارد کرتے ہیں جن میں سے بعض واقعی وزنی بھی ہیں۔ جو لوگ اسکے قائل ہیں انکے پاس واقعاتی شواہد اور دلائل موجود ہیں۔ انجیل میں بھی اس موضوع پر بات کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے لوگوں سے جنوں کو نکالا اور ان سے کلام بھی کیا۔

حکایت (چشم دید واقعہ)

آج سے کم و بیش پچاس سال پہلے کا واقعہ ہے۔ راقم الحروف اسلامیہ کالج لاہور کا طالب علم تھا۔ ایک دفعہ تعطیلات میں جو اپنے گاؤں آیا تو گھر میں کچھ مہمان آئے ہوئے تھے۔ ان میں ایک معمر "خالہ" بھی تھیں۔ ان کے بارے میں مشہور تھا کہ ان کے پاس جن آتا ہے۔ ایک روز بیٹھے بٹھائے ان کا باتیں کرنے کا انداز تبدیل ہو گیا۔ زبان میں تغیر محسوس کیا گیا، انہوں نے حقہ پینے کا مطالبہ کیا۔ حقہ تیار کر کے تازہ تمباکو ڈال کر ان کے سامنے رکھا گیا تو انہوں نے اس پر مسلسل ایسے کش لگائے کہ چلم میں آگ کے شعلے ابھرنے لگے۔ میں نے خیال کیا یہ انسان کے بس کی بات نہیں۔ ایک کش لگانے سے ہی تمباکو کی کڑواہٹ اور دھوئیں کی گیس پھیپھڑوں پر کافی بوجھ ڈال دیتی ہے اور حقہ نوشوں کو اکثر اسی وجہ سے کھانسی آ جاتی ہے۔

ہمارے ایک معمر عزیز ان سے مختلف سوال جواب کرتے رہے جنکی تفصیل اب ذہن میں محفوظ نہیں۔ اتنا یاد پڑتا ہے کہ لہجہ تبدیل ہوگیا تھا۔ آواز مردانہ لگتی تھی۔

احادیث

اس عنوان پر چند احادیث بھی پیش کی جاتی ہیں۔

۱ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر پر جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک گاؤں کے لوگوں نے عرض کی کہ یارسول اللہؐ یہاں ایک نوجوان اور حسین عورت ہے' اس پر ایک جن عاشق ہوگیا ہے۔ جب وہ اس پر مسلط ہوتا ہے تو ہوش و حواس کھو بیٹھتی ہے نہ کچھ کھاتی ہے نہ پیتی ہے۔ حضورؐ نے اس عورت کو قریب بلا کر فرمایا:

"اے جن! تو جانتا ہے کہ میں محمد اللہ کا رسول ہوں۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس عورت کو چھوڑ دے۔ جن نے فوری طور پر اس عورت کو چھوڑ دیا اور وہ عورت ہوش و حواس میں آ گئی۔ ہوش میں آتے ہی اس نے منہ کو نقاب میں چھپا لیا اور شرم کرنے لگی۔ وہ اب بالکل تندرست نظر آنے لگی۔

۲ بیہقی نے حضرت امام زین العابدین سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر مدینہ منورہ میں اس سبب سے پہنچی کہ مدینہ کی ایک عورت کے پاس کوئی جن آیا کرتا تھا کیونکہ وہ اس پر عاشق تھا۔ وہ ہمیشہ رات کے وقت اس کے پاس آتا تھا اور اکثر کسی پرندے کی شکل میں آ کر دیوار پر بیٹھ جایا کرتا تھا۔ جب گھر والے سو جاتے تو مرد کی صورت اختیار کر لیتا۔ پھر اچانک اس کا آنا موقوف ہوگیا کئی دنوں کے بعد وہ آیا اور پرندہ کی صورت میں دیوار پر آ کر بیٹھ گیا۔ عورت نے اسے پہچان لیا اور پوچھا کہ اتنا عرصہ تم کہاں رہے۔ کہنے لگا اب تمہاری ہماری جدائی ہے کیونکہ مکہ معظمہ میں ایک پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں۔ انہوں نے ہمیں ان کاموں سے منع کر دیا ہے۔

......باب سوم......

تخلیق آدمؑ

بنی نوع انسان سے قبل اس دنیا میں جنات آباد تھے ان کی سرکشی جب حد سے تجاوز کر گئی اور قتل و غارت گری کا بازار گرم ہوگیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ملائکہ کی ایک فوج بھیج کر جنات کو مار بھگایا۔ کچھ مارے گئے اور کچھ سمندروں' دور دراز جزیروں' پہاڑوں اور غیر آباد جنگلات کی طرف فرار ہوگئے۔ کم و بیش اسکے دو ہزار سال بعد خدائے بزرگ و برتر نے زمین کو دوبارہ آباد کرنے کا ارادہ فرمایا اور اپنے اس پاکیزہ ارادہ کا اظہار ملائکہ کے سامنے ان الفاظ میں کیا:

۱؎ "اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا:

میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں۔ کہنے لگے (ملائکہ)

کیا تو بنائے گا زمین میں جو فساد برپا کرے گا اور خون ریزیاں

کرے گا حالانکہ ہم تیری تسبیح کرتے ہیں۔

فرمایا: بیشک جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے"

خیال رہے کہ ملائکہ نے اللہ تعالیٰ کے پروگرام تخلیق آدمؑ پر اعتراض نہیں کیا تھا کیونکہ ملائکہ ایسی مخلوق ہے جو سراپا اطاعت ہے۔ ان کو نور سے تخلیق کیا گیا۔ ان کی تعداد بے حد و حساب ہے۔ اللہ کے حکم کے مطابق یہ ارض سموات کے انتظام و انصرام میں مصروف رہتے ہیں۔ ان میں سے چار مقرب ترین ملائکہ جبرئیل' میکائیل' اسرافیل اور عزرائیل ہیں۔ ملائکہ فہم و ادراک اور عقل وشعور رکھتے۔ ان کو اصلی شکل میں دیکھ لینا انسان کے بس میں نہیں ہے۔ ملائکہ خیر ہی خیر ہیں ان کا شر کا پہلو نہیں ہے۔ ملائکہ شکل تبدیل کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

۱۔ سورۂ بقرہ ۳۰'

1-مادۂ تخلیق

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت آدمؑ کو مٹی سے تخلیق فرمایا۔ پھر اولاد آدم نر اور مادہ کے ملاپ سے نطفہ سے پیدا فرمائی۔ قرآن مقدس کی درج ذیل آیات میں تخلیق آدم اور مادۂ تخلیق آدم اور مادۂ تخلیق کا ذکر کیا گیا ہے۔

1- ۱؎ ''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا ہے''

2- ۲؎ ''اور بنایا ہم نے آدمی کو کھنکھناتے ہوئے سنے گارے سے''

3- ۳؎ ''پیدا کیا انسان کو بجنے والی مٹی سے ٹھیکری کی مانند''

4- ۴؎ ''بیشک پیدا کیا ہے انہیں لیس دار کیچڑ سے''

5- ۵؎ ''فرمایا: اے ابلیس تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اس کیلئے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا''

6- ۶؎ ''اور شروع کی انسان کی پیدائش ایک گارے سے پھر بنائی اس کی اولاد نچڑے ہوئے بے قدر پانی سے''

7- ۷؎ ''کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا۔ پھر ہم نے رکھ دیا اسے ایک محفوظ جگہ (رحم مادر) پر ایک معین مدت تک''

8- ۸؎ ''پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے''

9- ۹؎ ''اسے پیدا کیا گیا اچھلتے ہوئے پانی سے جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے''

10- ۱۰؎ ''بلاشبہ پیدا کیا ہم ہی نے انسان کو ایک مخلوط نطفہ سے''

11- ۱۱؎ ''اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے جس نے پیدا فرمایا تمہیں ایک جان سے اور

۱۔ سورۂ فاطر ۱۱' ۲۔ سورۂ حجر ۲۶' ۳۔ سورۂ الرحمٰن ۱۴' ۴۔ سورہ صافات ۱۱' ۵۔ سورۂ ص ۷۵' ۶۔ سورۂ سجدہ ۸'۷
۷۔ سورۂ مرسلات ۲۰ تا ۲۲' ۸۔ سورۂ علق ۲' ۹۔ سورۂ طارق ۶'۷ ۱۰۔ سورۂ دہر ۲' ۱۱۔ سورۂ النساء ۱'

پیدا فرمایا اسی سے اس کا جوڑا اور پھیلا دیئے ان دونوں سے کثیر تعداد میں مرد اور عورتیں"

12- ۱؎ "ہم نے پیدا کیا تمہیں مٹی سے پھر پانی کی بوند سے پھر خون کی پھٹک سے پھر گوشت کی بوٹی سے"

13- ۲؎ "اور بنایا ہم نے انسان کو ایک چنی ہوئی مٹی سے پھر رکھا ہم نے اس کو پانی کی بوند کر کے ایک جمے ہوئے ٹھکانہ میں پھر بنایا اس بوند سے لہو جما ہوا۔ پھر بنائی اس جمے ہوئے لہو سے بوٹی۔ پھر بنائیں اس بوٹی سے ہڈیاں۔ پھر بنایا ان ہڈیوں پر گوشت۔ پھر اٹھا کھڑا کیا اس کو ایک نئی صورت میں"

14- ۳؎ "اس نے تمہیں ایک جان سے بنایا پھر اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ اور تمہارے لئے چوپایوں میں سے آٹھ جوڑے اتارے۔ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں بناتا ہے ایک طرح کے بعد اور طرح تین اندھیریوں میں"

خدائے بزرگ و برتر نے قرآن مقدس میں سینکڑوں مقامات پر حضرت آدمؑ کی تخلیق اور پھر ان سے بنی نوع انسان کی تولید کا تذکرہ فرمایا ہے۔ کہیں ابن آدم کو اپنے عظیم احسانات کا احساس دلانے کیلئے' کہیں غیرت آفرینی کی غرض سے اور کہیں اپنی صناعی اور قدرت کاملہ کے اظہار کے طور پر۔ یہاں صرف چودہ مقامات سے آیات منتخب کر کے درج کی گئی ہیں۔ انکے بارے میں مفسرین کرام کی وضاحتیں درج ذیل سطور میں پیش کی جارہی ہیں۔

1- اللہ تبارک وتعالٰی نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت آدمؑ کو مٹی سے پیدا فرمایا ایسے ہی جیسے اس سے قبل ملائکہ کو نور سے اور جنات کو آگ کے شعلہ سے پیدا کیا تھا۔ حضرت آدمؑ کی تخلیق کا بنیادی مادہ خاک تھا لیکن مختلف مقامات پر مختلف الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ سورۂ آل عمران میں "تراب" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب مٹی ہے۔ سورۂ

۱؎ سورۂ حج ۵' ۲؎ سورۂ مومنون ۱۲ تا ۱۴' ۳؎ سورۂ زمر ۶

حجر میں ''حماء مسنون'' آیا ہے اس سے مراد ایسی مٹی ہے جو چکنی ہو اور کافی عرصہ تر رہنے کی وجہ سے اس میں خمیر پیدا ہو گیا ہو۔ سورۃ صافات میں ''طین لازب'' کے الفاظ آئے ہیں۔ اس سے مراد ایسی مٹی ہے جس کو بھگو کر گارے کی شکل دے دی گئی۔ سورۃ الرحمٰن میں ''صلصال کالفخار'' کے الفاظ آئے ہیں اس سے مراد کھنکھناتی ہوئی مٹی ہے۔ الفاظ اگرچہ مختلف ہیں لیکن حقیقت میں نہ کوئی تضاد ہے نہ کوئی اختلاف کیونکہ جس مٹی سے آدمؑ کا پتلہ تیار کیا گیا اس کو ان تمام کیفیات سے گذارا گیا۔ مدتوں ایک تدریجی اور ارتقائی عمل جاری رہا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے زمین کے مختلف حصوں سے تراب لائی گئی اور اس کو بھگو کر خمیر اٹھایا گیا اور اس طرح یہ'' حماء مسنون'' بن گئی اس پر جب کچھ عرصہ گذر گیا تو'' صلصال'' بن گئی اور ٹھیکرے کی طرح کھنکھنانے لگی پھر اس میں پانی ڈال کر گارے کی شکل میں ''طین لازب'' بنا دیا گیا۔

ایک حدیث قدسی میں اسی طرح اس کی وضاحت کی گئی ہے:

میں نے آدم کی مٹی کو اپنے ہاتھ سے خمیر کیا اور پھر اسے چالیس سال ایسے ہی چھوڑے رکھا یہاں تک کہ وہ خشک ہو کر صلصال ہوگئی۔ پھر اس پر 39 سال تک غم کا مہینہ برسایا۔ پھر اس پر ایک سال تک راحت و سرور کی بارش کی''

2- مفسرین[1] لکھتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدمؑ کا خاکی پتلہ تیار کرنے کیلئے جبریل کو حکم دیا کہ زمین کے چاروں گوشوں سے سیاہ' سرخ' سفید' نرم اور سخت مٹی لے آؤ۔ جب حضرت جبرئیل زمین سے مٹی حاصل کرنے لگے تو زمین نے ان کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر مٹی لینے سے منع کیا اور وجہ یہ بیان کی کہ بادشاہ کے قرب کے فوائد بھی بیشمار ہیں لیکن اسکے خطرات بھی بے پایاں ہیں۔ جبرئیل واپس چلے گئے اور بارگاہ ایزدی میں تمام

ا۔ فیوض الرحمٰن'

واقعات عرض کر دیئے۔ اسی طرح حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل بھی واپس آ گئے۔ آخر کار حضرت عزرائیل کو بھیجا گیا اور وہ مٹی لیکر آ گئے' ان کو بھی زمین نے اللہ کا واسطہ دیا لیکن عزرائیل نے بھی زمین کو اللہ کا واسطہ دے کر مٹی حاصل کر لی۔ مٹی میں چونکہ سرخ' سیاہ سفید رنگ موجود تھے اسلیئے اس کا اثر بنی آدم میں پایا جاتا ہے اور کسی کا رنگ سرخ ہے کسی کا سفید اور کسی کا سیاہ۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق عزرائیل نے مٹی وادی نعمان میں جو مکہ اور طائف کے درمیان واقع ہے جا کر رکھ دی۔ حضرت آدمؑ کی تخلیق کس مقام پر ہوئی؟

اسکے بارے میں مفسرین مختلف رائے رکھتے ہیں۔ مثلاً وادی نعمان[2] آسمان دنیا' جنت عدن۔

2-روح پھونکی گئی

جب آدمؑ کا خاکی جسم تیار ہو گیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس میں روح پھونک دی جس سے ان کے جسم میں زندگی کی لہر دوڑنے لگی۔ روح کیا ہے؟

اس سوال پر زیادہ سوچنا اور اپنے خیالات کا اظہار کرنا مناسب نہیں اس کے بارے میں ارشاد خداوندی کو سمجھنا اور ماننا ہمارا جزو ایمان ہونا چاہیے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

''روح امر ربی ہے۔'' ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ اس موضوع پر فلسفیانہ موشگافیاں انسان کو زیب نہیں دیتیں۔ جب کوئی عورت حاملہ ہوتی ہے تو ایک مقررہ وقت پر بچے میں روح پھونک دی جاتی ہے۔

جب حضرت آدمؑ کے جسم میں روح پھونکی گئی تو سب سے پہلے دماغ' سر آنکھوں' کانوں اور زبان میں پہنچی۔ پھر تمام جسم میں پھیلنے لگی یہاں تک کہ قدموں میں جا پہنچی۔ جب روح ناک میں داخل ہوئی تو حضرت آدمؑ کو چھینک آئی۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور تعلیم سے انہوں نے الحمد للہ رب العلمین کہا۔ اللہ تعالیٰ نے یرحمک اللہ فرمایا: جب

۲۔ تفسیر حقانی'

روح گھٹنوں میں پہنچی تو آپ نے چلنا چاہا لیکن چل نہ سکے۔ جب روح پاؤں میں پہنچ گئی تو اٹھ کر چلنے لگے۔

3-ڈراون کا نظریۂ ارتقاء

ڈارون کا گمراہ نظریۂ ارتقاء انیسویں صدی کا تحفہ ہے۔

یہ نظریہ مادیت کا ثمر ہے۔ انیسویں صدی کے سائنس دانوں کے مطابق کائنات میں صرف مادہ ہی حقیقی چیز ہے۔ اس نظریہ سے علمی حلقوں میں مذہب اور روحانیت کے خلاف ایک زبردست جذبہ کارفرما ہوگیا تھا۔ حق بات یہ ہے کہ مغرب کے لادینی فلسفوں میں دہریت کا مواد جس قدر موجود ہے وہ ڈارون کے نظریۂ ارتقاء کا پیدا کردہ ہے۔ ڈارون کے نظریۂ ارتقاء کے دو بنیادی حصے ہیں۔

1- حقیقت ارتقاء:-اس کا مطلب یہ ہے کہ ارتقاء کا عمل واقعی ہوا اور زندگی کی اعلیٰ حالتیں ادنیٰ حالتوں سے مسلسل اور متواتر پیدا ہوتی رہی ہیں۔

2-ارتقاء کی وجہ:-ڈارون کے نظریہ کے مطابق ارتقاء کا سبب قدرت کی بے مقصد کاروائیاں ہیں۔ ڈارون انہیں ''کشمکش حیات'' کا نام دیتا ہے۔ اسکے دو اصول بیان کیے گئے ہیں بقائے اصلح اور قدرتی انتخاب۔

ڈارون کہتا ہے کہ زندگی اپنے ظہور کی ابتداء سے لیکر متواتر ارتقاء کرتی رہی ہے جس سے مختلف حیوانات کے اجسام وجود میں آتے رہے ہیں اور اسی ارتقاء کے نتیجہ کے طور پر روئے زمین پر نوع بشر کا ظہور ہوا۔ گویا انسان کے بطور انسان براہ راست پیدا نہیں ہوا بلکہ حیوانات کی مختلف ارتقائی منازل سے گذر کر انسان بنا ہے۔ اس باطل نظریۂ ارتقاء کی بنیاد پر انسان کو بندر کی ایک انتہائی ترقی یافتہ صورت قرار دیا جاتا ہے۔

ڈارون اور اس کے پیروکار کہتے ہیں کہ سمندر کے کناروں پر صدیوں کیچڑ کا خمار اٹھتا

رہا اور اس میں سے پہلا جاندار ایسا پیدا ہوا جو ایک خلیہ پر مشتمل تھا۔ مختلف ارتقائی مراحل سے گذرتے گذرتے انسان معرض وجود میں آ گیا۔

ڈارون نے ارتقاء کے اسباب کی جو تشریح کی ہے وہ اور زیادہ گمراہ کن ہے۔ صرف گمراہ کن ہی نہیں مضحکہ خیز بھی ہے۔ اس کو تسلیم کر لینے کے بعد ممکن ہی نہیں رہتا کہ ہم کائنات کی تخلیق میں کسی قادر مطلق ہستی کا عمل دخل تسلیم کریں بلکہ تخلیقِ کائنات ہی ایک بے مقصد عمل ہو کر رہ جاتا ہے۔ ڈارون اور اس کے پیروکاروں کے نزدیک انسان سلسلۂ ارتقاء حیات کی ایک آخری کڑی ہے۔ دوسرے الفاظ میں انسان ایک ترقی یافتہ حیوان ہے۔ اس میں کوئی ذاتی کمال یا شرف نہیں۔ اسکے برعکس قرآن مقدس کی تعلیمات کے مطابق انسان ایک عظیم المرتبت اور قائم بالذات ہستی ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے یدِ قدرت سے تخلیق فرمایا ہے اور زمین پر اپنا نائب مقرر کیا ہے۔ اسکے سینہ میں علوم وفنون کے خزانے بھر دیئے ہیں۔ اسے اپنی تمام مخلوقات پر فوقیت عطاء فرمائی ہے۔

ڈارون کا انسان جو حیوان کی ایک ترقی یافتہ صورت ہے اس انسان سے کتنا پست اور فروتر ہے جو سطح زمین پر اللہ تعالیٰ کے نائب کی حیثیت سے جلوہ نما ہوا۔ جسکے علوم کی وسعت نے عالم بالا کے مکینوں کو سراسیمہ کر دیا۔ پس ثابت ہوا کہ ڈارون کے نظریات، خرافات سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔

4- آدمؑ سے نسل انسانی کا اجراء

1- اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک شخص (حضرت آدمؑ) سے پیدا کیا۔

2- قادر مطلق نے حضرت آدمؑ کی دائیں پسلی سے حضرت حوا کو پیدا کیا۔ تمام نسل انسانی حضرت آدم وحوا سے چلی۔

3- انسانی تخلیق کا بنیادی مادہ نطفہ ہے جو پانی کا غلیظ قطرہ ہے۔ یہ تمام اعضاء رئیسہ

کے مشترکہ عمل سے پیدا ہوتا ہے اور کیسہ منویہ میں جمع ہو جاتا ہے۔ مرد اور عورت کے باہمی ملاپ اور مباشرت سے ایک خاص جنسی تحریک کے نتیجہ میں کیسہ منویہ کے سکڑنے سے یہ مادہ پچکاری کی مانند اچھلتا کودتا عورت کے رحم میں منتقل ہو جاتا ہے۔

قادر بے مثل کے قربان جایئے انسانی جسم کے اندر کیا کل پرزے رکھ دیئے ہیں! خوراک میں سے خون بھی بن رہا ہے۔ پیشاب بھی بن رہا ہے۔ فضلہ الگ خارج ہو رہا ہے۔ مادہ منویہ تخلیق پا رہا ہے۔ تھوک اور بلغم بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ اسی خوراک سے آنکھوں کو بصارت' کانوں کو سماعت' ہاتھ پاؤں حرکت اور دماغ کو سوچنے کی صلاحیت حاصل ہو رہی ہے۔

4- رحم مادر میں مرد اور عورت کے مادہ منویہ کے باہمی اشتراک و اختلاط سے حمل قرار پاتا ہے اور انسانی بچہ تکمیل کے مختلف مراحل سے گزر کر پیدا ہوتا ہے۔ سورۂ دہر کی متعلقہ آیت میں لفظ ''امشاج'' قابل غور ہے جس کے معنی مخلوط کے آتے ہیں۔

5- بطن مادر میں بچے کی نشوونما کے مختلف مراحل پر ایک حدیث میں اس طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔

فرمایا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور وہ سچ بولنے والے اور سچے سمجھے جانے والے ہیں کہ انسان کا مادہ چالیس یوم تک رحم میں جمع رہتا ہے۔ چالیس دن کے بعد علقہ یعنی منجمد خون بن جاتا ہے پھر چالیس دن میں ہی وہ مضغہ یعنی گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونک دیتا ہے اور اس کے متعلق چار باتیں اس وقت فرشتہ کو لکھوا دی جاتی ہیں۔ اول یہ کہ اس کی عمر کتنی ہوگی۔ دوسرا یہ کہ اس کا رزق کتنا ہوگا۔ تیسرے یہ کہ اس کے اعمال کیسے ہونگے اور چوتھے یہ کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ شقی اور بدبخت ہوگا یا سعید و خوش بخت؟

ایک دوسری حدیث میں مخلقہ اور غیر مخلقہ کی وضاحت کی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نطفہ جب کئی مراحل سے گذرنے کے بعد مضغہ بن جاتا ہے تو اس وقت وہ فرشتہ جو ہر انسان کی تخلیق پر مامور ہے اللہ تعالیٰ سے دریافت کرتا ہے کہ اے اللہ! اس مضغہ سے انسان پیدا کرنا آپ کے نزدیک مقدر ہے یا نہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملتا ہے کہ یہ مخلقہ ہے پھر فرشتہ سوال کرتا ہے کہ یہ لڑکا ہے یا لڑکی' شقی ہے یا سعید' عمر کتنی ہے؟ اس کا عمل کیسا ہے؟ اور یہ کہاں مرے گا؟ یہ سب چیزیں فرشتہ کو بتا دی جاتی ہیں اور وہ روح پھونک دیتا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ جواب ملتا ہے کہ غیر مخلقہ ہے تو رحم اس کو ساقط کر دیتا ہے۔

5- تین اندھیریاں

خدائے بزرگ و برتر نے رحم مادر میں انسانی تخلیق کے سات[1] ادوار بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے چھ ادوار کا تعلق عالم عناصر سے ہے یہ ادوار مادیات اور ان میں انقلاب وتبدیلی سے متعلق ہیں اور ساتواں دور جو سب سے زیادہ اہم ہے عالم ارواح سے تعلق رکھتا ہے۔ ان ادوار کی تفصیل قرآن مقدس میں اس طرح بیان فرمائی ہے۔ غذا کا جزو بدن ہونا' غذا سے نطفہ کا پیدا ہونا' نطفہ سے علقہ کا پیدا ہونا' علقہ سے مضغہ کا پیدا ہونا' ہڈیوں کا پیدا ہونا' اعضاء جسمانی کی تکمیل' ساتواں دور روحانی ہے جس میں روح پھونکی جاتی ہے۔

یہ ادوار تین اندھیریوں کے اندر پایہ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

[2] "تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں بناتا ہے اور ایک طرح کے بعد اور طرح تین اندھیریوں میں"

جدید طبی تحقیق نے تو اب ثابت کیا ہے کہ انسانی بچہ ایک غلاف کے اندر لپٹا ہوا پرورش پاتا ہے اور وہ غلاف رحم مادر میں ہوتا ہے اور رحم مادر پیٹ کے اندر ہوتا ہے لیکن اللہ نے اپنی پاک کتاب میں چودہ سو سال قبل اس حقیقت کو بیان فرما دیا تھا۔ تین اندھیریاں

۱۔ سورۂ مومنون' ۲۔ سورۂ زمر' ۶

جھلی، رحم اور پیٹ کی ہیں۔

ایک سکھ ڈاکٹر نے قرآن مقدس کا انگریزی ترجمہ پڑھا اور جب سورۂ زمر کی یہ آیت پڑھی تو اس کا قلب نور ایمان سے روشن ہوگیا اور اس کو یقین آ گیا کہ قرآن اللہ کا کلام اور اسلام سچا دین ہے۔

6- آدم وحوا جنت میں

جب حضرت آدمؑ کے جسم میں روح پھونک دی گئی تو اللہ تعالیٰ نے اشیاء، ان کے اسماء اور ان کی خصوصیات کا بھرپور علم ان کو عطا فرما دیا۔ ان اشیاء کے متعلق جب ملائکہ سے پوچھا گیا تو وہ کچھ بھی نہ بتا سکے انہوں نے اپنے عجز کا اقرار کیا۔ پھر آدمؑ سے وہی سوالات پوچھے گئے تو انہوں نے سب کے جوابات عرض کر دیئے۔ اس طرح علم کی بنیاد پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ملائکہ کو آدمؑ کے سامنے سجدۂ تعظیم بجا لانے کا حکم دیا۔ تمام ملائکہ سجدہ ریز ہوگئے۔ لیکن عزازیل جو جنات میں سے تھا اور اپنے علم، زہد وتقویٰ کی بنیاد پر ملائکہ کے ساتھ گھلا ملا رہتا تھا سجدہ سے انکار کر گیا۔ تفصیل باب چہارم میں بیان کی جائے گی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آدمؑ اور حوا کو جنت میں رہنے کی اجازت عطا فرما دی اور سوائے ایک درخت کے پھل کے جنت کی تمام نعمتوں سے فیض یاب ہونے کی اجازت فرما دی۔ عزازیل جو مردود قرار دیا جا چکا تھا اور تمام اعزازات سے محروم کر دیا گیا تھا اور جنت سے بھی نکال دیا گیا تھا اس نے آدم وحوا کو ورغلا کر اس درخت کا پھل کھانے پر آمادہ کر لیا جس سے انکو منع کیا گیا تھا۔ آدم وحوا کے جنتی لباس اتر گئے اور ان کو جنت سے نکال کر دنیا میں بھیج دیا گیا البتہ جب انہوں نے اپنی لغزش پر توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے انکو معاف فرما دیا۔

امیرالمؤمنین حضرت عمرؓ ابن خطاب سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت آدمؑ سے یہ لغزش سرزد ہوئی اور ان پر عتاب الٰہی نازل ہوا

اور وہ تو یہ قبول ہونے پر حیران تھے تو ان کو یاد آیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان میں روح پھونکی تھی اور انہوں نے آنکھیں کھول کر اپنے سر کو عرش کی طرف اٹھایا تو عرش کے پایہ پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا دیکھا تھا۔ اس سے انہوں نے اندازہ لگایا تھا کہ کسی شخص کا مقام اس شخص کے برابر نہیں ہے جس کا نام اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے۔ تدبیر یہ ہے کہ بحق اس شخص کے سوال مغفرت کا کروں۔ پس دعا میں کہا "اے اللہ! میں تجھ سے محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ سے التجا کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے۔ حق تعالیٰ نے ان کو بخش دیا اور پوچھا (وحی کے ذریعہ) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تو نے کہاں سے جانا۔ انہوں نے تمام ماجرا عرض کیا۔ حکم پہنچا: اے آدم! محمد سب پیغمبروں سے پچھلا پیغمبر ہے اولاد تیری میں سے اگر وہ نہ ہوتا تجھ کو پیدا نہ کرتا۔

تفسیر ضیاء القرآن جلد اول بحوالہ تفسیر فتح العزیز...... حضرت شاہ عبدالعزیز

7- آدم و حوا زمین پر

آدمؑ کو سراندیپ میں اور حوا کو جدہ میں اتارا گیا۔ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کو تلاش کرتے رہے۔ جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو مقام عرفات پر دونوں کی ملاقات ہوگئی۔ اس کو عرفات اس لئے کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک دوسرے کو پہچانا تھا۔ عرفات مکہ مکرمہ سے کم و بیش آٹھ دس کوس کے فاصلہ پر ایک میدان ہے۔ نو ذوالحجہ کو حجاج دن بھر اس میدان میں قیام کرتے ہیں۔ اس قیام کو وقوف عرفہ کا نام دیا جاتا ہے اور یہ حج کا بڑا رکن ہے۔ اس میدان میں خطبہ ہوتا ہے۔ یہاں جو مسجد ہے اس کا نام مسجد نمرہ ہے۔ اس میدان کے ایک طرف ایک پہاڑ ہے جس کا نام جبل رحمت ہے۔ اس پہاڑ پر ایک اونچا مینار بنا ہوا ہے۔

آدم و حوا اب زمین پر ہی رہنے لگے۔ ان کی نسل چلی ابلیس کو بھی زمین پر اتار دیا گیا۔ ابلیس نے اولاد آدمؑ کے ساتھ کیا کیا فریب کاریاں کیں انکا تذکرہ اگلے باب میں کیا جائے گا۔

باب چہارم

ابلیس کی فریب کاریاں

1- عزازیل کی سوانح

عزازیل نامی ایک جن نہایت عبادت گذار اور بلند پایہ عالم تھا۔ وہ اپنے علم اور زہد و تقویٰ کی بنیاد پر فرشتوں میں بے حد مقبول ہوا اور ہر وقت ان کے ساتھ گھلا ملا رہنے لگا۔ اسکے بارے میں مشہور ہے کہ ہزار ہا سال تک عبادت کی اور زمین کے چپے چپے پر سجدے کیئے۔ اپنے مادۂ تخلیق نار کی وجہ سے چونکہ اس کے خمیر میں سرکشی اور بغاوت تھی اس لئے کثرت عبادت نے بھی اس کے قلب ونظر کوئی خاص انقلاب برپا نہ کیا۔ وہ اپنے علم کو ذاتی تفاخر کا ذریعہ سمجھنے لگا اور عبادت پر نازاں رہنے لگا۔ پھر اس کی فطرت میں جاہ پسندی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ اپنے آپ کو بڑے مراتب کا اہل اور حق دار سمجھنے لگا۔

اسکی فریب کاریوں کے تذکرہ سے قبل ایک محقق[1] کے حوالہ سے اس کی سوانح کے چند اوراق ملاحظہ فرمایئے:

اس کی سوانح کا آغاز جنوں کی تخلیق سے کیا جاتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: ''میں نے جنوں کو نار سموم سے پیدا کیا''

آگ کا جو شعلہ بھڑکتا ہے اس کے کئی حصے اور کئی رنگ ہوتے ہیں جو حصہ سخت گرم ہوتا ہے اور اس میں دھوئیں کی آمیزش نہیں ہوتی اسے ''نار سموم'' فرمایا گیا ہے۔ جنات کے جدِ اعلیٰ جاآن کو نار سموم سے پیدا کیا گیا۔ ملائکہ کی تخلیق چونکہ نور سے تھی اس لئے ان کی فطرت میں بغاوت اور سرکشی نہیں تھی' اس لئے وہ تو عبادت اور ریاضت اور اللہ کی تسبیح میں مشغول ہو گئے اور ہر قسم کے جرم و خطا سے محفوظ رہے

1- جنات کی تخلیق کا بنیادی مادہ چونکہ نار سموم تھا اس لئے وہ معصیت' نافرمانی

1۔ آدم سے پہلے آدم کے بعد............ اے کے پاٹولی

اور سرکشی کا مظاہرہ کرنے لگے۔ البتہ ان میں سے جو سچے دل سے انبیاء کی تعلیمات پر ایمان لاتے رہے وہ بغاوت اور سرکشی سے محفوظ رہے۔ قرآن مقدس اس بات پر شاہد ہے کہ جنات ہمارے آقا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور تعلیم کی خاطر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر بھی ہوا کرتے تھے۔

جناب کے جد امجد کا نام سوما تھا اور لقب جان تھا' اس کی اولاد میں سے طارنوس نامی ایک جن بہت مشہور ہوا۔ اس کی اولاد میں بہت اضافہ ہوا۔ انہیں شریعت کا پابند ٹھہرایا گیا اور وہ احکامات خداوندی کی پابندی کرنے لگے اور ان کی زندگی امن وسکون سے بسر ہونے لگی۔ کچھ مدت گذرنے کے بعد ان میں سے اکثر گمراہ ہو گئے اور اللہ نے انہیں طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کر دیا۔ جو صراط مستقیم پر قائم رہے ان پر حلیا بنیں کو سردار مقرر کر دیا گیا۔ یہ جماعت بھی بالآخر نافرمانی پر اتر آئی۔ ان میں سے صراط مستقیم پر قائم رہنے والوں پر بلہقات کو حاکم مقرر کر دیا گیا۔ اس کے بعد باری باری میں یاموس اور پھر خبیث سردار مقرر ہوئے۔ خبیث کی بیوی کا نام عیث تھا اور عزازیل ان کا بیٹا تھا۔ عزازیل نے گمراہی اختیار کرنے والے جنات کے خلاف ملائکہ کی فوج سے تعاون کیا۔ وہ بظاہر نیکو کار اور عبادت گذار بھی تھا۔ عزازیل کو آسمانوں پر جانے کی اجازت مل گئی۔ آسمانوں پر جا کر بھی اس نے بہت عبادت کی اور بھرپور توجہ سے علم حاصل کرتا رہا۔ عابد تو پہلے مشہور تھا اب عالم بھی بن گیا۔ اسے ملائکہ کا استاد مقرر کر کے بڑے اعزاز سے سرفراز کیا گیا۔ اس کیلئے ایک نورانی تخت بچھایا جاتا جس پر بیٹھ کر وہ ملائکہ کو درس دیا کرتا تھا۔ پہلے آسمان پر عبادت کر کے زاہد مشہور ہوا' دوسرے آسمان پر عابد نام پایا' تیسرے آسمان پر عارف' چوتھے پر ولی' پانچویں پر تقی' چھٹے پر خازن اور ساتویں پر عزازیل نام پایا۔

جوں جوں عزازیل کے مراتب میں اضافہ ہوتا گیا اسکے دل میں تکبر پیدا ہوتا گیا۔ وہ ان اعلیٰ مراتب کو اپنا حق سمجھنے لگا۔

تکبر کی وادی میں پہلا قدم

ملائکہ کی فوج کے ساتھ جب عزازیل نے جنات کو مار مار کر زمین سے نکال دیا اور وہ جنگلوں، پہاڑوں اور سمندروں میں گھس گئے تو عزازیل کو زمین پر پورا اختیار حاصل ہو گیا۔ اس کا جب جی چاہتا آسمانوں پر چلا جاتا زمین پر اتر آتا۔ اب اس پر نفس کا غلبہ ہونے لگا۔ اس کی فطرت کے سربستہ راز کھلنے لگے، انانیت کا دعویٰ کرنے لگا۔ تکبر کی وادی میں اس کا یہ پہلا قدم تھا۔

تکبر کی وادی میں دوسرا قدم

عزازیل اب بلند مراتب پر فائز تھا، آسمانوں پر ملائکہ کا معلم اور زمین پر حکمران۔ ایک مرتبہ ملائکہ کی نظر لوح محفوظ پر جو پڑی تو وہاں لکھا دیکھا کہ عنقریب اللہ کا ایک مقرب بندہ اپنے فرض سے سبکدوش کر دیا جائے گا، ملائکہ پریشان ہو گئے۔ وہ لرزاں اور ترساں تھے۔ رنج و ملال انکی پیشانیوں سے ظاہر ہو رہا تھا۔ ان میں سے ہر ایک کے دل میں اللہ کا خوف سمایا ہوا تھا اور ہر ایک یہ سوچنے لگا کہ کہیں وہ ہی تو مردود قرار دیا جانے والا نہیں۔ انہوں نے اپنی پریشانی کا اظہار اپنے استاد عزازیل سے جا کر کیا۔ وہ بدبخت سن کر کہنے لگا جو کچھ تم نے آج پڑھا ہے میں وہ کافی وقت پہلے پڑھ چکا ہوں لیکن میں نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ میرے دل میں تو کوئی خوف پیدا نہیں ہوا کیونکہ تحریر کا میری ذات سے کوئی تعلق نہیں۔ مجھے اپنا مناصب چھن جانے کا کوئی خطرہ نہیں کیونکہ میں اپنے فرائض خوب اچھی طرح انجام دے رہا ہوں۔ غرور کی چنگاری ایک مرتبہ پھر عزازیل کے دل میں بھڑکی وہ بدنصیب سمجھنے لگا تھا کہ جو مناصب اسے ملے ہوئے ہیں وہ پوری طرح ان کا اہل اور حق دار ہے پھر وہ اس سے کیوں چھین لئے جائیں گے۔ ملائکہ نے تجویز پیش کی کہ ہمیں بارگاہ خداوندی میں دعا کرنی چاہیے کہ وہ ہمیں اس مصیبت اور آزمائش سے محفوظ رکھے۔ بدبخت نے دعا مانگی تو صرف ملائکہ

کیلئے اپنے لئے نہیں کیونکہ وہ پوری طرح مطمئن تھا کہ اس کے مناصب اس سے کبھی نہیں چھینے جائیں گے۔ اگر اس وقت خلوص نیت سے اپنے لئے بھی دعا مانگ لیتا تو شائد برے انجام سے بچ جاتا' لیکن غرور اور تکبر نے اسے ایسا نہ کرنے دیا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ راندۂ درگاہ قرار دیا گیا اور ہمیشہ کیلئے اسکی گردن میں لعنت کا طوق ڈال دیا گیا۔

یہ تکبر کی وادی میں اس کا دوسرا قدم تھا۔

عزازیل نے جب لوح محفوظ پر لکھا ہوا پڑھا تھا کہ اللہ ایک بندے کو عزت و سرفرازی عطا فرمائے گا۔ اسے دنیا سے آسمان پر بلا کر اس پر انعام و اکرام کی بارش برسائے گا۔ اسے جنت کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا۔ لیکن وہ فرمان خداوندی کو ماننے سے انکار کر دے گا۔ یہ الفاظ پڑھ کر اس بدنصیب نے اپنے حالات پر غور نہ کیا۔ یہ نہ سوچا کہ مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے کہیں میں ہی تو وہ شخص نہیں ہوں جس پر یہ مصیبت نازل ہونے والی ہے۔ اگر یہ سوچ کر سچے دل سے توبہ کرتا اور دل میں پختہ عزم کر لیتا کہ میں ہرگز نافرمانی نہیں کروں گا تو کریم ذات باری تعالیٰ اس پر کرم کرتی۔ اس نے کیا تو یہ کیا کہ اس شخص (خود اپنی ذات) پر مدتوں لعنت بھیجتا رہا۔ تیرہ باطن نے اپنی حرکات کا جائزہ نہ لیا۔ اپنے دل میں بسے ہوئے غرور و تکبر پر اس کی نظر نہ گئی۔

تکبر کی وادی میں تیسرا قدم

ایک روز عزازیل نے لوح محفوظ پر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم لکھا ہوا دیکھا۔ اللہ تعالیٰ سے رجوع کر کے پوچھنے لگا اے اللہ! یہ شیطان الرجیم کون ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہمارا ایک بندہ ہے جس پر ہم نے ان گنت احسان فرمائے ہیں اور نعمتوں سے نوازا ہے لیکن وہ ان نعمتوں کا کفران کرے گا اور ذلیل و خوار کیا جائے گا''۔

عزازیل کو بجائے یہ پوچھنے کے کہ وہ کون ہے۔ پوچھنا یہ چاہیے تھا کہ

"اے اللہ! کہیں میں تو وہ بدبخت نہیں ہوں کیونکہ میرے اوپر بھی تو نے بے پناہ احسانات و انعامات فرمائے ہیں"

اپنی ذات کو ہر طرح کی گرفت اور مواخذہ سے بالاتر سمجھتے ہوئے یہ پوچھتا رہا کہ وہ بندہ کون ہے؟

حد یہ کہ کہنے لگا:

"اے اللہ! میں اس بندے کو دیکھنا چاہتا ہوں"

فرمایا: "تو اسے دیکھ لے گا"

عزازیل اگر خالق کائنات سے یہ پوچھ لیتا کہ:

اے خالق! "کہیں میں تو وہ بدنصیب نہیں ہوں؟"

اور اللہ تبارک وتعالیٰ فرما دیتے:

ہاں! "تو ہی ہے" تو توبہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ یہ تکبر کی وادی میں اس کا تیسرا قدم تھا۔

"تکبر کی آخری حد"

عزازیل اس زعم باطل میں مبتلا ہو چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے زمین پر اپنا نائب اور زمین والوں پر حکمراں مقرر کرنے والے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو اس منصب جلیلہ کا اہل اور حق دار قرار دیتا تھا۔ ایک دفعہ آسمان سے زمین پر اترا تو دل کی بات زبان پر آ گئی۔ کہنے لگا میں زمین پر حکمران بن جاؤں گا اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے یہاں رہوں گا۔ بدبخت نے یہ خیال نہ کیا کہ ہمیشہ رہنے والی تو ایک اور صرف ایک اللہ کی ذات ہے باقی سب کیلئے تو فناہ ہے۔

عزازیل اپنے نشۂ اقتدار اور تکبر میں مست تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا۔

[1] "میں زمین پر اپنا نائب بنانے والا ہوں"

---

[1] سورۂ بقرہ، ۳۰

یوں اس کے زعم باطل پر ایک زبردست ضرب پڑی اور اقتدار کا نشہ ٹوٹ گیا۔ اس اعلان سے اس کا صبر و سکون چھن گیا۔ بادشاہت کے خواب چکنا چور ہو گئے۔ وہ سمجھنے لگا کہ وہ بازی ہار رہا ہے اور زمین پر اقتدار یقیناً اسی خلیفہ کو منتقل کیا جائے گا جس کی تخلیق کا اعلان کیا گیا ہے۔ جب ملائکہ نے اس خدشہ کا اظہار کیا کہ آدمؑ کی تخلیق سے زمین پر قتل و غارت گری کا سلسلہ شروع ہو جائے گا تو عزازیل ان کا ہمنوا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ خیال اسی نے ملائکہ کو سمجھایا ہو۔ ملائکہ کی نیت تو بالکل صاف تھی البتہ عزازیل نہیں چاہتا تھا کہ آدمؑ کی تخلیق ہو اور یوں اس کے حکومت و اقتدار کے خواب چکنا چور ہو کر رہ جائیں۔ جب خالق کائنات نے فرما دیا کہ تم ربوبیت کے اسرار و رموز کو نہیں سمجھ سکتے تو ملائکہ نے سرخم کر دیئے اور عبادت میں مصروف ہو گئے لیکن عزازیل کو کسی کروٹ سکون نہیں تھا۔

جب حضرت آدمؑ کا جسد خاکی تیاری کے مراحل میں سے گذر رہا تھا' عزازیل اکثر وہاں چلا جاتا اور انتہائی غصے اور نفرت سے پکار اٹھتا کہ اگر تمہیں میرے اوپر فوقیت دی گئی تو میں ہرگز اسے قبول نہیں کروں گا۔

ایک روز عزازیل اس جسدِ خاکی کے قریب چلا گیا اور ازراہِ انگلی سے بجا کر دیکھا تو اس میں سے یہ آواز آئی کہ یہ ایک ایسا کوزہ ہے جو مجاہدہ کی بھٹی میں پک کر اس طرح تیار ہو گیا ہے کہ جیسے بجنے والی ٹھیکری۔ یہ آواز سن کر عزازیل پریشان ہو گیا۔ پھر خود ہی کہنے لگا فکر کی کوئی بات نہیں یہ اندر سے کھوکھلا ہے۔ اندر سے خالی ہونا اس کیلئے نقصان کا باعث ہوگا۔ پھر کچھ خیال آیا تو کہنے لگا میں ذرا اس کے اندر جا کر اس کا جائزہ لوں۔ پس وہ آدم کے جسم میں داخل ہو گیا اور ہر طرف بھاگتا پھرا۔ جب وہ قلب انسانی کی طرف متوجہ ہوا تو حیران رہ گیا۔ قلب انسانی کو کون و مکان کی آرائشوں سے مزین پایا۔ جب وہ باہر نکلا تو بے حد پریشان تھا۔

سجدہ سے انکار

حضرت آدمؑ کا جسم جب تمام تخلیقی مراحل سے گذر کر تیار ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے اس میں روح پھونک دی۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ:

روح کیا ہے؟

اس سوال کے جواب میں کسی قسم کی فلسفیانہ موشگافیوں سے کام لینا مومن کے شایان شان نہیں۔ جواب قرآن مقدس میں موجود ہے کہ:

''روح اللہ کا امر ہے!''

اس جواب کو سچے دل سے قبول کرنا مومن کیلئے ضروری ہے۔

جس کھوکھلے پتلے کو عزازیل نے ناکارہ قرار دیا تھا جب اس میں روح پھونکی گئی تو پہلے الفاظ جو حضرت آدمؑ کی زبان سے نکلے وہ تھے ''الحمد للہ'' جنہیں سنتے ہی عزازیل کی کمر ٹوٹ گئی۔ ہزاروں سال کی عبادت اور زہد و تقویٰ سے عزازیل جو مقام حاصل نہ کرسکا وہ حضرت آدمؑ نے پہلی سانس کیساتھ ہی حاصل کرلیا۔ عزازیل کا دعویٰ تو یہ تھا کہ آدم شور و غل اور فتنہ و فساد برپا کرے گا اور سرکشی کا ارتکاب کرے گا لیکن آدمؑ نے تو کمال نیاز مندی سے اپنی زندگی کا آغاز کیا تھا۔ اس نے ابتداء اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے کی تھی۔ جب حضرت آدمؑ بشری لباس میں چلتے پھرتے زندہ سلامت سامنے آگئے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ملائکہ کو آدمؑ کے سامنے سجدۂ تعظیم بجالانے کا حکم دیا۔ جسے سن کر تمام ملائکہ آدمؑ کے سامنے جھک گئے لیکن عزازیل نے انکار کردیا۔ انکار کی وجہ حسد اور بغض تھی۔ عزازیل اپنے طور پر زمین کا حکمران بنا بیٹھا تھا۔ جب حضرت آدمؑ کی تخلیق اور خلافت کا اعلان ہوا تو اسکے دل میں نفرتوں کی چنگاریاں سلگنے لگیں اور جب آدمؑ کے سامنے سجدہ بجالانے کا حکم دیا گیا تو یہ چنگاریاں بھڑکتے ہوئے شعلوں میں تبدیل ہوگئیں اور بجائے سجدہ بجالانے کے منہ پھیر کر

کھڑا ہوگیا۔ اس موقع پر ایک شاعر نے اپنے اشعار میں اس کے جذبات کی خوب تصویر کھینچی ہے۔ فرماتے ہیں:

تیرے اس حکم کی تکمیل حاشا کر نہیں سکتا
یہ گستاخی کسی پر یوں تماشا کر نہیں سکتا

خس و خاشاک کے روکے ہوئے طوفان رک جائے
یہ بے مایہ سی مٹی اور خدا کا نور جھلک جائے

جواب طلبی

کتنی کریم ہے ذات خالق کائنات کی!

عزازیل کے سجدہ سے انکار پر اس کی گرفت نہیں فرمائی' اسے سوچنے سمجھنے اور وضاحت کا موقعہ دیا۔ قرآنِ مقدس میں متعدد مقامات پر اس کا تذکرہ موجود ہے۔ تین مقامات سے مکالمہ پیش کیا جا رہا ہے: ارشاد گرامی ہے!

فرمایا:[1] (اللہ تعالیٰ نے): "تجھ کو کیا مانع تھا کہ سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا؟ کہا: (ابلیس): "میں اس سے بہتر ہوں۔ مجھے تو نے آگ سے بنایا ہے اور اسے خاک سے"

فرمایا: (اللہ تعالیٰ): تو اتر یہاں سے "تجھے حق نہیں کہ تکبر کرے یہاں سو نکل تو ذلیل ہو کر"

کہا: (ابلیس نے): "مجھ کو فرصت دے جس روز لوگ جی اٹھیں!"

فرمایا: (اللہ تعالیٰ نے: "تجھ کو رخصت ہے"

کہا: (ابلیس نے) "تو جیسا تو نے مجھے بدراہ کیا ہے میں تیری سیدھی راہ پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا۔ پھر ان پر آگے سے پیچھے سے دائیں سے اور بائیں سے آؤں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گذار نہ پائے گا۔"

فرمایا: (اللہ تعالیٰ نے) نکل یہاں سے ذلیل راندہ ہوا۔ جس کسی نے تیری پیروی کی

۱۔ سورۃ اعراف ۱۲ تا ۱۸

ان میں سے تو یقیناً میں تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

......مکالمہ......

فرمایا (اللہ تعالیٰ نے): "اے ابلیس[1]! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنیوالوں کے ساتھ نہ ہوا؟"

کہا (ابلیس نے): "میں ایسا نہ تھا کہ ایک ایسے بشر کو سجدہ کرتا کہ جس کو تو نے خشک مٹی خمیر دی ہوئی سے بنایا"

فرمایا (اللہ تعالیٰ نے): "یہاں سے دور ہو بیشک تو پھٹکارا گیا ہے اور بیشک تجھ پر قیامت تک لعنت ہے"

کہا (ابلیس نے): "اے رب! مجھے مہلت دے اس دن تک کہ مردے جی اٹھیں"

فرمایا: (اللہ تعالیٰ نے): "البتہ تجھے مہلت ہے وقت معلوم کے دن تک (قیامت)

کہا (ابلیس نے): "تو نے مجھے (انسان کیلئے) خراب تو کیا ہے۔ میں بھی انکو زمین پر رجھاؤں گا اور گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔ مگر ان میں سے تیرے خالص بندے (بچے رہیں گے)

فرمایا (اللہ تعالیٰ نے): "یہی اطاعت کی راہ ہم تک سیدھی پہنچی ہے۔ ہمارے بندوں پر تیرا کچھ بس نہیں چلے گا سوا ان لوگوں کے جو گمراہ ہونگے اور تیرا ساتھ دیں گے اور جہنم ان سب کا ٹھکانہ ہے"

ایک اور مقام پر ارشاد گرامی ہے

......مکالمہ......

فرمایا[2] (اللہ تعالیٰ نے): "اے ابلیس تجھ کو کس نے منع کیا اس کے سجدہ کرنے سے کہ جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا؟

۱۔ سورۂ حجر ۳۲ تا ۴۴ ۲۔ سورۂ ص ۷۵ تا ۸۵

کیا تو نے غرور کیا؟

کیا تو بلند مرتبہ ہوا؟"

کہا (ابلیس نے): "میں اس سے بہتر ہوں۔ مجھے تو نے آگ سے بنایا اور اس کو مٹی سے بنایا"

فرمایا (اللہ تعالیٰ نے): "پھر تو یہاں سے نکل جا کیونکہ تو راندہ گیا اور تجھ پر میری لعنت ہے روز جزا تک"

کہا (ابلیس نے): "اے رب! پھر مجھے مہلت دے مردوں کے زندہ ہونے کے دن تک"

فرمایا (اللہ تعالیٰ نے): "پس تجھ کو مہلت ہے وقت معین کے دن تک"

کہا (ابلیس نے): "تیری عزت کی قسم میں ان سب کو گمراہ کردوں گا مگر ان میں سے تیرے خالص بندے۔ (بچے رہیں گے)

فرمایا (اللہ تعالیٰ نے): "حق بات یہ ہے اور میں حق بات ہی کیا کرتا ہوں کہ میں تجھ سے اور ان میں سے جو تیرے تابع ہوئے ہوں گے جہنم بھر دوں گا سب سے"

"ضروری وضاحتیں"

1- اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابلیس کا مواخذہ کرتے ہوئے پوچھا کہ اس نے آدمؑ کو سجدہ کیوں نہ کیا حالانکہ آدمؑ کو میں نے اپنے ہاتھوں سے تخلیق کیا اور اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ ایک مکالمہ میں خود ہی دو وجوہات کی نشاندہی بھی فرمادی۔

کیا تو نے غرور کی بنا پر سجدہ نہیں کیا؟

کیا تو نے اپنے آپ کو اتنا بلند مرتبہ سمجھ لیا کہ سجدہ کرنے سے گریز کیا؟

2- اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوال کے جواب میں عزازیل نے غرور و تکبر کی راہ اختیار کی اور نسلی تفاخر کا مظاہرہ کیا۔

3-انکار کے بعد تکبر کی راہ اختیار کرنے پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے ملعون اور راندۂ درگاہ قرار دے دیا۔

4-لعنتی قرار دیئے جانے پر بھی بدنصیب نے بجائے پچھتانے کے اور زیادہ بغاوت کا مظاہرہ کیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ پر الزام تراشی کرتے ہوئے کہنے لگا ''تو نے مجھے بدراہ کیا ہے'' (نعوذباللہ) چاہیے تو یہ تھا کہ اپنے انکار پر شرمندہ ہوتا وہ تو الٹا اپنی نسلی برتری کے دعوے کرنے لگا اور اپنی ذلت و رسوائی کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ کو قرار دینے لگا۔ علامہ اقبال نے اسکا عذر اور اس کے عذر کا جواب پیش کیا ہے۔

عذر

اے خدائے کن فکاں مجھ کو نہ تھا آدم سے بیر
آہ وہ زندانی نزدیک و دور و دیر و زود
حرف استکبار تیرے سامنے ممکن نہ تھا
ہاں مگر تیری مشیت میں نہ میرا سجود

تردید

پستیِ فطرت نے سکھلائی ہے یہ حجت اسے
کہتا ہے تیرے مشیت میں نہ تھا میرا سجود
دے رہا ہے اپنی آزادی کو مجبوری کا نام
ظالم اپنے شعلۂ سوزاں کو خود کہتا ہے دُود

5-ملعون و مردود قرار دیئے جانے کے بعد عزازیل نے آدمؑ اور اولاد آدمؑ کو گمراہ کرنے اور بدلہ لینے کیلئے اللہ تعالیٰ سے مراعات طلب کرلیں۔ ان میں سے سب سے پہلی رعائت مردوں کے جی اٹھنے تک زندگی تھی۔ اس مطالبہ میں مکار کی فریب کاری کا اندازہ لگایئے وہ چاہتا تھا کہ اس پر موت وارد نہ ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان موجود تھا کہ اسکی ذات

مقدسہ کے علاوہ سب نے فنا کے گھاٹ اترنا ہے۔ ابلیس کے اس مطالبہ کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اسے ''وقت معین کے دن'' تک مہلت دی۔ اس طرح اسکا مکروفن اور فریب کاری دھری کی دھری رہ گئی۔

6- جب مہلت اور اسکے ساتھ دوسری مراعات مل گئیں تو اعلان کردیا کہ میں ان سب کو گمراہ کردوں گا۔

7- اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسکے دعویٰ اور اعلان کے جواب میں فرمادیا کہ میری واضح ہدایات اور انبیاء کی تعلیمات کے باوجود جو لوگ تیری پیروی کریں گے ان کو تیرے ساتھ ہی جہنم میں جھونک دوں گا۔

8- یہاں ایک بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ابلیس نے اس بات کا اقرار کیا کہ اللہ کے خالص اور سچے بندوں پر اس کا کوئی دعویٰ اور زور نہیں چلے گا۔

مٹی کی خصوصیات

ان مکالموں سے واضح ہوتا ہے کہ ابلیس نے نسلی تفاخر کی بنا پر آدمؑ کی تعظیم کرنے سے انکار کیا تھا اور آدمؑ کے مادۂ تخلیق مٹی کو حقارت کی نظر سے دیکھا تھا لیکن ظالم یہ بات بھول گیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مٹی میں بھی عظیم خصوصیات رکھی ہیں۔

شان تحمل۔ مستقل مزاجی اور بردباری مٹی کی خصوصیات میں شامل ہیں۔ اس بدبخت نے مادۂ تخلیق پر تو نظر رکھی لیکن خالق کو بھول گیا جس نے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس محسن اعلیٰ کو جس نے اس کو اتنے بلند مراتب پر فائز کیا تھا۔ اس حقیقت پر بھی توجہ نہ دی کہ خالق نے آدمؑ کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا تھا۔ وہ بدنصیب صنعت پر زبان طعن دراز کرنے لگا صانع کی عظمتوں اور احسانات کو نظر انداز کردیا۔

مولانا روم نے مثنوی میں اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے:

گفت: ناراز خاک بیشک بہتر است — من زنار وا وز خاک اکدر است
پس خیال فرع براصلش کنم — اوز ظلمت من زنور روشنم
گفت حق نے بلکہ لاانساب شد — زہد و تقویٰ فضل را محراب شد
پورا آں بوجہل شد مومن عیاں — پورآں نوح نبی از گمرہاں
زادۂ خاکی منور شہ چو ماہ — زادۂ آتش توئی اور روسیاہ

1-ابلیس نے کہا: یہ بات شک وشبہ سے بالا ہے کہ خاک سے نار بہتر ہے۔ آدم گھٹیا خاک کا بنا ہوا ہے اور میری تخلیق آگ سے ہے۔

2- کسی چیز کا دارو مدار اس کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ وہ تاریکی کی پیداوار ہے اور میں روشنی کی پیداوار ہوں۔

3-اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ہرگز! بڑائی کا دارومدار نسلی برتری پر نہیں(مادۂ آفرنیش پر نہیں) بلکہ زہد وتقویٰ پر ہے۔

4-مردود ازلی ابوجہل کا بیٹا(حضرت عکرمہؓ) اپنے زہد وتقویٰ کی بنا پر ایمان کی دولت سے مالا مال ہوگیا اور نوحؑ نبی کا بیٹا اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے گمراہوں میں شامل ہوگیا(ابوجہل کے بیٹے کو اپنے باپ کا کفر وعصیاں کوئی نقصان نہ پہنچا سکا اور حضرت نوحؑ کے بیٹے کو اپنے باپ کی نبوت اور عظمت انجام بد سے نہ بچا سکی)

5-خاک کا بنا ہوا(آدمؑ) چاند کی طرح روشن ہوگیا۔(اے ابلیس) تو آگ سے پیدا ہوکر روسیاہ ہوگیا۔

عزازیل ابلیس بن گیا

پہلے اس کا نام عزازیل تھا اب ابلیس ہوگیا کیونکہ اس نے خباثت اور سرکشی کا مظاہرہ کیا۔ ابلیس بلس سے مشتق ہے۔ اس کے معنی مکار اور مایوس و ناامید کے ہیں۔ قرآن

مقدس میں یہ نام متعدد بار آیا ہے اور یہ نام اس بدبخت کیلئے بے حد موزوں بھی ہے کیونکہ اس کی مکاری اور فریب کاری میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ جہاں تک مایوس اور ناامید کا تعلق ہے یہ نام بھی اس کیلئے بے حد مناسب ہے۔ اسکی مایوسیوں کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک وہ وقت تھا کہ اسے خداوند تعالیٰ کا قرب حاصل تھا۔ فرشتوں کا معلم تھا۔ جنت کی نعمتوں سے مالا مال تھا۔ عابد اور زاہد جیسے عمدہ القاب سے پکارا جاتا تھا۔ ایک یہ وقت کہ راندۂ درگاہ ہوا۔ قیامت تک لعنت کا طوق اسکے گلے میں ڈال دیا گیا اور اسکے بعد جہنم کے بدترین عذابوں کا مستحق قرار پایا۔

عزازیل کیلئے قرآن مقدس میں ابلیس کے علاوہ شیطان کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔ یہ لفظ ''شطن [1]'' مشتق سمجھا جائے تو اس کے معنی ہونگے ''دور از اصلاح وخیر'' اور اگر اسکا مادہ شاط تصور کیا جائے تو اسکے معنی ''باطل'' کے ہونگے۔ دونوں معانی اس کیلئے موزوں اور مناسب نہیں کیونکہ وہ خیر واصلاح سے دور بھی ہے اور بدکار وباطل بھی۔

سجدہ نہ کرنے اور غرور وتکبر کا مظاہرہ کرنے کی وجہ سے اس کے تمام اعزازات چھن گئے اسکی شکل مسخ کر دی گئی۔ ملائکہ نے جب سجدہ سے سر اٹھایا اور ابلیس کی مسخ شدہ شکل دیکھی تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے لرز اٹھے اور دوبارہ سجدے میں گر گئے۔ پہلا سجدہ آدمؑ کو کیا تھا' وہ تعظیمی تھا۔ دوسرا سجدہ اللہ تعالیٰ کو کیا تھا یہ سجدۂ عبودیت کا تھا۔ اس سجدہ میں دو جذبات کارفرما تھے خوف اور تشکر۔ ملائکہ نے خالق کائنات کے حضور ہدیۂ تشکر کے طور پر سجدہ کرنا ضروری سمجھا جس نے انہیں حکم کی تعمیل کی توفیق عطا فرمائی اس طرح وہ گرفت اور مواخذہ سے بچ گئے ورنہ ان کا حشر بھی عزازیل کی طرح ہوتا۔

ملائکہ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو ابلیس منہ موڑے کھڑا تھا۔ آدمؑ کی طرف اس کی پشت تھی' شکل مسخ ہو چکی' جنتی لباس' کرامت اور اعزاز چھین لیا گیا تھا۔ اسے مقام قرب سے

۱۔ تفسیر حقانی جلد اول صفحہ ۱۳۱

محروم کر کے جنت سے نکال دیا گیا۔ اس پر سب سے پہلے حضرت جبرئیل نے لعنت بھیجی پھر باری باری اللہ کے مقرب ملائکہ نے اور پھر تمام ملائکہ نے۔ ساتوں آسمانوں کے ملائکہ نے اسے لعنت کے پتھروں سے خوب سنگسار کیا۔ اب اسے زمین پر پھینک دیا گیا۔ بدبخت سمندر میں گرا۔ جب باہر نکلا تو اسکا چہرہ سیاہ تھا۔

''آدم وحوا جنت میں''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم وحوا کو جنت میں بسا دیا اور جنت کی نعمتیں ان پر مباح کر دیں۔ البتہ ایک درخت کا پھل کھانے سے ان کو منع کر دیا گیا[1]۔ ان کو جنتی لباس پہنا دیئے گئے اور وہ جنت میں عیش و مسرت کی زندگی بسر کرنے لگے۔ بھلا ابلیس یہ کس طرح برداشت کرسکتا تھا کہ اسکے دشمن تو جنت کی نعمتوں کے مزے لوٹیں اور وہ خود دنیا کے خارزاروں میں ذلیل وخوار ہوتا پھرے۔ اس نے آدمؑ سے بدلہ لینے کا فیصلہ کرلیا۔

ابلیس کا پہلا شکار

بعض اہل کتاب اور معتزلہ کہتے ہیں کہ جس جنت میں حضرت آدمؑ اور حوا کو رکھا گیا وہ بہشت نہ تھی بلکہ زمین پر کوئی باغ تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ باغ عدن میں تھا لیکن یہ خیال درست نہیں مفسرین کرام اور علماء حق نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ حضرت آدمؑ کو جنت میں ہی رکھا گیا تھا۔ مشہور مفسر اور محدث حضرت علامہ عبدالحق حقانی یوں فرماتے ہیں[2]۔

'' حضرت آدمؑ کو عالم قدس میں لے جا کر چند روز کیلئے اس لئے رکھا گیا کہ زمین کی خلافت میں ایسا مدہوش نہ ہو جائے کہ ادھر کا خیال ہی نہ آئے اور مرکز اصلی کو بھول جائے بلکہ اس عالم میں اس عالم کے شوق میں ہردم ماہی بے آب کی طرح تڑپتا رہے اور وہ اور اس کی ذریت اس عالم کے خیال میں ہر طرح کی نیکی کو عمل میں لا دیں۔ دنیا اور اس کے مال و زر کی کچھ وقعت ان کی آنکھوں میں نہ رہے۔ اپنے آپ کو مسافر جانیں کیونکہ اگر یہ

۱۔ سورۂ بقرہ ۳۵ ۲۔ تفسیر حقانی

مضمون پیش نظر نہیں تو پھر صدہا فساد اور خون ریزیاں زمیں پر ہوتی ہیں اور خلافت کا نتیجہ حاصل نہیں ہوتا"

ابلیس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان پر کلی اختیار ہرگز نہیں دیا اسے یہ اختیار دیا ہے کہ انسان کے دل میں وسوسے پیدا کرے۔ فریب کاری کر کے غلط چیزوں کو درست اور برے اعمال کو اچھے ثابت کرے ابلیس کو علم تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم وحوا کو جنت میں بساتے وقت ایک خاص درخت کے پھل کے استعمال سے منع فرمایا تھا۔ اس نے آدمؑ کو ورغلانے کیلئے اس مسئلہ کو بنیاد بنانے کا فیصلہ کیا۔

چنانچہ بقول تورات ابلیس جنت میں داخل ہوگیا اور حضرت آدمؑ وحوا کو اس ممنوعہ درخت کا پھل کھانے پر آمادہ کر لیا۔ کہا جاتا ہے کہ ابلیس سانپ کے منہ میں بیٹھ کر جنت میں داخل ہوگیا تھا۔ اس پر اعتراض کیا جاتا ہے اور وہ خاصہ وزنی ہے کہ ابلیس کو تو جنت سے نکال دیا گیا تھا اور زمین پر پھینک دیا گیا تھا پھر اس کا جنت میں داخل ہوجانا قرین قیاس نہیں۔ اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اسے جنت سے نکال کر اعلیٰ مراتب اور مناصب سے محروم کیا گیا تھا' اسے جنت میں رہنے کے شرف سے محروم کر دیا گیا تھا۔ جنت میں تخریب کاری اور وسوسہ ڈالنے کیلئے جانا دوسری صورت ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ کسی غیر کے گھر میں داخل ہونا قطعی ممنوع ہے لیکن چور تو داخل ہو جاتے ہیں۔

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ ابلیس جنت میں داخل نہیں ہوا تھا بلکہ باہر سے ہی اس نے دونوں میاں بیوی کے دلوں میں وسوسہ ڈال دیا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابلیس نے زمین سے ہی وسوسہ اندازی کر دی تھی۔

ابلیس نے وسوسہ کیا ڈالا تھا؟ ارشاد خداوندی ہے[1] کہ اس نے ان کو یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ اس درخت کا پھل کھانے سے تم ملائکہ بن جاؤ گے پھر یہ بھی کہا کہ ہمیشہ

ا۔ سورۂ اعراف ۲۰'

ہمیشہ کیلئے جنت میں رہنے کی اجازت مل جائے گی۔ حضرت آدمؑ اسکی بات ماننے کیلئے تیار نہیں تھے لیکن جب اس نے اللہ کی قسمیں کھا کھا کر ان کو یقین دلانے کی کوشش کی تو وہ مان گئے یہ بھی کہا کہ اس درخت کا پھل کھانے سے تمہیں دائمی زندگی مل جائے گی۔

جب حضرت آدمؑ وحوا نے اس پیڑ کا پھل کھا لیا تو ان کے جنتی لباس اتر گئے اور وہ برہنہ ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ اس سے قبل انہوں نے ایک دوسرے کی شرمگاہیں نہ دیکھی تھیں بلکہ خود اپنا بھی ستر نہ دیکھا تھا۔ لباس تن سے جدا ہوئے تو پریشان ہو گئے اور لگے جنت کے درختوں کے پتوں سے اپنا ستر ڈھانپنے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

کیا میں نے تمہیں اس پیڑ کے قریب جانے سے منع نہیں کیا تھا اور یہ نہیں بتا دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟

اب ان کی پریشانی کی کوئی حد نہ رہی۔ سمجھ گئے کہ دشمن چال چل گیا۔ ان کے سامنے ابلیس کا راستہ موجود تھا جس نے حکم نہ مان کر نافرمانی کی تھی اور جب اس سے باز پرس کی گئی تو غرور وتکبر کی راہ اختیار کر کے بغاوت پر اتر آیا۔ حضرت آدمؑ نے ابلیس لعین کی روش اختیار نہیں کی بلکہ اپنی لغزش کا اقرار کیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے اسکا رحم اور مغفرت طلب کی اور اللہ تعالیٰ کو محسن انسانیت حبیب کبریا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کا واسطہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو معاف فرمادیا لیکن آئندہ کیلئے انکے زمین میں آباد ہونے کا فیصلہ صادر فرمادیا۔

گناہ یا لغزش

گناہ کی ایک مختصر تعریف یہ ہو سکتی ہے کہ وہ عمل جو خدائے بزرگ و برتر کے حکم کے خلاف ہو اور اس میں ارادہ کا دخل ہو اور نافرمانی کا قصد پایا جائے گناہ کہلاتا ہے۔ اسکے

۲۔ سورۂ اعراف ۲۰ سورۂ اعراف ۲۲

مقابلہ میں اگر کسی سے کوئی فعل سرزد ہو جائے لیکن عزم و ارادہ مفقود ہو یا پھر ارادہ درست اور نیت نیک ہو اور اس عمل کو وہ جائز عمل سمجھتے ہوئے انفرادی یا اجتماعی بہتری کیلئے انجام دے تو وہ گناہ شمار نہیں کیا جائے گا۔ حضرت آدمؑ کے اس واقعہ پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ انکے اس فعل میں نافرمانی کا عزم ہرگز نہیں پایا جاتا اسلئے انکا یہ فعل گناہ نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو گناہوں سے پاک رکھا ہے ان سے گناہوں کا صدور ممکن نہیں۔ نبی اپنی امت کا راہبر اور راہنما ہوتا ہے۔ امت کو اپنے نبی کی مطلق اطاعت کا حکم دیا گیا ہے' اگر نبی گناہ کرے گا تو لازم ہے کہ امت بھی گناہ کرے گی اس طرح رشد و ہدایت کا سارے کا سارا نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر یہ عمل گناہ نہیں تھا تو کیا تھا اس سوال کے جواب میں اگر مفسرین کرام کی آراء پیش کر دی جائیں تو مناسب ہوگا۔

1- ''انبیاء صغیرہ گناہوں سے بھی اسی طرح پاک ہوتے ہیں جسطرح کبیرہ گناہوں سے''

2- ''حضرت آدمؑ کے اس عمل کو لغزش قرار دیا جا سکتا ہے''

3- ''یہ ایسا عمل تھا جس کو جرم سمجھ کر انجام نہیں دیا گیا تھا اس کو سہو قرار دیا جا سکتا ہے''

4- ''اس عمل کو بھول یا چوک قرار دیا جا سکتا ہے''

اھبطوا کا حکم دو مرتبہ

سورۂ بقرہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے دو مرتبہ اھبطوا (نیچے اتر جانے) کا حکم دیا ہے۔ ایک مرتبہ آیت 36 میں اور دوسری مرتبہ آیت 38 میں۔ یہ تکرار نہیں بلکہ دونوں احکام کی غرض و غائت الگ الگ ہے۔ آیت 36 میں جو حکم دیا گیا ہے یہ لغزش سرزد ہونے کے فوراً بعد کا حکم ہے اس میں ناراضگی اور عتاب کا اظہار کیا گیا ہے۔ دوسرا حکم حضرت آدمؑ کی توبہ اور اس کی قبولت کے نتیجہ میں دیا گیا اس میں ناراضگی اور عتاب نہیں ہے بلکہ فریضۂ

خلافت کی انجام دہی کیلئے زمین پر جانے کے احکام ہیں۔ ان احکام کے ساتھ یہ بھی ہدایت کردی کہ زمین پر تم کو آزاد اور خود مختار نہیں چھوڑا جائے گا بلکہ ہماری نگرانی میں رہو گے اور ہماری طرف سے ضروری ہدایات اور احکام حسب ضرورت پہنچتے رہیں گے جن کی تعمیل ضروری ہوگی۔ جو لوگ ان ہدایات کے مطابق اپنی زندگیاں استوار کریں گے انہیں کوئی ڈر اور غم نہیں ہوگا اور جو انکار اور تکذیب کریں گے ان کیلئے سخت گرفت ہوگی۔ وہ عذاب میں گرفتار کرلئے جائیں گے اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

کون سا راستہ؟

اس قصہ میں انسان کے سامنے دونوں راستے موجود ہیں۔ ایک طرف وہ راستہ ہے جو عزازیل نے اختیار کیا اور ابلیس بن گیا' ہمیشہ کیلئے مردود اور لعنتی قرار دے دیا گیا' تمام مراتب سے محروم کر دیا گیا اور تمام اعزازت اس سے چھین لئے گئے۔ ابلیس نے انکار اور تکبر کی راہ اختیار کی۔ نسلی تفاخر کا راستہ اختیار کیا۔ انکار کے بعد رب کریم نے اسے اصطلاح احوال کا موقعہ دیا لیکن بجائے اپنے انکار پر شرمندہ ہونے کے فخر و مباہات کی راہ پر گامزن ہوگیا اور بقول شاعر

تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندان لعنت گرفتار کرد

دوسرا راستہ آدمؑ کا ہے۔ ان سے ایک لغزش سرزد ہوگئی جب انہیں پتہ چلا کہ انہیں دھوکہ دے کر ایسا کرم کرنے پر مجبور کر دیا گیا ہے جو خالق کائنات کی ناراضگی کا باعث ہے تو وہ جھک گئے اور رو کر معافیاں مانگنے لگے۔ معذرت کیلئے مختلف انداز اختیار کئے۔ طرح طرح کے طریقے اپنائے آخر اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت جوش میں آ گئی اور خود آدمؑ کو توبہ کے کلمات سکھا دیئے۔ اور آدمؑ پکار اٹھے۔

"اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اگر تو ہمیں نہ بخشے گا اور رحم نہ کرے گا تو یقیناً ہم نقصان والے ہو جائیں گے"[1]

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کھل گئے۔ خطا معاف کر دی گئی اور خلافت کا منصب عطا کر دیا گیا۔

اے خالق کائنات! اے مالک ارض وسموات!

ہمیں آدمؑ کا راستہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں انکار اور تکبر سے محفوظ رکھ جس نے عزازیل کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ذلیل وخوار کر کے جہنم کا ایندھن بنا دیا۔

شاعر نے دونوں کی روش اور انسان کیلئے صحیح راستہ (توبہ کا) اختیار کرنے کا مشورہ ان اشعار میں دیا ہے۔[2]

آنسو بہائے اتنے کہ بس جرم دھل گیا
در عفو و درگزر کا شریفوں پہ کھل گیا

ابلیس جرم کر کے پھر مغرور ہو گیا
اللہ کی رحمتوں سے بہت دور ہو گیا

آدم نے اپنے سہو کا اقرار کر لیا
اللہ کے فضل و کرم سے دامن کو بھر لیا

دونوں مثالیں سامنے ہیں فکر چاہیے
ہو ارتکاب جرم تو سر کو جھکایئے

اللہ کریم ذات ہے غفار بھی تو ہے
رحمٰن ہے رحیم ہے ستار بھی تو ہے

توبہ کا در کھلا ہے ذرا لوٹ کے تو آ
سر حی لایموت کے دربار میں جھکا

جو اس کے در پہ آئے گا خالی نہ جائے گا
دامن کو اسکی رحمتوں سے بھر کے لائے گا

"دنیا میں"

حضرت آدمؑ کی لغزش معاف کر دی گئی اور ان کو خلافت ارضی سونپ دی گئی اور ابلیس کو تمام مراتب سے برطرف کر کے معتوب وملعون کر کے دنیا میں بھیج دیا گیا۔ دونوں کی اولاد دنیا میں پھیلنے لگی۔ حضرت آدمؑ نے اپنی اولاد کو واحدانیت' خدا ترسی' نیکی اور صداقت کا

۱۔ سورۃ اعراف ۲۳' ۲۔ تسنیم نبوت

درس دیا جبکہ ابلیس نے اپنی اولاد کو اولاد آدم سے مخالفت اور مخاصمت کا سبق دیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اولاد آدمؑ کو خاص طور پر ہدایت فرمائی کہ ابلیس کے پھندے سے بچے رہیں کیونکہ وہ ان کا کھلا دشمن ہے نیز شیاطین جن و انس سے بھی ہوشیار رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو یہ بھی بتایا کہ ابلیس نے ان کے باپ آدم کو جنت سے نکلوایا تھا۔ ارشاد گرامی ہے۔

"اے بنی آدم! تم کو شیطان نہ بہکانے پائے جیسا کہ تمہارے ماں باپ کو جنت سے کپڑے اتر اوا کر نکلوا دیا تھا ان کا ستر دکھانے کیلئے۔ وہ اور اس کی ذریت تم کو اس جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ ہم نے شیاطین کو ان لوگوں کا یار بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے اور جب کوئی بے حیائی (کا کام) کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی پر پایا"

زمین پر اتر آنے کے بعد ابلیس کا جذبۂ انتقام تیز سے تیز تر ہوتا گیا۔ اسکے سینے میں حسد، بغض اور کینہ کی آگ کے شعلے بھڑکتے چلے گئے۔ مخالفت اور مخاصمت کا جذبہ دن بدن ترقی کرتا چلا گیا اور اس نے ابنائے آدمؑ کو اپنے دام فریب میں جکڑنے کیلئے نت نئے جال بچھانے شروع کر دیئے۔ اپنی ذریت کو بھی اسی کام پر لگا دیا۔ انسانوں اور جنوں میں سے بھی اپنے پیروکاروں کی ایک بڑی جماعت تیار کر لی جو اسکے اشاروں پر چلنے لگی۔ ابلیس اور اسکے چیلوں نے بنی نوع انسان پر کیا کیا مظالم ڈھائے۔ اس فریب کار نے کیا کیا فریب کاریاں کیں اور کن کن طریقوں سے اولاد آدمؑ کی تباہی اور بربادی کے سامان کیے۔ اسکی تفصیلات قرآن مقدس کی پاکیزہ آیات کے حوالہ سے آئندہ صفحات میں پیش کی جائیں گی۔

ابلیسؑ کی اولاد

مختلف[1] روایات میں ابلیس کی اولاد کا ذکر موجود ہے۔ انکا خلاصہ یہ ہے کہ ابلیس کی

۱۔ حدیث روایت عائشہ صدیقہ غنیۃ الطالبین ۱۸۴/۲

اولاد بے حد و بے حساب ہے اور اسے ابلیس نے بنی نوع انسان کو گمراہ کرنے کے کام پر لگا رکھا ہوا ہے۔ اسکی اولاد میں سے چند ایک نام بھی روایات میں ملتے ہیں۔ جن کا تذکرہ درج ذیل سطور میں کیا جا رہا ہے۔

1۔مدجش:۔اس کا کام علماء کو دنیاوی ہوا و ہوس کی ترغیب دینا ہے۔ وہ ان کو دنیاوی لالچ دے کر حق گوئی سے روکنے پر مامور کیا گیا ہے۔

2-حدیث:۔باوجود کوشش اور توجہ کے نماز میں دل کے اندر وساوس پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ یہ نمازیوں کے دلوں میں وساوس پیدا کرتا ہے۔نماز کے دوران اس کا کام نمازیوں کو بہکانا اور مختلف خیالات میں لگاتا ہے۔ان پر اونگھ اور جمائی طاری کر دیتا ہے یہاں تک کہ وہ سو جاتے ہیں اور جب کوئی دوسرا نمازی اس بات کی نشان دہی کرتا ہے تو یہ شیطان کا بچہ اسے اس بات کا اقرار کرنے سے روکتا ہے اور بے وضو ہی اسے نماز پڑھنے پر لگا دیتا ہے اور اسے اس نماز سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

3-ذلنبون:۔یہ بازاروں کے انتظامات پر مامور کیا گیا ہے۔رات دن بازار میں رہتا ہے۔ دکانداروں کو کم تولنے اور بداخلاقی کا مظاہرہ کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ دکانداروں کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ جھوٹ بول کر اور قسمیں کھا کر اپنا سودا فروخت کریں۔

4-بتر:۔اس کا کام مصیبت کے وقت لوگوں کو بے صبری کا مظاہرہ کرنے پر آمادہ کرنا ہے۔لوگوں کو تکلیف کی حالت میں منہ پیٹنے' بال نوچنے' سر پر خاک ڈالنے اور گریبان چاک کرنے کی ترغیب دیتا ہے' مصیبت میں صبر کرنے سے جو متوقع اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے اس سے بنی آدم کو محروم کرنا اسکا کام ہے۔

منشوط:۔اس کا کام لوگوں کو جھوٹ بولنے کی ترغیب دینا ہے بنی آدم کو لعن طعن کرنے' نکتہ چینی کرنے اور غیبت کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

واسم:۔اسکا کام مرد و عورت کے اندام نہانی میں پھونک مار کر انکی شہوت کو برانگیختہ

کر کے زنا میں مبتلا کرتا ہے۔

اعور:۔بنی آدم کو چوری پر آمادہ کرتا ہے اور چوری کرنا سکھاتا ہے۔ یہ انکے دلوں میں یہ بات ڈالتا ہے کہ چوری کرنے سے انکو اچھی خوراک اور اچھا لباس ملے گا انکو اپنا قرض ادا کرنے میں سہولت ہوگی۔ جو فاقہ کر رہے ہوں انکو ترغیب دیتا ہے کہ چوری کر کے اپنا فاقہ دور کرو۔ جو اسکی ترغیب پر آسانی سے چوری کے ارتکاب پر آمادہ نہ ہوا نکو یہ پٹی پڑھاتا ہے کہ چوری کر کے اپنا مطلب پورا کر لو پھر توبہ کر لینا۔

ولہان:۔اسکا کام وضو میں خرابی پیدا کرنا ہے۔ وضو کی طرف بے توجہی پر آمادہ کرتا ہے۔ وضو کے اعضاء صحیح طور پر دھونے نہیں دیتا۔

خنزب:۔[1] اسکا کام نماز کے دوراں صفوں میں گھس آنا ہے۔ اسلئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز میں خوب مل کر کھڑے ہوا کرو تا کہ تمہارے درمیان شیطان نہ داخل ہو۔ اگر جگہ خالی رہ جائے تو خنزب بکری کے بچے کی طرح صفوں میں گھس آتا ہے۔ قرأت اور ارکان میں دخل دیتا ہے۔

کھلا دشمن

قادر مطلق نے بنی نوع انسان کو عقل و شعور کی دولت سے مالا مال کر کے اس دنیا میں بھیجا ہے۔ اسے اعلیٰ ذہنی صلاحیتیں عطا کر کے تمام مخلوقات پر فوقیت دی ہے۔ بنی نوع انسان کو اپنے برے بھلے کا ملکہ دیا ہے وہ اپنے نفع و نقصان کا اندازہ کر سکتا ہے۔ وہ اپنے دوست اور دشمن میں امتیاز کر سکتا ہے۔ یہی وہ خصوصیات ہیں جو شرف انسانیت کی ضامن ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مقدس میں ابلیس کو انسان کا کھلا دشمن قرار دے کر انسان کی ان اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کو بیدار کرنے کی کوشش کی ہے ارشاد خداوندی ہے۔

1۔[2] لوگو! زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں وہ کھاؤ اور شیطان کے بتائے ہوئے

ا۔روایت ابوعبیدہؓ ۲۔سورۂ بقرہ ۱۶۸

راستہ پر نہ چلو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے"

2-[۲] "اے ایمان والو! تم پورے کے پورے اسلام میں آ جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے"

3-[۳] "کھاؤ ان چیزوں میں سے جو اللہ نے تمہیں بخشی ہیں اور شیطان کی پیروی نہ کرو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے"

4-[۴] "تب ان کے رب نے پکارا۔ کیا میں نے تمہیں اس درخت سے نہ روکا تھا اور نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے"

5-[۵] "(باپ نے کہا: اے بیٹا! اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ بتانا"

6-[۶] "بیشک شیطان ہی ہے جو انسانوں کے درمیان فساد ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے"

7-[۷] "درحقیقت شیطان تمہارا دشمن ہے اس لئے تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھو"

8-[۸] "آدم کے بچو! کیا میں نے تمہیں ہدایت نہ کی تھی کہ شیطان کی بندگی نہ کرو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے"

9-[۹] "ایسا نہ ہو شیطان تم کو اس (ایمان لانے سے) روک دے کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے"

ابلیس کی مخاصمت کی وجوہات

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ آدمؑ و بنی آدم کیساتھ ابلیس کی مخالفت و مخاصمت کی وجوہات کیا ہیں؟ اسکا جواب ہمیں قرآن کے مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے کہ شیطان کی دشمنی کی دو بنیادی وجوہات ہیں پہلی وجہ حسد اور بغض ہے اور دوسری وجہ جذبۂ انتقام ہے۔ ذیل میں ان دونو وجوہات کا مختصر جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

۲۔ سورۂ بقرہ ۲۰۸، ۳۔ سورۂ انعام ۱۴۲، ۴۔ سورۂ اعراف ۲۲، ۵۔ سورۂ یوسف ۵، ۶۔ سورۂ بنی اسرائیل ۵۳، ۷۔ سورۂ فاطر ۶، ۸۔ سورۂ یسین ۶۰، ۹۔ سورۂ زخرف ۶۲

1-حسد:۔ ابلیس خلافت ارضی کا امیدوار اور دعویدار تھا اسکی عبادت و ریاضت اور زہد وتقویٰ اسی مقصد کے حصول کیلئے تھا۔ اس کا دل خلوص ومحبت سے عاری تھا۔ جب اس نے ملائکہ کی فوج کے ساتھ جنات کو مار مار کر زمین سے بھگا دیا تو اس کا خیال یہ تھا کہ زمین کا اقتدار و اختیار اسے سونپ دیا جائے۔ وہ اقتدار کا بھوکا تھا۔ جوں جوں اعلیٰ مراتب ملتے گئے اسکی ہوس بڑھتی گئی۔ اس میں نیابت الٰہیہ اور خلافت ارضی کی اہلیت موجود نہ تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے زمین پر اپنا خلیفہ بنانے کا اعلان کیا تو اسکے سینے پر سانپ لوٹنے لگا۔ حسد کا شکار ہوگیا' حسد ایک جذبہ ہے۔ جب کوئی کم ظرف انسان کسی دوسرے شخص پر کسی کی خصوصی عنایات کا مشاہدہ کرتا ہے جن کا وہ خود طالب ہوتا ہے لیکن سزاوار نہیں ہوتا۔ بے جا طور پر وہ اپنے تئیں انکا مستحق گردانتا ہے۔ جب ان سے محروم رہتا ہے تو حسد کا شکار ہوجاتا ہے یہی کچھ اس دشمن دین و ایمان ابلیس کیساتھ ہوا۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے آدمؑ کو خاک سے تخلیق فرمایا تو یہ جل اٹھا۔ پھر جب ملائکہ کیساتھ اسکو بھی سجدۂ تعظیم بجالانے کا حکم دیا گیا تو سمجھ گیا کہ خلافت ارض پر آدمؑ کو ہی فائز کیا جائے گا۔ اسکے دل میں حسد وبغض کے طوفان برپا ہوگئے اور سجدہ کرنے سے انکار کردیا اور جب اس سے سجدہ نہ کرنے کی وجہ پوچھی گئی تو اپنی نسلی برتری پر فخر کرنے لگا۔ اسے ملعون و مردود قرار دے دیا گیا۔ اعزازات چھین لئے گئے۔ تمام مراتب سے محروم کردیا گیا اور آدمؑ کو جنت اور اسکی نعمتوں سے بھرپور استفادہ کی اجازت دے دی گئی۔ اس وقت ابلیس کے حسد وبغض کی کوئی حد نہ رہی۔

2-انتقام:۔ ابلیس نے جب سجدہ کرنے سے انکار کردیا اور اپنی نسلی برتری کا اظہار کرتے ہوئے اس پر غرور وتکبر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ملعون و مردود قرار دیدیا۔ اسے تمام مناصب سے ہٹا کر جنت سے نکال دیا گیا۔ ذلت و رسوائی اس کا مقدر بن گئی۔ ایک وہ وقت تھا کہ ملائکہ میں اسے ایک خاص مقام حاصل تھا' عزت وتکریم کی نگاہ سے دیکھا جاتا'

تھا۔ ملائکہ کا استاد تھا۔ جنت میں گر گیا۔ جہنم کا سزاوار قرار پایا۔ یہ سب اس کا اپنا کیا دھرا تھا اس میں کسی دوسرے کا قصور نہ تھا۔ جو بیج بویا تھا اس کا پھل پا رہا تھا۔ لیکن وہ کج فہم اپنی نافرمانی کی تو بھول گیا اور اپنی ذلت و رسوائی کا ذمہ دار حضرت آدمؑ کو قرار دینے لگا اور ان سے اور انکی اولاد سے انتقام لینے کا اعلان کر دیا۔ جذبۂ انتقام میں یوں اندھا ہو گیا کہ عمر بھر کے اعمال کے بدلے میں مراعات حاصل کر کے خم ٹھونک کر آدمؑ اور ابنائے آدم کے سامنے ڈٹ گیا۔ اب اسکی زندگی کا ایک اور صرف ایک مقصد تھا آدمؑ اور اولاد آدم سے انتقام۔ اس نے اپنے اس جذبۂ انتقام کو چھپا کر رکھنے کی بھی ضرورت محسوس نہ کی ایک بار نہیں بار بار اعلان کیا اور اپنی کامیابی کے دعوے کئے۔ اس سلسلہ میں قرآن مقدس کی درج ذیل آیات کا مطالعہ اس کے جذبۂ انتقام کی شدت کو خوب ظاہر کر رہا ہے۔

1- ۱؎ ''اس (ابلیس) نے کہا تیری عزت کی قسم میں ان سب لوگوں کو بہکا کر رہوں گا''

2- ۲؎ ''وہ (ابلیس بولا۔ اے رب! اس وجہ سے کہ تو نے مجھے بھٹکا دیا میں (برے کاموں کو) ضرور خوشنما بنادوں گا ان کیلئے زمین میں اور ضرور گمراہ کروں گا ان سب کو سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں ان میں سے چن لیا گیا ہے''

3- ۳؎ ''میں ضرور تاک میں بیٹھوں گا (انکو گمراہ کرنے کیلئے) تیرے سیدھے راستہ پر۔ پھر میں ضرور آؤں گا ان کے پاس (بہکانے کو) انکے آگے اور انکے پیچھے سے اور انکے دائیں اور انکے بائیں سے اور تو نہ پائے گا ان میں سے اکثر کو شکر گزار''

4- ۴؎ ''پھر وہ بولا: ''دیکھ تو سہی کیا یہ اس قابل تھا کہ تو نے اسے مجھ پر فضیلت دی؟ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں اسکی پوری نسل کی بیخ کنی کر ڈالوں''

بدبخت جب سے اب تک اپنے جذبۂ انتقام میں دیوانہ وار سرگرم عمل ہے۔ اپنی ذریت کو بھی اسی کام پر لگا دیا ہے۔ آدمیوں اور جنوں میں سے جو اسکے دام فریب میں پھنس

۱۔ سورۂ ص ۸۲ ۲۔ سورۂ حجر ۳۹ تا ۴۰ ۳۔ سورۂ اعراف ۱۶، ۱۷ ۴۔ سورۂ بنی اسرائیل ۶۲

کرا سکے آلۂ کار بن جاتے ہیں انکو بھی اسی کام پر لگا دیتا ہے۔ اپنے مقصد کے حصول کیلئے طرح طرح کی فریب کاریاں اور دغا بازیاں کرتا ہے۔ بنی نوع انسان کو منصب خلافت سے گرانے اور شرف انسانیت سے محروم کرنے کیلئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتا۔

فتنہ پردازی

ارشاد خداوندی ہے:

"اے بنی آدم! ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں پھر اسی طرح فتنے میں مبتلا کر دے جس طرح اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوایا اور انکے لباس ان پر سے اتروا دیئے تھے تا کہ ان کی شرمگاہیں ایک دوسرے پر کھول دے"[1]

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت مقدسہ میں بنی نوع انسان کو انتہائی موثر پیرایہ میں شیطان کے فتنوں سے محفوظ رہنے کی ہدایت فرمائی ہے اور حوالہ کے طور پر حضرت آدمؑ کے اس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس میں ابلیس نے ان کو شجر ممنوعہ سے استفادہ کرنے پر آمادہ کر لیا تھا اور نتیجہ کے طور پر ان کو جنت سے نکال دیا گیا تھا اور ان کے لباس اتروا لئے گئے تھے اور ان کی شرمگاہیں ایک دوسرے پر کھل گئی تھیں۔ حضرت آدمؑ کے اس واقعہ کی طرف اشارہ کرنے سے یہ ظاہر کرنا مطلوب ہے کہ حضرت آدمؑ جو نبی تھے اور ایک خاص فعل جس سے خود خداوند تعالیٰ نے انکو منع فرمایا تھا اگر ابلیس نے اپنی فتنہ پردازیوں اور چال بازیوں کے ذریعے انکو اسکے خلاف آمادہ کر لیا تھا تو تمہاری کیا حیثیت ہے؟ تمہیں وہ آسانی سے اپنے فتنہ کے جال میں پھانس لے گا اور جب تم صید زبوں کی طرح اسکے سامنے تڑپو گے تو وہ قہقہے لگا کر تمہارا مذاق اڑائے گا۔

جس طرح شیطان کی بات مان لینے سے حضرت آدمؑ و حوا کے لباس اتر گئے تھے اسی طرح دور حاضر میں شیطان کی راہ پر چل پر خواتین اپنے لباس سے محروم ہو چکی ہیں۔

1۔ سورہ اعراف ۲۷

قارئین کو میرے اس دعویٰ سے تعجب ہوگا لیکن حقیقت یہی ہے۔لباس نام کی کوئی چیز اگر ان کے جسموں پر باقی رہ گئی ہے تو اس سے ان کی ستر پوشی کا مقصد پورا ہوتا نظر نہیں آتا۔ اگر ستر پوشی نہ ہو سکے تو ہم لباس کو لباس قرار نہیں دے سکتے۔ اکثر و بیشتر خواتین کے جسموں پر آج کل جو لباس نظر آتا ہے اسکا مقصد تزئین اور سجاوٹ ہے۔ خواتین جب اپنے نام نہاد لباس میں ملبوس ہو کر نیم برہنہ بر سر عام نکلتی ہیں اور شہوت میں ڈوبی ہوئی نگاہیں ان کے جسموں کے مختلف زاویوں کا احاطہ کرتی ہیں تو انسانیت اپنا سر پیٹ لیتی ہے لیکن ابلیس اپنی کارکردگی اور کامیابی پر پھولا نہیں سماتا۔ وہ بغلیں بجاتا' خوشی کے ترانے گاتا حوا کی ان بیٹیوں کیساتھ قدم بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ انکے قلوب پر اس کا قبضہ ہوتا ہے اور وہ مسلسل ان کو یقین دلاتا رہتا ہے کہ بھرے بازار میں انکے حسن کی دھوم مچی ہے۔

تعلیمات اسلامی کے مطابق لباس کا بنیادی مقصد ستر پوشی ہے۔ اگر لباس ساتر نہ ہو تو پھر اس کا بنیادی مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اسکے بعد لباس کا طبعی حالات کے مطابق ہونا ضروری ہے کہ وہ موسمی تقاضوں کو پورا کرے۔ جہاں تک لباس کے ذریعے جسم کی زیب و زینت کا تعلق ہے اس کی اجازت صرف اس حد تک ہے کہ ایک خاتون پردہ کے اندر اپنے خاوند کیلئے زیب و زینت اختیار کرے اس کو اپنے جسم کی نمائش کا ذریعہ ہرگز نہ بنائے۔

شیطان نے انسان کو فطرت انسانی کی سیدھی راہ سے ہٹانے کیلئے جو پہلی چال چلی یہ تھی کہ اس کے جذبۂ شرم و حیا پر کاری ضرب لگائی اور برہنگی کے ذریعے اس کیلئے بے حیائی کے دروازے وا کر دیئے ان نام نہاد ترقی یافتہ مردوں کے کانوں میں پھونک دیا کہ یہ فحاشی نہیں بلکہ ثقافت ہے۔ ثقافت کے ان دل دادہ مردوں کو ابلیس نے یہ یقین دلا دیا کہ ترقی کیلئے عورت کا مرد کے ساتھ شانہ بشانہ سینہ تان کر چلنا ضروری ہے۔ ان کے کانوں میں پھونک دیا کہ جب تک پردہ کا نظام ختم نہیں ہوگا ترقی نہیں ہوگی۔ عورت پردہ چاک کر کے میدان میں نکل آئی۔ عورت تشہیر کا بڑا ذریعہ بن گئی۔ اب صورت حال یہ ہے کہ گھی کا ڈبہ

ہو یا آٹے کی بوری' کپڑے کی تشہیر ہو یا صابن کی' چٹنی اچار کو متعارف کروایا جا رہا ہو یا مصالحہ جات کو عورت کی تصویر موجود ہوگی۔ کوئی کام اس وقت تک پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا جب تک عورت کی نیم عریاں تصویر وہاں دعوت نظارہ دیتی نظر نہ آ رہی ہو۔ شیطان نے عریانی پھیلانے کا کام فلم' ٹیلی ویژن اور غیر معیاری جرائد سے بھی خوب لیا ہے۔

شیطان نے فریب کاری سے آدمؑ و حوا کیلئے ایسے حالات پیدا کر دیئے تھے کہ انہیں لباس سے محروم ہونا پڑا۔ شیطان مردود انسانی نفسیات کا بڑا ماہر ہے اب اس نے وہ چال چلی ہے کہ موجودہ دور کا تعلیم یافتہ انسان اس پر اعتراض نہ کر سکے۔ اس نے لباس نہیں اتروایا بلکہ اس کو اتنا باریک اور محدود کر دیا ہے کہ اس میں سے جسم کی رعنائیاں پھوٹی پڑتی ہیں۔ جسم کا ایک ایک خط اور زاویہ نمایاں کر کے رکھ دیا ہے۔ تراش خراش کے ایسے ایسے ہنر لباس ساز اداروں کے ماہرین کو سکھا دیئے کہ عورت کو مرد اور مرد کو عورت بنا کے رکھ دیا۔

اب تک زیادہ بات خواتین کے لباس کے بارے میں ہوئی ہے۔ جہاں تک مردوں کے لباس کا تعلق ہے وہ بھی قرآن و سنت کے نظریہ ستر پوشی کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔ زیادہ تفصیلات میں جانے کے بجائے یہاں میں صرف ایک سوال کروں گا ان والدین سے اس کا جواب طلب کروں گا جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں:

کیا آپ تنگ اور چست پتلوں پہنے ہوئے نوجوان کو خواہ وہ آپ کا نور نظر ہی کیوں نہ ہو اپنے گھر میں بہو بیٹیوں کے ساتھ رہنے' اٹھنے' بیٹھنے کی اجازت دینے کے حق میں ہیں جبکہ چست لباس اسکے اعضائے شرم کی پوری طرح ستر پوشی نہ کر رہا ہو؟

فتنہ پرداز ابلیس نے اکثر مسلمان گھرانوں میں یہ صورت حال پیدا کر دی ہے۔

"حکائت"

ابلیس[1] کی فتنہ پردازی کے حوالہ سے زیادہ طور پر بات لباس کی عریانی پر ہوئی ہے۔

ا۔ مکاشفۃ القلوب امام غزالی

لیجئے اب ایک پرانے زمانے کی حکایت سنیئے اور ابلیس کی فتنہ پردازیوں پر غور کیجئے۔

حضرت وہب بن منبہ نے ایک اسرائیلی عابد کا واقعہ بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جس کے زہد و تقویٰ کی دور دور تک دھوم مچی ہوئی تھی۔ لوگ اس کا بہت احترام کرتے تھے اور اس پر بھرپور اعتماد کرتے تھے۔ اسکے پڑوس کے گھرانا میں تین افراد رہتے تھے' ان کی ایک جوان بہن تھی جو پاکیزہ بھی تھی اور حسین و جمیل بھی۔ تینوں بھائیوں کو ایک ساتھ جنگ میں شرکت کیلئے گھر سے باہر جانا پڑا۔ وہ اپنی بہن کے بارے میں بے حد پریشان اور متفکر تھے۔ عزیز و اقارب میں سے کوئی ایسا قابل اعتماد شخص نہیں تھا جس کے پاس وہ اپنی بہن کو چھوڑ کر چلے جاتے۔ آخر کار ان کی نظر انتخاب اس عابد پر پڑی اور وہ اس بات پر رضا مند ہو گئے کہ اپنی بہن کو عابد کے پاس چھوڑ کر چلے جائیں۔ جب عابد کے پاس جا کر اپنے دل کا مدعا بیان کیا تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ ان کی طرف سے شدید اصرار پر عابد اس بات پر آمادہ ہو گیا کہ لڑکی کو اس کی عبادت گاہ کے سامنے ایک خالی مکان میں چھوڑ جائیں۔ وہ اسکی ضروریات کا خیال رکھے گا۔ بھائی اس بات پر تیار ہو گئے۔ خالی مکان حاصل کر لیا۔ بہن کو اس میں لا بسایا۔ عابد کے حوالے کیا اور خود چلے گئے۔

لڑکی اس مکان میں رہنے لگی۔ عابد اس کا کھانا عبادت خانہ کے دروازے پر رکھ کر آواز دیتا تھا اور خود اندر چلا جاتا تھا۔ لڑکی آ کر کھانا اٹھا لے جاتی تھی۔ کئی روز تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ ابلیس غور سے حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ آخر اس نے عابد کے دل میں یہ خیال ڈال دیا کہ کھانا لڑکی کے مکان کے دروازے پر رکھنا زیادہ موزوں ہے۔ چنانچہ عابد نے اب کھانا لے جا کر اس مکان کے دروازہ پر رکھنا شروع کر دیا جس میں لڑکی رہائش پذیر تھی۔ ابلیس کے دل میں یہ خیال ڈال کر قائل کیا تھا کہ لڑکی کا اپنا مکان سے نکل کر عبادت گاہ کے دروازہ تک آنا کسی شر کا باعث بن سکتا تھا۔ کچھ وقت گذرنے کے بعد ابلیس نے عابد کو کہا لڑکی اکیلی ہے کوئی اس سے بات کرنے والا نہیں۔ آخر وہ انسان ہے اس کا ضرور جی چاہتا

ہوگا کہ کسی کے ساتھ چند باتیں کرے۔ بجائے اسکے کہ وہ اپنی اس فطری خواہش سے مجبور ہوکر کسی دوسرے شخص کی طرف متوجہ ہو جائے اور کوئی فتنہ کھڑا ہو جائے بہتر ہے کہ آپ خود اس سے دو چار باتیں کرلیا کریں۔ عابد کو یہ مشورہ مناسب معلوم ہوا اور اس نے لڑکی کیساتھ بات چیت شروع کردی۔ اب شیطان نے اگلی چال چلی اور عابد کو لڑکی کے مکان کے اندر جا کر کھانا پہنچانے پر آمادہ کرلیا۔ جب عابد مکان میں جانے لگا تو پھر کچھ دیر لڑکی کے پاس بیٹھ جانے میں بھی اسے کوئی قباحت نظر نہ آئی اب عابد وہاں پہروں بیٹھا باتیں کرتا رہتا۔ ابلیس اسکے دل میں طرح طرح سے رغبت پیدا کرتا یہاں تک کہ عابد نے لڑکی پر دست درازی شروع کردی اور نوبت بوس وکنار تک جا پہنچی۔ شیطان روز بروز اس کی نظروں میں لڑکی کو آرائش دیتا رہا۔ اب نوبت یہاں تک پہنچی کہ عابد کو اپنی عبادت گاہ میں چین نہ آتا اور پھر ایک روز وہی کچھ ہوگیا جو ابلیس چاہتا تھا۔ عابد لڑکی پر جھپٹ پڑا اور اس کی چادر عصمت کو تار تار کردیا۔ راستہ بن گیا تھا۔ اب تو عابد صاحب کا روز کا معمول بن گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکی حاملہ ہوگئی اور اس نے ایک لڑکے کو جنم دیا۔

شیطان نے عابد کو پٹی پڑھائی کہ لڑکے کو قتل کر دو تا کہ اس کے بھائیوں کی آمد پر تمہیں کسی معتیبت کا سامنا نہ کرنا پڑے' عابد نے لڑکے کو قتل کر کے زمین میں دفن کردیا۔ کچھ وقت گذرنے کے بعد ابلیس نے عابد کو بتایا کہ اس لڑکی کے بھائی واپس آرہے ہیں لڑکی کا کوئی اعتبار نہیں کہ ان کو سب کچھ بتا دے بہتر ہے کہ اس کو بھی قتل کر کے لڑکے کے ساتھ ہی دفن کردو۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو عزت اور جان دونوں جائیں گی۔ عابد شیطان کے ہاتھوں میں کھلونا بن چکا تھا اور اس کی فتنہ پردازی کا مکمل طور پر شکار ہو چکا تھا۔ اس نے ایک رات لڑکی کو ذبح کر کے دفن کر دیا اور خود عبادت خانہ میں جاکر مشغول عبادت ہوگیا۔

کچھ عرصہ گذرنے کے بعد لڑکی کے بھائی واپس آگئے۔ عابد نے انہیں ان کی بہن کی موت کی خبر سنا دی اور اس کی قبر بھی دکھا دی۔ وہ قبر پر بیٹھ کر کافی دیر روتے رہے اور پھر

تھک ہار کر جا کر سو گئے۔ ابلیس نے خواب میں ان کو سارا واقعہ بتا دیا کہ کس طرح عابد نے ان کی بہن کے ساتھ تعلقات استوار کیے۔ وہ حاملہ ہو گئی اور ایک بچے کو جنم دیا۔ عابد نے بدنامی کے خوف سے دونوں کو ذبح کر کے مکان کے اندر دفن کر دیا' شیطان نے خواب کے اندر ہی ان کے مدفن کی نشاندہی بھی کر دی۔ صبح ہوئی تو تینوں بھائیوں نے باہم مشورہ سے فیصلہ کیا اس معاملہ کی تحقیق کی جائے۔ چنانچہ وہ اس مکان پر چلے گے۔ تلاش کرنے پر قبر مل گئی۔ اسے کھودا تو اندر دونوں ماں بیٹا موجود تھے۔ انہوں نے عابد کو جا کر پکڑلیا' سختی سے باز پرس کی تو اس نے جرم کا اقرار کر لیا اور سب کچھ کھول کر بتا دیا کہ اس نے کس طرح دونوں کو قتل کیا۔

عابد کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ اسے گرفتار کر لیا گیا اور جرم ثابت ہونے پر پھانسی کا حکم دے دیا گیا۔ جب اسے دار پر کھینچا جانے لگا تو شیطان اسکے پاس آیا اور کہنے لگا میں تمہارا مشیر اور ساتھی ہوں۔ میں اب بھی تمہیں اس برے انجام سے بچا سکتا ہوں بشرطیکہ تم میری شرائط کو مان کر مجھے سجدہ کر لو اور اللہ کے ساتھ کفر کر لو' اس بدنصیب نے ایسا ہی کیا۔ دنیا و عاقبت دونوں برباد کر بیٹھا اور زندگی بھی نہ بچ سکی۔ ابلیس نے کہہ دیا کہ میں تم سے بری ہوں۔ میرا تمہارا کوئی تعلق نہیں۔ اسے حالت کفر میں پھانسی چڑھا دیا گیا۔

دیکھ لی ابلیس کی فتنہ پردازی۔ کس طرح ایک عابد و زاہد انسان کو پہلے فسق و فجور پر مجبور کیا' اس سے زنا اور قتل عمد جیسے گناہ کبیرہ کروائے آخر اسے ایمان سے بھی محروم کر دیا اور کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں پھینک کر خود چلتا بنا۔ ابلیس اس عابد کو بتدریج جرم و عصیاں کے غلیظ دلدل میں آگے ہی آگے دھکیلتا چلا گیا۔ ہر ہر قدم پر فتنہ پردازی عیاری اور فسوں کاری کے نئے نئے جال پھیلا کر اور بدی کو نیکی کے روپ میں پیش کر کے اسے تباہ و برباد کر دیا۔

ایک اور حکائت

ایک نیک شخص نے کچھ لوگوں کو ایک درخت کی پرستش کرتے ہوئے دیکھا۔ اسکی غیرت دینی نے اسے مجبور کردیا کہ وہ اس فتنہ کی جڑ کو کاٹ ڈالے' چنانچہ وہ ایک کلہاڑا لے کر درخت کو کاٹنے کیلئے چل دیا۔ ابلیس لعین کو معلوم ہوا تو اس نے اس شخص کا راستہ روکنے کا فیصلہ کرلیا چنانچہ ابلیس اسے انسانی شکل میں ملا اور کہنے لگا۔[1]

ابلیس: ''کلہاڑا لے کر کہاں جا رہے ہو؟''

وہ شخص: ''فلاں درخت کو کاٹنے کیلئے جا رہا ہوں''

ابلیس: ''کیوں! اس درخت نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟''

وہ شخص: ''درخت نے تو کچھ نہیں بگاڑا۔ لوگ اس کی پرستش کرتے ہیں میں اسے کاٹ دوں گا تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری''

ابلیس: ''میں تمہیں وہ درخت نہیں کاٹنے دوں گا''

وہ شخص: ''کیوں؟ تمہیں اس سے کیا غرض ہے؟ میں تو ضرور اسے کاٹوں گا''

ابلیس: ''تم ہرگز اس درخت کو نہیں کاٹو گے''

دونوں میں تکرار ہوئی۔ جھگڑا بڑھا' دست و گریباں ہو گئے اس شخص نے ابلیس کو بچھاڑ دیا اور اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ ابلیس نے فتنہ و فریب کا جال پھیلانے کا فیصلہ کیا اور اسے کہنے لگا:

ابلیس: ''ہٹو! میری ایک بات سنو''

وہ شخص: ''کہو! کیا کہتے ہو؟''

ابلیس: ''اللہ کے ہزاروں انبیاء گذرے ہیں۔ اگر اللہ کو اس درخت کا کٹوانا مقصود ہوتا تو کوئی نبی اسے کاٹ دیتا تمہیں تو اللہ نے اسکے کاٹنے کا حکم نہیں دیا ہے نا!''

[1] فیضان سنت.......... حضرت مولانا الیاس قادری بحوالہ تنبیہ الغافلین

وہ شخص: ''ہاں! مجھے تو ایسا حکم نہیں ملا''

ابلیس: ''دیکھو! میں تمہیں اس سے ایک بڑی نیکی کی طرف بلاتا ہوں تم اس درخت کو نہ کاٹو۔ روزانہ تمہیں اپنے سرہانے کے نیچے دو دینار ملا کریں گے۔ تم ان میں سے اپنی ضروریات بھی پوری کرنا اور اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرنا۔ جہاں تک درخت کاٹنے کا تعلق ہے اگر تم یہ درخت کاٹ بھی ڈالو گے تو لوگ کسی اور درخت کی پرستش شروع کر دیں گے۔

وہ شخص ابلیس کی اس شرط کو مان گیا اور اسکی فتنہ پردازی کا آسانی سے شکار ہو گیا۔ چند روز تو اسے اپنے سرہانے کے نیچے دو دینار ملتے رہے لیکن پھر بند ہو گئے۔ اسے اس پر غصہ آ گیا۔ پھر کلہاڑا لے کر درخت کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں اسے پھر ابلیس مل گیا۔

ابلیس نے پوچھا: ''کہاں جا رہے ہو؟''

وہ شخص: ''درخت کاٹنے جا رہا ہوں''

ابلیس: ''اب تم درخت نہیں کاٹ سکتے!''

وہ شخص: ''کیوں نہیں کاٹ سکتا؟ میں تو ضرور کاٹوں گا۔ تم مجھے روک کر تو دیکھو''

یہ کہنا تھا کہ ابلیس نے اسے اٹھا کر پٹخ دیا اور اس کی چھاتی پر سوار ہو کر کہنے لگا درخت کاٹنے کے ارادہ سے ہاتھ اٹھا لینے کا اعلان کرو ورنہ میں تمہاری گردن کاٹ ڈالوں گا۔ وہ شخص سخت خوف زدہ ہو گیا اور اس نے اقرار کر لیا کہ درخت نہیں کاٹے گا۔ وہ استفسار کرنے لگا:

وہ شخص: ''بھلا یہ تو بتاؤ کہ دو مرتبہ تو میں تم پر غالب آ گیا لیکن تیسری مرتبہ کس طرح مغلوب ہو گیا؟''

ابلیس: ''نادان! تم نے مجھے پہچانا نہیں۔ پہلے تم اللہ کی رضا کیلئے درخت کاٹنا چاہتے تھے۔ میں نے تمہیں دولت کے فتنہ میں مبتلا کر کے اس سے محروم کر دیا۔ اب تم دینار نہ ملنے کی وجہ سے ایسا کرنا چاہتے تھے اسلئے میں تم پر غالب آ گیا ہوں''

شیطان کے غلط ترین اعمال

شیطان کا کوئی عمل بھی اچھا نہیں ہوتا۔ اسکے سارے اعمال برے اور قابل نفرت ہیں۔ پھر وہ اعمال جن کو قرآن مقدس "رجس" قرار دے انکی غلاظتوں اور قباحتوں کا عالم ہی کچھ اور ہوگا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو یہ شراب اور جوا اور استھان پانسے سب گندے شیطانی کام ہیں۔ ان سے بچو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمہیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے"[1]

ان آیات مقدسہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے چار اعمال کا ذکر کیا ہے۔ اور ان چاروں کو نہ صرف یہ کہ شیطان کے اعمال قرار دیا ہے بلکہ شیطان کے اعمال میں سے گندے اور غلیظ اعمال قرار دیا ہے' شیطان کا کوئی عمل صاف ستھرا قرار نہیں دیا جا سکتا' ہر عمل گندہ ہے لیکن یہ چاروں اعمال جن کا ذکر یہاں کیا گیا ہے اس کے تمام اعمال سے بڑھ کر غلیظ اور گندے ہیں۔ ابلیس کے ان غلیظ اعمال سے انسان کو بچ کر رہنے کی تلقین دو وجوہات سے کی گئی ہے۔ اول یہ کہ یہ اعمال غلیظ ہیں اور مومن کو کسی غلیظ چیز کو پسند نہیں کرنا چاہیے' یہ مومن کی فطرت صحیحہ کے خلاف ہے۔ دوم یہ کہ یہ اعمال فلاح و بہبود سے روک کر تباہی اور بربادی کی طرف لے جاتے ہیں۔ شراب اور جوئے کی دو خرابیاں مزید بیان فرمائی گئی ہیں۔ اولاً یہ کہ ان اعمال کے ذریعے لوگوں کے درمیان عداوت اور بغض پیدا ہوتا ہے اور ثانیاً یہ کہ یہ اعمال اللہ کی یاد سے غافل کر دیتے ہیں۔

شراب نوشی چونکہ انسان کو عقل و خرد سے بے گانہ کر دیتی ہے اس لئے انسان کو اپنے قوئ عقلیہ پر ہرگز کوئی اختیار نہیں رہتا۔ نشہ کی حالت میں عقل و خرد سے اسے کوئی واسطہ

۱۔ سورۃ مائدہ ۹۱'۹۰

نہیں رہتا برے بھلے کی تمیز نہیں رہتی۔ کسی کو گالی بکتا ہے کسی پر دست تعدی دراز کرتا ہے اور کسی کی عزت و غیرت کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیتا ہے' ان برے اعمال کا نتیجہ کسی بھی صورت میں اچھا نہیں ہوتا۔ باہمی بغض و عداوت کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں۔ شراب کی مستی اور نشہ کے عالم میں تو نماز اور اللہ کے ذکر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن ایک شراب نوشی اگر نشہ کی حالت میں نہ بھی ہو تو اسکے دل میں اللہ کے ذکر کا خیال کم ہی آتا ہے۔ کیونکہ قلب انسانی بیک وقت رحمٰن اور شیطان کی یاد کا گہوارہ نہیں بن سکتا۔ دل میں رحمٰن بسا ہو تو شیطان کا ہرگز ادھر گذر نہیں ہو سکتا اور اگر شیطان بسا ہو تو دل اس قدر غلیظ ہو جاتا ہے کہ سوائے توبہ کے رحمٰن کی یاد کے قابل نہیں رہتا۔

شراب کی طرح جوا کا بھی نشہ ہوتا ہے اور یہ نشہ بھی شراب کے نشہ کی طرح جوئے باز کو بدمست کر دیتا ہے۔ وہ اپنے گردوپیش سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ اسے تن من کا ہوش نہیں ہوتا۔ نمازوں کے اوقات آتے اور گذر جاتے ہیں۔ موذن مسجد میں کھڑے ہو کر لوگوں کو فلاح اور نماز کی طرف بلاتا ہے اور اللہ کے حضور باریابی کی دعوت دیتا ہے۔ وہ فلاح و بہبود کے راستہ کی نشاندہی کرتا ہے لیکن جوا باز کے حواس پر تاش کے پتے' شطرنج کے مُہرے اور گردش کرتے ہوئے نوٹ چھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ تاش کی بازی جیتنے کی خواہش میں اس طرح گھرا ہوتا ہے کہ رحمت کی گھڑیاں آتی اور گذر جاتی ہیں اور وہ حق کی بازی ہار جاتا ہے۔ ابلیس نے اپنے مکر و فریب کی زنجیروں میں اسے سختی کے ساتھ جکڑ رکھا ہوتا ہے وہ اسے اٹھنے نہیں دیتا۔ ہر شکست کے بعد اسے ایک نئی بازی لگانے کی ترغیب دیتے ہوئے یقین دلاتا ہے کہ اگلی بازی تمہاری ہے۔ تمہارے مقدر کا ستارہ چمکنے والا۔ تم اب جیتنے والے ہو۔ تمہاری جھولیاں نوٹوں سے بھر جائیں گی تم دولت سے مالا مال ہو جاؤ گے۔ جب وہ سب کچھ ہار بیٹھتا ہے تو ابلیس ایک نئی فریب کاری کا آغاز کر دیتا ہے۔ وہ اسکے کان میں پھونک دیتا ہے کہ تمہارے مخالف نے دھوکے سے تمہاری رقم ہتھیا لی ہے۔ یہ تمہارے ساتھ زیادتی

ہوئی ہے۔ ہمت کرو اور آگے بڑھ کر سب کچھ چھین لو۔ اگر سیدھے ہاتھوں کام نہ چلے تو چاقو نکال لو۔ پھر چاقو لہرانے لگتے ہیں' پیٹ چاک کر دیئے جاتے ہیں' سینے کھول دیئے جاتے ہیں' جوا خانوں میں زلزلے طاری ہو جاتے ہیں' توڑ پھوڑ شروع ہو جاتی ہے' کرسیاں ٹوٹنے لگتی ہیں' میز الٹنے لگتے ہیں اور جوا باز ان پر لڑھکتے چلے جاتے ہیں۔

خمر' میسر' انصاب اور ازلام کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ آئندہ چند صفحات میں انکا تذکرہ کیا جائے گا تاکہ پوری طرح ان کی حقیقت سے آگہی ہو جائے۔

1- خمر

خمر سے مراد شراب ہے خواہ وہ انگور سے کشید کی گئی ہو یا گندم' کھجور' جو یا شہد سے۔

حرمت شراب کے احکام جاری ہونے سے قبل مدینہ منورہ میں ان چیزوں سے ہی شراب کشید کی جاتی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حرمت کے اس حکم کو ان تمام چیزوں پر عام قرار دیا جو نشہ پیدا کرنے والی ہیں۔ حدیث پاک میں ارشاد گرامی ہے:[1] ''ہر نشہ آور خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے'' حضرت عمرؓ کا ایک قول بھی اس سلسلہ میں موجود ہے جو انہوں نے اپنے ایک جمعہ کے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا: ''خمر سے مراد ہر وہ چیز ہے جو عقل کو ڈھانپ لے''

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسانی فطرت کے عین مطابق شراب کی حرمت کے احکام تدریجاً جاری فرمائے ہیں۔ سب سے پہلے یہ حکم نافذ ہوا: ''وہ آپ سے جوئے اور شراب کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ فرمایئے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور کچھ فائدے بھی ہیں لوگوں کیلئے لیکن ان کا گناہ بہت بڑا ہے''

اسکا شان نزول یہ بیان کیا' جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ اور حضرت معاذؓ نے رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

ا۔ تفہیم القرآن جلد اول۔ ۵۰

وسلم ہمیں شراب کے بارے میں حکم فرمایئے کیونکہ یہ مال اور عقل دونوں کو ضائع کرتی ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ اس آیت کے نزول پر صحابہؓ کی ایک بڑی تعداد نے شراب نوشی ترک کر دی تھی' لیکن کچھ شراب پیتے رہے کیونکہ اس آیت کے اندر شراب چھوڑ دینے کا صاف اور واضح حکم نہیں تھا۔ دوسرے حکم میں ارشاد فرمایا گیا:

''اے لوگو! نماز کے قریب نہ جاؤ جب تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو جو (زبان سے) کہتے ہو''

یہ حکم کب اور کیسے نازل ہوا۔ اس کے متعلق مفسرین لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنے بعض احباب کو دعوت دی۔ شراب بھی پی گئی۔ شراب کا نشہ ابھی تک کسی حد تک موجود تھا کہ نماز کا وقت ہو گیا اور لوگ نماز کیلئے کھڑے ہو گئے جو صاحب امامت کے فرائض انجام دے رہے تھے چونکہ پوری طرح اپنے ہوش و حواس میں نہ تھے اسلئے تلاوت میں غلطیاں سرزد ہونے لگیں۔ اس وقت یہ نیا حکم نافذ ہوا کہ نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھا کرو۔ اس حکم کے نافذ ہوتے ہی کچھ مزید سعید فطرت لوگوں نے شراب نوشی ترک کر دی لیکن اب بھی کچھ لوگ رہ گئے تھے جو اسے ترک نہ کر سکے۔

شراب کی قطعی حرمت کا حکم اس طرح نازل ہوا کہ ایک محفل میں شراب کا جام گردش میں تھا' لوگ مست ہو گئے' جب حالت نشہ میں عقل و خرد سے بے گانہ ہو گئے تو اپنے قبیلوں کی تعریفیں اور دوسرے قبیلوں کی ہجو کہنے لگے۔ اپنے قبیلہ کی ہجو سن کر ایک انصاری نے اونٹ کی ہڈی اٹھا کر پڑھنے والے کے سر پر دے ماری اور اس کا سر پھوڑ دیا۔ دربار رسالت میں شکائت پہنچی۔ حضرت عمرؓ موجود تھے۔ وہ سن کر دعا کرنے لگے:

''اے اللہ! واضح حکم نازل فرما''

تیسرا اور اٹل حکم نازل ہو گیا جس میں شراب کو تین دوسرے برے اعمال سمیت شیطان کے بدترین اعمال قرار دیا گیا اور مومنوں کو اسے ترک کر دینے کا حتمی حکم نافذ ہو گیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومنوں کو ذہنی تیاری کیلئے مناسب وقت دیا' جوں جوں ایمان پختہ ہوتے گئے' کردار نکھرتے گئے احکام سخت ہوتے۔ بالآخر قطعی حرمت کا حکم اس وقت نازل ہوا جب صحابہؓ میں قبول حق کی اعلیٰ صلاحیتیں پیدا ہو چکی تھیں۔ اسلام کی حقانیت قلوب میں گھر کر چکی تھی۔ جب انہوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے حرمت کا حکم سنا تو سر جھکا دیئے۔ گردش کرتے ہوئے جام رک گئے۔ جام وسبو توڑ دیئے گئے۔ شراب کے بھرے ہوئے مٹکے الٹ دیئے گئے۔ مدینہ کی گلیوں میں سیلاب آ گیا۔

2- میسر:۔ میسر مطلقاً جوا کو کہتے ہیں اس میں وہ تمام کھیلیں شامل ہیں جن میں پیسہ لگا کر کھیلا جاتا ہے۔ اس میں تاش' شطرنج' چوسر' گھوڑ دوڑ اور لاٹری وغیرہ سب شامل ہیں جب ان پر پیسہ لگا کر کھیلا جائے۔ اس طرح میسر کا اطلاق ان تمام کھیلوں اور کاموں پر ہوتا ہے جن میں اتفاقی طور پر دولت جیت لی جائے یا ہار دی جائے یا پھر ان کو قسمت آزمائی اور اموال واشیاء کی تقسیم کا ذریعہ بنایا جائے۔

3- انصاب:۔ انصاب سے مراد وہ مقامات ہیں جن کو غیر اللہ کی نذر و نیاز چڑھانے کیلئے لوگوں نے مخصوص کر رکھا ہو خواہ وہاں کوئی نشان ہو یا نہ ہو۔ وہاں پتھر یا لکڑی کی مورت ہو یا نہ ہو۔ ہم اپنی زبان میں اسے استھان کہتے ہیں۔

"انصاب ان پتھروں کہا جاتا تھا جو حرم کعبہ میں کعبۃ اللہ کے ارد گرد نصب تھے اور کفار ان کیلئے جانور ذبح کرتے تھے اور جانوروں کا خون ان پتھروں پر مل دیا کرتے تھے[1]

4- ازلام:۔ ازلام سے مراد فال گیری اور قرعہ اندازی کی وہ تمام مشرکانہ کھیلیں ہیں جن کے ذریعے قسمت کا حال معلوم کیا جاتا ہے یا مختلف امور کا فیصلہ کرنے کیلئے انکو اختیار کیا جاتا ہے ان کا تعلق دور جہالت سے ہو یا موجودہ ترقی یافتہ دور ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

دور جہالت میں عرب میں عام رواج تھا کہ وہ قرعہ اندازی اور فال گیری سے اپنی

۱۔ ضیاء القرآن سورۂ مائدہ حاشیہ ۱۶۵

قسمت کا حال معلوم کیا کرتے تھے۔ ہبل دیوتا اور بت اس مقصد کیلئے مخصوص تھا۔ اس کے پاس ہر وقت سات تیر جن کو پانسے کہا جاتا تھا موجود رہتے تھے۔ ان تیروں پر مختلف عبارتیں کندہ ہوتی تھیں۔ پانسہ نکالنے کیلئے باقاعدہ ایک پانسہ دار مقرر ہوتا تھا جسے صاحب القداح کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ قتل کا فیصلہ ہوتا' کسی گم شدہ چیز کی تلاش ہوتی' سفر پر روانہ ہونا ہوتا یا کوئی بھی دوسری بات پوچھنا ہوتی تو وہ ہبل کے پاس جاتے اور پانسہ دار کو مقررہ فیس ادا کرکے پانسہ ڈلواتے اور جو تیر نکلتا اس پر لکھی ہوئی عبارت پر عمل کرتے کیونکہ وہ اسے ہبل کا فیصلہ قرار دیتے تھے۔ تیروں پر امرنی ربی (مجھے میرے رب نے اس بات کا حکم دیا ہے) یا منعنی ربی (مجھے رب نے منع کیا ہے) لکھا ہوتا تھا۔

آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی توہم پرستانہ فال گیری اپنے زوروں پر ہے۔ مملکت خداداد پاکستان کے کسی شہر میں چلے جایئے سڑکوں کے کنارے بساط بچھائے آپ کو ان پڑھ پروفیسر صاحبان بڑی تعداد میں مل جائیں گے جو حال' ماضی اور مستقبل کے حالات بتانے کا دعویٰ کریں گے۔ وہ فلکیات' نجوم' رمل' فال گیری اور نہ معلوم کن کن علوم میں مہارت کا دعویٰ کریں گے۔ کوئی کسی وہم کے مارے کا ہاتھ پکڑ کر لکیروں کو گھور رہا ہوگا۔ کوئی کاغذ پر لکیریں' دائرے اور مربع کھینچ کر زائچہ تیار کر رہا ہوگا۔ کوئی کسی سادہ لوح وہم کے مارے ضرورت مند انسان کے کانوں سے منہ لگائے مستقبل کی کامرانیوں کی نوید سنا رہا ہوگا۔ کہیں فالنامے پر انگلیاں رکھوائی جارہی ہوں گی اور کہیں سدھائے ہوئے طوطے چونچ میں لفافہ ڈال کر لے آئیں گے جس میں اس شخص کا مقدر لکھا ہوگا۔

یہ سب کیا ہے؟

یہ شیطان کی چالیں ہیں۔ شیطان لعین نہیں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے اس کی مشیت اور رضا پر سر تسلیم خم کریں۔ اس نے ان کاموں کیلئے اپنے کارندے چن رکھے ہیں جو صبح شام' دن رات لوگوں پر ڈاکے ڈال کر ان سے ان کی سب سے بڑی پونجی دولت ایمان

چھین لینے میں معروف ہیں۔ ابلیس جب اس قسم کے بورڈ پڑھتا ہوگا "جو چاہو پوچھو" "ہر خواہش پوری ہوگی" "مستقبل کا حال جان لو" تو اپنے کارکنوں کی کارکردگی پر خوشی سے بے حد خوش ہوکر قہقہے لگاتا ہوگا۔

جھوٹے وعدے اور غلط امیدیں

1- [1] شیطان (جھوٹے) وعدے کرتا ہے ان سے اور (غلط) امیدیں دلاتا ہے ان کو۔ اور نہیں وعدہ کرتا ان سے شیطان مگر مکر و فریب کا"

2- [2] "اور وعدہ نہیں کرتا ان سے شیطان مگر مکر و فریب کا"

ابلیس دولت دین و ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کیلئے جو ہتھیار استعمال کرتا ہے ان میں سے ایک "جھوٹی امیدیں" بھی ہے۔ وہ انسان کو کبھی نہ پورے ہونے والے امیدوں کے سبز باغ دکھا کر اس سے متاع عقل و خرد لوٹ لیتا ہے۔ وہ انسان کے دل میں جھانک کر اس کی خوابیدہ تمناؤں کا کھوج لگاتا ہے۔ وہ ان کو پورا کرنے کے جھوٹے وعدے کر کے ان کو بیدار کرتا ہے اور پھر انسان کو اپنے مکر و فریب ایسی زنجیروں میں جکڑ لیتا ہے کہ انسان ان کو توڑ کر آزاد نہیں ہوسکتا اور ہمیشہ کیلئے اس ظالم جفا جو کے اشاروں پر ناچنے پر مجبور ہو جاتا۔ وہ انسان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ہی اس سے چھین لیتا ہے اور اس کے نفس پر پورا قابو پالیتا ہے' اب انسان اسکی تقلید پر مجبور ہوجاتا ہے۔ وہ انسان کو عین اس وقت بے یار و مددگار چھوڑ کر رفو چکر ہوجاتا ہے' جب وہ مصائب و آلام کی چکی کے دو پاٹوں میں پسنے لگتا ہے۔

"حکائت"

رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو کفار مکہ کو خیال گذرا کہ نئے شہر میں وہ جلد مشکلات کا شکار ہو جائیں گے اور ان

ا۔ سورۃ النساء ۱۲۰' ۲۔ سورۃ بنو اسرائیل ۶۴'

کی مدد نہیں کریں گے۔ خاص طور پر طاقتور قبائل ان کی ترقی کے راستہ میں بڑی رکاوٹ ثابت ہونگے۔ لیکن اسلام کے نوزائیدہ شجر مبارک کو پھلتے پھولتے دیکھ کر مشرکین کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگے۔ ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ وہ اسلام کی طاقت کو نقصان پہنچانے اور مسلمانوں کو نیچا دکھانے پر ادھار کھائے بیٹھے تھے کہ اسی دوران ایک ایسا واقعہ پیش آ گیا جس نے ابوجہل کے دل میں غیض وغضب کے طوفان برپا کر دیئے۔ ہوا یوں کہ ابوسفیان جو ابھی تک دولت ایمان سے محروم تھے' شام سے ایک بہت بڑے تجارتی قافلہ کے ساتھ واپس مکہ آ رہے تھے۔ قافلہ میں کم وبیش مکہ کے ہر قبیلہ کا سامان تجارت موجود تھا اور وہ بے پناہ منافع بھی ہمراہ تھا جو شام سے کما کر لا رہے تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس تجارتی قافلہ کا راستہ روکنے کا فیصلہ کیا اور تین صد سے کچھ زائد صحابہؓ کو ساتھ لے کر بدر کی طرف روانہ ہوگئے۔

ابوسفیان کو جاسوسوں نے خبر پہنچا دی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قافلہ کا راستہ روکنے کیلئے مدینہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ ابوسفیان ایک دانا اور ہوش مند قافلہ سالار تھے' انہوں نے دو اقدام کئے۔ اول یہ کہ اپنا راستہ تبدیل کرلیا۔ عام تجارتی راستہ کو چھوڑ کر سمندر کی طرف ہٹ گئے۔ دوم یہ کہ ضمضم غفاری کو اپنا قاصد بنا کر مکہ والوں کے پاس بھیج دیا۔ ابوجہل کو جب یہ خبر ملی تو اسکے غصہ کی کوئی حد نہ رہی' اس نے مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ کر کے ایک ہزار کا لشکر جرار تیار کرلیا۔ جب تیاریاں مکمل ہوگئیں تو اس خیال نے سب کو پریشان کردیا کہ بدر کی طرف روانہ ہونے کے بعد بنوکنانہ مکہ پر حملہ نہ کردیں۔ قریش کی بنوکنانہ کیساتھ مخاصمت چل رہی تھی۔ اپنے ایک قتل کا بدلہ لینے کیلئے ایک قریشی نے بنوکنانہ کے سردار عامر کو قتل کر دیا تھا اور اس کی تلوار لا کر غلاف کعبہ کے ساتھ لٹکا دی تھی۔ روانگی کا وقت قریب تھا کہ قریش کو بنوکنانہ کا خیال آ گیا کہ وہ مکہ کو خالی پا کر حملہ نہ کردیں۔ اس بات کا قوی امکان موجود تھا۔ اس خیال نے انہیں پریشان کردیا اور وہ اپنے اہل وعیال اور گھر

بار کو بچانے کیلئے مہم کو ترک کر دینے کے بارے میں مشورہ کرنے لگے۔

ابلیس نے جب اس نئی صورت حال کا مشاہدہ کیا تو پریشان ہو گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ جنگ ضرور ہو۔ قتل و غارت کا میدان گرم ہو۔ خون کی ندیاں بہہ جائیں۔ مخالفت اور مخاصمت کے نئے طوفان اٹھ کھڑے ہوں۔ یہ سوچ کر وہ سراقہ بن مالک المدلجی کی شکل میں قریش کے پاس گیا اور انہیں یقین دلانے لگا کہ ان کی غیر موجودگی میں بنو کنانہ مکہ پر حملہ نہیں کریں گے۔ وہ بنو کنانہ کا ضامن بن گیا۔ اس نے ایک اور سفید جھوٹ بولا۔ کہنے لگا: بنو کنانہ تو تمہاری مدد کرنا چاہتے ہیں اور وہ اس سلسلہ میں تیاریوں میں مصروف ہیں۔

قرآن مقدس میں ارشاد گرامی ہے۔

[1]"اور یاد کرو جب آراستہ کر دیئے ان کیلئے شیطان نے انکے اعمال اور انہیں کہا کہ تم پر آج کوئی غالب نہیں آ سکتا ان لوگوں میں سے اور میں تمہارا نگہبان ہوں"

ابلیس نے نہ صرف بنو کنانہ کے حملہ سے قریش کو تحفظ کی ضمانت دی بلکہ فریب کاری کا ایک نیا جال بھی ان کیلئے پھیلا دیا۔ انہیں انکی قوت کے بل پر فتح و کامرانی کی یقین دہانی بھی کرادی۔ قریش کی قوت کے بلند بانگ دعوے کر کے انکے ارادۂ جنگ کو پختہ کر دیا اور قریش ان جھوٹے وعدوں اور غلط امیدوں سے مالا مال ہو کر مکہ سے روانہ ہو گئے اور جب ابوسفیان کے بھیجے ہوئے قاصد قیس نے ابوجہل کو یہ پیغام پہنچایا کہ تجارتی قافلہ بچ کر نکل آیا ہے اسلئے لشکر کشی کی اب کوئی ضرورت نہیں تو ابوجہل نے واپس لوٹنے سے انکار کر دیا حالانکہ کئی بڑے سردار اس مہم کو ترک کر دینے کے حق میں تھے۔ دراصل ابلیس ابوجہل کے ذہن پر مسلط ہو گیا تھا اسکے نتیجہ میں بدر کے میدان میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے ڈٹ گئے۔

میدان کارزار گرم ہو گیا۔ سر دھڑ کی بازی لگ گئی۔ ابلیس سراقہ کی شکل میں میدان

۱۔ سورۂ انفال ۴۸

میں موجود تھا۔ گھمسان کا رن پڑ رہا تھا۔ ابلیس کی ریشہ دوانیاں قابل دید تھیں۔ وہ میدان میں بھاگا پھر رہا تھا اور غنڈوں کی حوصلہ افزائی میں مصروف تھا۔ اسی دوران اسے ملائکہ کی فوج نظر آ گئی۔ اب تو اسکے اوسان خطا ہو گئے۔ اس کی چیخیں بلند ہوئیں اور وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ کافر اسے بلاتے رہ گئے لیکن اس نے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ حارث بن ہشام نے تیزی سے آگے بڑھ کر اسکو پکڑ لیا اور کہا:

"اے سراقہ! ہمیں جنگ کی بھٹی میں دھکیل کر خود کہاں بھاگے جا رہے ہو؟"

ابلیس نے اسے ایک گھونسہ رسید کیا اور دھکا دے کر گرا دیا اور خود پھر بھاگ کھڑا ہوا۔

وہ بھاگا جا رہا تھا اور کہتا جاتا تھا

[1]"مجھے وہ کچھ نظر آ رہا ہے جو تم نہیں دیکھ پا رہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت شدید ہے"

اس طرح ابلیس نے پہلے تو قریش سے جھوٹے وعدے کئے اور غلط امیدیں دلائیں اور جب وہ جنگ کی بھٹی میں جھلسنے لگے تو ان کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ نکلا۔

اے غافل انسان! اپنی آنکھوں سے غفلت کے پردے اتار دے اور اپنے صریح دشمن کے جھوٹے وعدوں اور غلط امیدوں کے سبز باغ میں کھو کر نہ رہ جا۔ ورنہ یہ دغا باز دشمن تجھے ذلت و رسوائی سے دو چار کر کے خود فرار ہو جائے گا اور تجھے کہیں پناہ نہ ملے گی اس فریب کار کے مکر و فن سے بچنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جا۔ بس وہی اس مردود کے حملوں سے تجھے بچا سکتا ہے۔

"کفر کی ترغیب"

ارشاد خداوندی ہے۔

[2]"پہلے وہ (ابلیس) انسان سے کہتا ہے کہ کفر کر اور جب انسان کفر کر بیٹھتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے بری الذمہ ہوں۔ مجھے تو اللہ رب العلمین سے ڈر لگتا ہے"

۱۔ سورۂ انفال ۴۸ ۲۔ سورہ حشر ۱۶

ابلیس کو یہ کب گوارہ ہوسکتا ہے کہ کوئی انسان نیک اعمال اختیار کر کے اللہ تعالٰی کی خوشنودی حاصل کر لے اور جنت کا حق دار قرار پائے جبکہ وہ اس بات کا اعلان کر چکا ہو کہ وہ کسی کو اپنا ایمان دنیا سے سلامت لے جانے کے قابل نہ چھوڑے گا۔ ابلیس جب کسی انسان کو صراط مستقیم پر گامزن دیکھتا ہے تو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اسے دولت دین و ایمان سے محروم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ نت نئے جال پھیلاتا ہے' نئے ہتھکنڈے اختیار کرتا ہے اور نئی شعبدہ بازیاں دکھاتا ہے اور بالآخر انسان کو ایسے اعمال اختیار کرنے پر مجبور کر دیتا ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ انسان جب کفر کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے تو مصائب و آلام کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسے ابلیس سے مدد کی توقع ہوتی ہے لیکن ابلیس اس کی کسی طرح کی مدد کرنے پر تیار نہیں ہوتا حالانکہ اس نے پہلے مدد کا وعدہ کر رکھا ہوتا ہے۔ ابلیس اس کو مصائب و آلام کے بھنور میں چھوڑ کر بھاگ نکلتا ہے۔

گزشتہ صفحات میں ایک اسرائیلی عابد کی حکایت گزر چکی ہے جسے ابلیس نے پہلے زنا کاری پر آمادہ کیا پھر اس سے قتل عمد کا ارتکاب کروایا اور جب ان جرائم میں اسے تختۂ دار پر لٹکایا جانے لگا تو ابلیس مکار نے اسے دولت ایمان سے ہی محروم کر دیا۔ اسے کہا کہ مجھے سجدہ کر لو تو تمہاری جان بچا لوں گا۔ بدنصیب نے سجدہ کر لیا لیکن بے وفا نے آنکھیں پھیر لیں اور کہا کہ میں تم سے بیزار ہوں۔ اس طرح وہ عابد دین و دنیا سب کچھ برباد کر کے اس دنیا سے رخصت ہو کر چلا گیا۔

"حکایت"

ایک نیک انسان شدید بیمار ہو گیا۔ کوئی علاج کارگر ثابت نہ ہوا اور اس کی موت کا وقت قریب آ گیا۔ دوست احباب جمع ہو گئے اور اسے کلمہ طیبہ کی تلقین کرنے لگے۔ اس شخص نے منہ پھیر لیا اور کلمہ نہیں پڑھا۔ دوبارہ تلقین کی گئی تو اس نے پھر منہ پھیر لیا اور کلمہ نہیں

پڑھا۔ دوبارہ تلقین کی گئی تو اس نے منہ پھیر لیا' دوستوں کی شدید خواہش تھی کہ مرنے سے پہلے وہ کلمہ پڑھ لے اس لئے تیسری مرتبہ تلقین کی تو وہ کہنے لگا: ''نہیں''

اس صریح انکار سے دوستوں کو بہت رنج بھی ہوا اور تعجب بھی۔ تعجب اس بات پر ہوا کہ وہ ایک نیک فطرت انسان تھا۔ عابد و زاہد تھا اس کا انجام یہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ وہ اسی موضوع پر دلی زبانوں سے گفتگو کر رہے تھے کہ زاہد کو ہوش آ گیا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں اور دوستوں سے پوچھا:

زاہد: ''کیا تم مجھے کچھ کہہ رہے تھے؟''

دوست: ''ہاں! ہم تم سے ہی مخاطب تھے''

زاہد: ''میں نیم بیہوشی کے عالم میں تھا۔ تم کیا کہنا چاہتے تھے؟''

دوست: ''ہم تمہیں کلمہ کی تلقین کر رہے تھے لیکن افسوس دو مرتبہ تو آپ نے منہ پھیر لیا اور تیسری مرتبہ انکار کر دیا''

زاہد: ''خدا کیلئے ایسا نہ کہیے میں نے کلمہ پڑھنے سے انکار نہیں کیا''

دوست: ''پھر تم نے کس بات کا انکار کیا تھا''

زاہد: ''بات دراصل یہ ہے کہ میرے پاس ابلیس ملعون آیا تھا' اس کے ہاتھ میں پانی کا ایک پیالہ تھا۔ مجھے پیاس کی شدت محسوس ہو رہی تھی۔ ابلیس کہنے لگا! پانی پیو گے میں نے کہا ہاں؟

وہ کہنے لگا تو پھر کہو عیسیٰ اللہ تعالیٰ کا بیٹا تھا۔ میں نے یہ سن کر منہ پھیر لیا تھا۔ اس نے دوبارہ یہی مطالبہ کیا میں نے دوبارہ منہ پھیر لیا۔ جب اس نے تیسری بار یہی مطالبہ کیا تو پھر میں نے سختی سے جواب دیا اور منہ سے کہہ دیا کہ ''نہیں'' میں نے ابلیس کا قول رد کیا تھا۔ تمہارا قول رد نہیں کیا تھا۔ اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں''

قارئین مکرم! آپ نے مشاہدہ فرما لیا۔ ابلیس دمِ واپس تک انسان کو کفر میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اسکے دام فریب سے محفوظ رکھے۔

حضرت امام شافعی اور ابلیس

ایک دفعہ ابلیس لعین حضرت امام شافعی کے پاس چلا گیا اور کہنے لگا میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو؟

ابلیس:۔ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے کہ جس نے مجھے پیدا کیا' جیسے چاہا اور مجھ سے جو چاہا کام لیا۔ اب وہ اپنی مرضی سے چاہے تو مجھے دوزخ میں ڈال دے چاہے تو جنت میں ڈال دے۔ کیا یہ عدل ہے یا ظلم؟

امام شافعی (ابلیس کو پہچان کر اور اس کے کلام میں غور کرنے کے بعد) ''اے ذلیل! اگر اس نے تجھے اس طرح پیدا کیا جیسے کہ تو چاہتا ہے تو تجھ پر ظلم کیا اور اگر اس نے اس طرح پیدا کیا جیسے وہ چاہتا تو اس سے کوئی پرسش نہیں کرسکتا جو وہ کرتا ہے اور سب سے پرسش ہوگی۔''

یہ جواب سن کر ابلیس بے حد شرمندہ اور منفعل ہوگیا۔ پھر کہنے لگا:

ابلیس: ''اے شافعی میں نے اس سوال کے ذریعے ہزاروں عابدین کو گمراہ کر کے ان کے نام زندیقین کی کتاب میں درج کرا دیئے مگر تو بچ گیا۔''

ابلیس کی گذرگاہیں

بنی آدم کو اپنی فریب کاریوں کا شکار بنانے کیلئے ابلیس نے اپنے راستے متعین کر رکھے ہیں۔ وہ راستے مندرجہ ذیل ہیں۔

1- غصہ اور شہوت:۔ انسانی غصہ اور شہوت ابلیس کا سب سے پہلا دروازہ ہے غصہ عقل کو کمزور کر دیتا ہے اور جب عقل کمزور ہو تو شیطان کامیابی کے ساتھ حملہ آور ہو جاتا ہے۔

انسان اسکے مکر و فریب کو سمجھنے کی اہلیت سے محروم ہوتا ہے۔ جب انسان غصہ سے مغلوب ہوتا ہے تو ابلیس اسکے ساتھ اس طرح کھیلتا ہے جس طرح لڑکے گیند کے ساتھ کھیلتے ہیں۔

شہوت بھی غصہ کی طرح ایک جذبہ ہے۔ جب ایک مرد خدا کو اس پر قابو ہوتا ہے تو اس سے عفت' شرافت اور پاک دامنی کے چشمے پھوٹتے ہیں اور جو انسان اس سے مغلوب ہو جاتا ہے وہ گویا ابلیس سے مغلوب ہو گیا اور پھر اس سے بے غیرتی' بداخلاقی اور بدکرداری کی ایسی راہیں نکلتی ہیں جن پر ابلیس کی حکمرانی ہوتی ہے۔

2- حسد و حرص:- ابلیس کا دوسرا دروازہ حسد و حرص ہے۔ ابلیس اس میں سے داخل ہو کر انسان کو آسانی سے شکار کر لیتا ہے۔ حسد اور حرص انسان کو اندھا بنا دیتے ہیں۔

حکایت

اللہ تبارک و تعالٰی نے جب حضرت نوحؑ کی قوم پر پانی کا عذاب مسلط کیا اور نوحؑ کو مومنین کے ہمراہ ایک کشتی میں سوار ہونے کا حکم دیا تو نوحؑ نے تمام جانوروں اور پرندوں کا ایک ایک جوڑا بھی کشتی میں سوار کر لیا۔ جب کشتی موجوں کے تھپیڑے کھاتی ہوئی روانہ ہوئی تو نوحؑ نے کشتی کے ایک کونے میں ایک بڈھے کو سوار دیکھا۔ وہ اسے پہچان نہ سکے اس لئے اس سے پوچھا:

حضرت نوحؑ: "تم کون ہو اور کشتی میں کیوں سوار ہوئے؟"

ابلیس: "میں کشتی میں اسلئے سوار ہوا ہوں کہ آپ کے ساتھیوں کے دلوں پر قابو پالوں تاکہ ان کے دل تو میرے ساتھ ہوں اور جسم آپ کے ساتھ"

حضرت نوحؑ: نکل جا ملعون۔ اللہ کے دشمن تیری یہاں کوئی جگہ نہیں"

ابلیس: "مجھے کشتی سے نہ نکالیں میں آپ کو پانچ باتیں بتاؤں گا جن کے ذریعے میں

ا۔ مکاشفۃ القلوب ۱۲۸'

لوگوں کو ہلاک کرتا ہوں"

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ اسے کہو مجھے تمہاری تین باتوں کی احتیاج نہیں دو باتیں بتا دو"

حضرت نوح: "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں صرف دو باتیں بتاؤ"

ابلیس: "وہ دو باتیں حرص اور حسد ہیں جن کے باعث لوگ تباہ ہوئے۔ میں حسد کے باعث ملعون ہوا اور مردود قرار دیا گیا اور آدم (علیہ السلام) کو حرص نے جنت سے نکلوایا۔ اولاد آدم کیلئے اب میرے پاس حرص بہت بڑا پھندا ہے' جس سے میں ان کو بڑی آسانی سے شکار کرلیا کرتا ہوں۔

3- سیر ہوکر کھانا

سیر ہوکر کھانے سے انسان کی قوت شہویہ کو ابھرنے کا موقعہ مل جاتا ہے اور ابلیس اسے آسانی سے اپنا شکار بنالیتا ہے۔ کھانا اگرچہ حلال اور پاک ہی ہو سیر ہوکر کھانے سے آدمی فتنوں کا شکار ہوجاتا ہے۔

حضرت یحییٰ نے ابلیس کو دیکھا کہ اس کے جسم پر بے شمار چھچھڑے جو کسی نہ کسی چیز سے بھرے ہوئے تھے۔ انہوں نے ابلیس سے پوچھا:

حضرت یحییٰ: "اے ابلیس یہ تمہارے جسم پر کیا ہے؟"

ابلیس: "یہ شہوات ہیں جن کی مدد سے میں ابن آدم کو شکار کرتا ہوں"

حضرت یحییٰ: "کیا ان میں سے کچھ میرے لئے بھی ذریعہ شکار ہیں؟"

ابلیس: "ہاں! ہے"

ابلیس: "گاہے گاہے آپ سیر ہوکر کھاتے ہیں تو نماز اور اللہ کے ذکر میں گرانی پیدا ہوجاتی ہے"

حضرت یحییٰ: ''کچھ اور بھی ہے؟''

ابلیس: ''نہیں! اور کچھ نہیں''

حضرت یحییٰ: ''مجھ پر اللہ تعالیٰ کی خاطر لازم ہوا کہ پیٹ کبھی نہیں بھروں گا''

ابلیس: ''مجھ پر یہ لازم ہوا کہ آئندہ کسی کو نصیحت نہیں کروں گا''

ارشاد نبوی

[1] حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ آدمی نے پیٹ سے زیادہ برا کوئی برتن نہیں بھرا۔ ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا کر دیں۔ اگر زیادہ کھانے کی ضرورت ہو تو تہائی پیٹ کھانے کیلئے اور تہائی پانی کیلئے اور تہائی سانس کیلئے رکھے۔

4- مکان' لباس اور سامان خانہ:۔

انسان اپنی زندگی کے قیمتی لمحات بے جا خواہشات کی تکمیل میں برباد کر دیتا ہے اور سامان آخرت کو نظر انداز کر کے سامان دنیا کی فکر میں سرگرداں رہتا ہے۔ یہ بھی انسان کے خلاف ابلیس کی ایک چال اور فریب کاری ہے۔ وہ ہر وقت بنی آدم کو مکان کی تعمیر و تزئین میں مصروف رکھتا ہے۔ اچھے لباس اور دیگر سامان زینت کے جمع کرنے میں انسان کو لگائے رکھتا ہے' اس طرح مقصد حیات اس کی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور مرتے دم تک وہ اپنی خواہشات کی تکمیل میں سرگرداں رہتے ہیں۔

5- لوگوں سے طمع رکھنا:۔

انسان صرف ایک در کا بھکاری ہے اور وہ ہے اللہ کا در' اللہ رب العزت نے اپنے بندے کو عزت اور وقار عطا فرمایا ہے۔ اللہ پاک نہیں چاہتا کہ اس کا بندہ در بدر مانگتا اور ٹھوکریں کھاتا پھرے جب کہ ابلیس انسان کو اللہ کے در سے ہٹا کر لوگوں کے دروازوں پر لے جاتا ہے۔ وہ ہر ایک سے امیدیں وابستہ کر لیتا ہے۔

1۔ ترمذی و ابن ماجہ

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ کے سامنے ابلیس ظاہر ہوا اور کہنے لگا اے ابن حنظلہ! میں تمہیں ایک بات سکھانا چاہتا ہوں۔

انہوں نے فرمایا: ''مجھے تمہاری کسی بات کی ضرورت نہیں''

ابلیس کہنے لگا: ''سن تو لو! اگر تمہارے فائدے کی ہو تو لے لینا اور اگر فائدہ کی نہ ہو تو رد کر دینا۔

اے ابن حنظلہ! اللہ تبارک و تعالیٰ کے بغیر کسی سے بھی رغبت سے نہ مانگو۔ جب غضبناک ہو تو اپنے پر دھیان رکھو کیونکہ انسان کی اسی حالت غیض و غضب میں اس پر مجھے قابو حاصل ہو جاتا ہے۔

6- جلد بازی:-

ثابت قدمی اور غور و فکر انسان کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے عطا کی جاتی ہے جب کہ جلد بازی ابلیس کی طرف۔ جلد بازی کے ذریعے ابلیس ابن آدم سے بڑے بڑے کام کروالیتا ہے جن کی وجہ سے وسیع پیمانے پر تباہی اور بربادی پھیلتی ہے۔ بلا سوچے سمجھے فیصلے کئے جائیں تو گھر، شہر بلکہ ملک تک تباہی و بربادی سے ہم کنار ہو جاتے ہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت:-

منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ کی ولادت کے موقع پر بت سرنگوں ہو گئے۔ جب شیطان کے چیلوں نے یہ خبر ابلیس کو پہنچائی تو وہ کہنے لگا کوئی بڑا حادثہ رونما ہوا ہے۔ تم انتظار کرو میں ابھی تمہیں اس کی خبر دیتا ہوں۔ وہ دور نزدیک تک اڑتا پھرا لیکن اسے کچھ خبر نہ ہوئی۔ پھر اسے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ کی ولادت ہوئی ہے۔ وہ اپنے شتونگڑوں کے پاس لوٹ آیا اور کہنے لگا اللہ کے ایک نبی کی ولادت ہوئی ہے اسی لئے مجھے خبر نہیں ہوئی ورنہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے میں پاس موجود ہوتا ہوں۔ لوگ بت پرستی سے مایوس ہو گئے ہیں۔ تم

اب انکے پاس جلد بازی اور تساہل کا ہتھیار لے کر جاؤ تو کامیابی کے زیادہ امکانات ہیں۔

حکایت

ایک آدمی نے ایک کتا پال رکھا تھا جو اپنے مالک کا بے حد وفادار تھا۔ ایک روز اسی آدمی کو اچانک گھر سے باہر جانا پڑا۔ گھر میں اس کا شیر خوار بچہ تھا۔ وہ اپنے پالتو کتے کو اس کی حفاظت پر مامور کر گیا۔ کتا اس کمرے کی دہلیز پر پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا جس میں بچہ سویا ہوا تھا۔ کچھ دیر گذری ہوگی کہ کتے کو ایک بھیڑیئے کے غرانے کی آواز سنائی دی۔ بھیڑیا شیر خوار بچے کو اٹھا لے جانا چاہتا تھا۔ کتا بھیڑیئے کے مقابلہ میں ڈٹ کر کھڑا ہوگیا۔ پھر ان کے درمیان خوفناک جنگ ہوئی۔ کتا اگرچہ کمزور تھا لیکن اپنے فرض کی ادائگی کیلئے وہ خوب بے جگری سے لڑا اور بھیڑیئے کو مار گرایا لیکن خود بھی زخمی ہوگیا۔ وہ خون آلود منہ اور پنجوں کے ساتھ پھر دروازے پر لیٹ گیا۔ جب مالک واپس آیا تو اس نے کتے کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ اس نے شیر خوار بچے کو پھاڑ کھایا ہے۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ مالک کو دیکھ کر کتا دم ہلاتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔ کتے کے اس عمل نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ مالک نے نمک حرام بے وفا کہتے ہوئے اس کا کام تمام کردیا۔ اس کے بعد وہ کمرے میں داخل ہوا تو اپنے شیر خوار بچے کو صحیح وسلامت کھیلتا ہوا بچھونے پر موجود پایا اور دیکھا کہ ایک مردہ بھیڑیا اس کے بچھونے کے قریب پڑا تھا۔ اب اسے تمام صورت حال سمجھ آ گئی۔ وہ غمزدہ اور پریشان ہوگیا۔ کتے کی وفاداری کے جذبہ پر اس کے آنسو نکل آئے لیکن اب کیا ہوسکتا تھا۔ اسکی جلد بازی بدترین نتائج پیدا کر چکی تھی۔

7- مال وزر اور درہم و دینار:-

ضرورت سے زائد مال وزر اور درہم و دینار کو شیطان کی جائے رہائش قرار دیا گیا ہے کیونکہ انکے ذریعے انسان کے دل میں غرور اور بغاوت کے جراثیم پیدا ہوتے ہیں اور ابلیس

اس صورت حال سے خوب کام لیتا ہے۔

پتھر کا تکیہ

[1]حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دنیاوی مال و دولت کبھی جمع نہ کیا بلکہ اپنا گھر تک بنانے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ اکثر دین کی تبلیغ کے سلسلہ میں محو گردش رہا کرتے تھے۔ جہاں نیند آتی زمین پر لیٹ کر سو جاتے۔ ایک روز زمین پر لیٹے ہوئے تھے اور ایک پتھر کو سرہانے کے طور پر سر کے نیچے رکھا ہوا تھا۔ ابلیس کا وہاں سے گذر ہوا تو کہنے لگا: اے عیسیٰ! یہ کیا۔ تم بھی دنیا کی طرف راغب ہو گئے۔ عیسیٰ سمجھ گئے اور پتھر کو سر کے نیچے سے نکال کر ابلیس کی طرف پھینک دیا اور فرمایا:

"لے جا! یہ دنیا بھی تو ہی لے جا۔

بعثت مصطفوی ﷺ

جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو ابلیس نے اپنے چیلوں کو ایک جگہ جمع کر کے فرمایا کہ کوئی بہت بڑا واقعہ رونما ہو چکا ہے دور و نزدیک پھیل جاؤ اور پتہ چلاؤ۔ جب وہ سب ناکام لوٹ آئے تو ابلیس کہنے لگا: تم انتظار کرو میں پتہ چلا کہ آتا ہوں۔ چنانچہ وہ چلا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گیا اور کہنے لگا کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت ہوئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد شیاطین صحابہؓ کے پاس جاتے اور واپس لوٹ کر شیطان کو بتاتے کہ ہمارا ان پر کوئی بس نہیں چلتا۔

آخر ابلیس نے انہیں کہا: انتظار کرو! جب ان پر دنیا کی فراخی آئے گی تو ہمارا کام بن جائے گا۔

8- بخل اور فقر و احتیاج کا ڈر:-

ارشاد خداوندی ہے:

1۔ مکاشفۃ القلوب ۱۳۱

"شیطان تمہیں فقیری سے دھمکاتا ہے"[1]

اللہ تبارک و تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو اپنے مال میں سے اس کی راہ میں خرچ کرنے کا بار بار حکم دیا ہے۔ جہاں نماز کا حکم ہے اکثر و بیشتر اسکے ساتھ زکوۃ کا بھی حکم ہے۔ زکوۃ کے علاوہ صدقات کو بھی بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے' صدقات و خیرات کا حکم انسان کی بھلائی کیلئے ہی ہے' اللہ تو بے نیاز ہے اس کو تو کسی کے صدقات کی احتیاج نہیں۔ اسلام معاشرتی بہبود کا علمبردار ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے پیار کرتا ہے اور ان کی بہتری چاہتا ہے لیکن ابلیس بنی آدم کا دشمن ہے اور اسکی بربادی کا خواہاں ہے' اسلئے وہ انسان کو اس عظیم اجر سے محروم رکھنا چاہتا ہے جو اسے انفاق فی سبیل اللہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔

ابلیس اہل زر کے دلوں میں مسلسل یہ خدشات پیدا کرتا رہتا ہے کہ اگر تم اپنی دولت لوگوں پر خرچ کرو گے تو محتاج ہو جاؤ گے۔ اسکے علاوہ انکے دلوں میں یہ بھی پھونکتا رہتا ہے کہ جو دولت تمہارے پاس ہے وہ تمہاری ہے' تم نے اپنے قوت بازو سے کمائی ہے۔ تم بلا شرکت غیر سے اسکے مالک ہو۔ کوئی دوسرا اس میں حصہ دار نہیں۔ اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ جو دولت تمہارے قبضہ میں ہے وہ اللہ کا فضل ہے اس میں اللہ کی مخلوق کا حصہ ہے۔ شیطان کے پجاریوں کے خیال کے مطابق دولت کو بچا بچا کر رکھنا اور اس میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کرنا عقل و دانش کا تقاضا ہے۔ اسکے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کے نزدیک دولت کو سمیٹ سمیٹ کر رکھنا دانشمندی نہیں تنگ نظری ہے اور دولت کو انسانی فلاح و بہبود کے کاموں میں خرچ کرنا دین و دنیا کی کامرانی کی ضمانت ہے۔

9۔ تعصب:۔

تعصب بہت بڑی لعنت ہے خواہ کسی بھی بنیاد پر ہو۔ تاریخ عالم شاہد ہے کہ مذہبی اختلاف کی بنیاد پر کیسے کیسے مظالم ڈھائے گئے۔ مفتوحہ اقوام کے مقتولین کی کھوپڑیوں کے

ا۔ سورۃ بقرہ ۲۶۸'

مینار بنائے جاتے اور ہلاکو خان اس سالار پر بہت خوش ہوتا جس کا بنایا ہوا مینار سب سے بلند ہوتا۔ قبطیوں نے بنو اسرائیل کے ہزاروں نوزائیدہ بچوں کو تہ تیغ کیا۔ بخت نصر نے بیت المقدس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ہزاروں یہودیوں کے سر قلم کر دیئے اور ہزاروں کو زنجیروں میں جکڑ کر بابل لے گیا۔ جاپانیوں پر ایٹم بم گرا کر بستے رستے ہیروشیما اور ناگا ساکی خس و خاشاک میں ملا دیا گیا۔ ہزاروں انسان موت کے بھینٹ چڑھ گئے اور جو بچ گئے ان کی زندگیاں موت سے زیادہ بھیانک ثابت ہوئیں۔

بنو اسرائیل فلسطینیوں کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں؟

متعصب ہندو بے دست و پا کشمیریوں پر کیسے کیسے مظالم ڈھا رہے ہیں؟

یہ سب ابلیس کی کارستانی ہے۔

ابلیس دارالندوہ میں:۔

متعصب مشرکین مکہ ایمان والوں کو مکہ میں کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یثرب والوں کے دل اسلام کیلئے کھول دیئے اور صحابہؓ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے ہجرت کر کے وہاں جانا شروع کر دیا اور کم و بیش تمام صحابہؓ وہاں منتقل ہو گئے۔ قریب تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی وہاں تشریف لے جاتے۔ یہ صورت حال مشرکین مکہ کیلئے بے حد ناقابل قبول ہونا چاہیے تھی۔ لیکن برا ہو تعصب کا جس نے مشرکین کے دلوں پر قبضہ جما رکھا تھا' ان کو یہ بھی اچھا نہ لگا کہ مسلمان ان سے چار سو میل دور جا کر بھی سکون کا سانس لے سکیں۔ انہوں نے دارالندوہ میں ایک خفیہ اجلاس طلب کیا جس میں صرف قبائلی سرداروں کو شرکت کی اجازت دی گئی۔ اجلاس شروع ہونے والا تھا کہ ایک بڈھا نجدی شاندار لباس زیب تن کئے دروازہ پر نمودار ہوا۔ یہ ابلیس تھا جو اجلاس میں شرکت کیلئے آیا تھا اور آتا کیوں نہ ان سب کو بھی تو اسی نے بھیجا تھا جو اندر بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوجہل نے دروازے پر آ کر اس کی پذیرائی کی اور اجلاس میں شریک ہونے

کی اسکی والہانہ خواہش سے خوش ہو کر اسے اپنے ساتھ اندر لے گیا۔ ابلیس اس لئے اجلاس میں شریک ہو رہا تھا کہ ان کے تعصب کے جذبات کو خوب ہوا دے کر اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کروا سکے۔ جلسہ کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ اجلاس کی غرض غائت بیان کی گئی۔ تجاویز طلب کی گئیں تو سب سے پہلی تجویز ابوالبختری کی طرف سے پیش کی گئی وہ کہنے لگا:

''اسے لوہے میں جکڑ دو' مکان میں بند کردو اور پھر انتظار کرو کہ اس جیسے شعراء کا جو حشر ہوا وہ اس کا بھی ہو جائے''

ابلیس: ''یہ کوئی پسندیدہ رائے نہیں۔ تم اسے بند کرو گے تو اسکے ساتھی اپنی جانوں کی بازی لگا اسے نکال لے جائیں گے اور تم ان کی راہ نہ روک سکو گے۔ پھر ان کی تعداد میں اس قدر اضافہ ہو جائے گا کہ لوٹ کر تمہیں شکست دے دیں گے۔ کوئی دوسری تجویز پیش کرو یہ ہرگز سودمند نہیں''

اسود بن زمعہ: ''ہم اسے اپنے علاقہ سے نکال دیتے ہیں۔ جہاں چاہے چلا جائے''

ابلیس: ''یہ رائے بھی اچھی نہیں۔ اگر تم نے اسے جانے دیا تو کسی عرب قبیلے کو ساتھ ملا کر تمہاری سرداریاں ختم کر دے گا''

ابوجہل: ''بخدا! میں ایک رائے دیتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ کوئی دوسری رائے اس سے اچھی نہیں ہو سکتی۔ ہر قبیلے سے ایک مضبوط جوان منتخب کرو۔ ہر جوان کے ہاتھ میں ایک تیز تلوار ہو اور وہ سب مل کر یکبارگی حملہ کر کے اسے ختم کر دیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ بنو ہاشم سب قبائل کا مقابلہ نہ کر سکیں اور سب قبائل مل کر آسانی سے خون بہا ادا کر سکیں گے''

ابلیس: ''میں اس سے بہتر کوئی رائے نہیں پاتا''

پس ابلیس لعین کے مشورہ پر قوم نے کاشانہ نبوی کا منتخب جوانوں سے گھیراؤ کروا دیا۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کی تدبیریں اللہ تبارک وتعالیٰ کے اٹل فیصلہ کے مقابلہ میں دھری رہ گئیں اور اللہ کے رسول ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ کوئی ان کا بال بیکا نہ کر سکا۔

10- تہمت اور بدظنی:-

ارشاد ربانی ہے۔

1 ''بدگمانی سے بچتے رہو''[1]

2 ''جو لوگ پاک دامن بھولی بھالی بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں۔ ان پر دنیا و آخرت دونوں میں لعنت ہے''[2]

ابلیس معاشرتی خوش حالی کا دشمن ہے اور معاشرہ میں بدامنی اور عدم توازن پیدا کرنے کیلئے اس کے پاس بے شمار حربے ہیں۔ تہمت اور بدظنی ان میں سے خاص طور پر آزمودہ ہیں جن سے وہ اکثر کام لیتا ہے۔

آدمؑ اور ابلیس

ابلیس کج فہم حضرت آدمؑ کو اپنے زوال کا ذمہ دار قرار دے کر ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گیا تھا حالانکہ وہ اپنے انکار اور تکبر کی وجہ سے اپنے مناصب جلیلہ اور مراتب عظیمہ سے محروم کیا گیا تھا۔ جب اسے جنت سے نکال دیا گیا اور حضرت آدمؑ کو جنت کی نعمتوں کا سزاوار قرار دیا گیا تو اس کے سینے پر سانپ لوٹنے لگے اور آدمؑ کو جنت کی نعمتوں سے محروم کرنے کیلئے کمربستہ ہو گیا۔ اس کو معلوم ہو گیا کہ آدمؑ کو ایک مخصوص درخت کا پھل کھانے سے روک دیا گیا ہے۔ اس نے فریب کاری کے ایسے جال بچھائے اور مکروفن کے ایسے داؤ پیچ لگائے کہ آدمؑ و حوا نے ممنوعہ پھل کھا لیا۔ ابلیس نے قسمیں کھا کھا کر انہیں یقین دلایا تھا کہ اس پھل کے کھانے سے انہیں حیات جاوید حاصل ہو جائے گی اور ان میں ملکوتی صفات پیدا ہو جائیں گی اور وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ اس طرح ابلیس کامیاب ہو گیا اور آدمؑ و حوا کو جنت سے نکلنا پڑا۔

یوں ابلیس نے اپنی مخالفانہ روش کا آغاز کر دیا۔

۱۔ سورۂ حجرات ۱۱، ۲۔ سورۂ نور ۲۳

ابلیس اور قابیل

ہابیل اور قابیل آدمؑ کے دو بیٹے تھے۔ دونوں میں کسی بات پر اختلافات پیدا ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ جس لڑکی کیساتھ حضرت آدمؑ ہابیل کی شادی کرنا چاہتے تھے قابیل بھی اس سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن وہ شرعی طور پر اس سے شادی نہیں کر سکتا تھا۔ حضرت آدمؑ نے دونوں کو اللہ کے حضور قربانی پیش کرنے کا مشورہ دیا۔ ہابیل کی قربانی قبول کر لی گئی اور قابیل کی قربانی رد کر دی گئی۔ اب تو قابیل اپنے بھائی کی جان کا دشمن بن گیا۔ اس نے اعلان کر دیا کہ وہ ہابیل کو مار ڈالے گا۔ ہابیل نے سنا تو بھائی کو اس برے فعل سے روکنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ نہ مانا اور بھائی کو مارنے کی تدبیریں سوچنے لگا۔ دنیا میں ابھی تک قتل کی کوئی واردات نہ ہوئی تھی اس لئے قابیل سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ کس طرح بھائی کی زندگی کا چراغ گل کرے۔

[1] کہا جاتا ہے کہ ابلیس نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قابیل کو راستہ دکھا دیا۔ ابلیس نے ایک جانور کو پکڑ کر لٹا دیا اور اس کا سر ایک پتھر پر رکھ کر دوسرے پتھر سے کچل ڈالا۔ قابیل نے جب یہ منظر دیکھا تو اس کو پتہ چل گیا کہ اس طرح کسی کو مارا جا سکتا ہے اس نے بھی اپنے بھائی کا سر ایک بھاری پتھر سے کچل دیا۔ یہ منظر دیکھ کر ابلیس بھاگا بھاگا حضرت حوا کے پاس گیا اور ان کو جا کر اطلاع دی کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا ہے۔ زمین پر بنی آدم کا پہلا قتل ابلیس نے کروایا۔

حضرت ابراہیم اور ابلیس

حضرت ابراہیمؑ نے بابل میں ولادت پائی اور بابل کے بادشاہ نمرود کو راہ راست پر لانے کا فریضہ ان کو سونپا گیا۔ آپ کی بھرپور تبلیغی کوششوں کے باجود وہ بدنصیب صراط مستقیم

---

[1] تفسیر ابن کثیر سورۂ مائدہ صفحہ ۸۵

کی طرف متوجہ نہ ہوا' ایک روز حضرت ابراہیمؑ نے ان کے بت کدے میں گھس کر بتوں کو توڑ پھوڑ دیا۔ اس طرح وہ قوم کے سامنے بتوں کی بے بسی کا نقشہ پیش کرنا چاہتے تھے اور اسے برہان بنا کر انہیں صراط مستقیم کی طرف لانا چاہتے تھے۔ نمرود نے یہ سب کچھ دیکھ کر لوگوں کے جذبات کو بھڑکا کر حضرت ابراہیمؑ کو زندہ آگ میں جلانے کا فیصلہ کیا۔ بابل کے لوگوں کو بتوں کی اعانت قرار دے کر لکڑیوں کا ایک ایک گٹھہ لانے کی ترغیب دی گئی اور جب آگ جلائی گئی تو اسکے قریب جا کر حضرت ابراہیمؑ کو اس ڈالنا ممکن نہ رہا کیونکہ آگ کی تپش دور تک جا رہی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ ابلیس نے جب ان حالات کا مشاہدہ کیا تو ایک بوڑھے آدمی کی شکل میں وہاں پہنچ گیا اور نمرود کو منجنیق تیار کرنے کا مشورہ دیا اور منجنیق کا نقشہ بھی تیار کر کے اسکے سپرد کر دیا۔ چنانچہ منجنیق تیار کر کے حضرت ابراہیمؑ کو اس کے ذریعے بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا گیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آگ کے نام حکم جاری کر دیا:

"اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم کیلئے سلامتی بن جا"

آگ ٹھنڈی ہو گئی اور حضرت ابراہیمؑ اس میں سے زندہ نکل آئے

بیٹے کی قربانی

حضرت ابراہیمؑ کو بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ نے بیٹا اسمٰعیل عطا فرمایا جب بیٹے کی عمر ۱۳ برس ہوئی تو ایک نیا امتحان شروع ہو گیا۔ آپ نے خواب دیکھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ آپ سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹے کی قربانی مانگی ہے۔ آپ نے سر تسلیم خم کر دیا اور بیٹے کو اپنے ہاتھوں ذبح کرنے کے مکہ سے منیٰ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب بیٹے سے اپنے خواب کا تذکرہ کیا تو اس نے سعادت مندی کا ثبوت دیتے ہوئے باپ کو اللہ کے فرمان پر

عمل کرنے کا مشورہ دیا اور ثابت قدم رہنے کا وعدہ کیا۔

دونوں باپ بیٹا جب شہر سے باہر نکلے تو ابلیس پریشان ہوگیا وہ نہیں چاہتا تھا کہ حضرت ابراہیمؑ اس امتحان میں سے سرخرو ہو کر نکلیں کیونکہ پہلے ہی وہ ان کے ہاتھوں کافی چرکے کھا چکا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی کاروائی کا آغاز کر دیا۔ پہلے تو آپ کے گھر جا پہنچا حضرت ہاجرہ تشریف فرما تھیں۔

پوچھنے لگا: "میاں کہاں ہیں؟"

ہاجرہ: "باہر گئے ہیں"

ابلیس: "اسمٰعیل بھی تو نظر نہیں آ رہا وہ کہاں ہے؟"

ہاجرہ: "وہ بھی باپ کے ساتھ گیا ہے۔ سیر و تفریح کے لئے گئے ہیں"

ابلیس: "دھوکے میں نہ رہنا۔ ابراہیم آج تمہارے بیٹے کو ذبح کرنے کیلئے لے گئے ہیں"

ہاجرہ: "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کبھی باپ بھی بیٹے کی جان کا دشمن ہوا ہے اور پھر میرے خاوند تو اپنے بیٹے سے بہت محبت کرتے ہیں"

ابلیس: "بات دراصل یہ ہے کہ ابراہیم کا خیال ہے کہ اللہ نے انہیں بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے"

ہاجرہ: "(ابلیس کو پہچان کر) نکلو یہاں سے ملعون! اگر اللہ کا حکم ہے تو ایک نہیں میں ہزاروں اسمٰعیل قربان کرنے کیلئے تیار ہوں"۔

ابلیس کو یہاں سو فیصد کامیابی کا یقین تھا کیونکہ ماں کا دل بڑا نرم ہوتا ہے۔ ناکامی پر پریشان تو ہوا لیکن ہمت نہیں ہاری بھاگتا ہوا اسمٰعیل کے پاس پہنچا۔ وہاں سے بھی صاف جواب ملا تو اب آخری حربہ کے طور پر حضرت ابراہیمؑ کے پاس جا پہنچا اور کہنے لگا:

47۔ ضیاء القرآن ج ۴ ص ۲۱۲

ابلیس: "بیٹے کو کہاں لے جا رہے ہو؟"

حضرت ابراہیمؑ: "اسے اپنے دوست سے ملانے کیلئے جا رہا ہوں"

ابلیس: "تم بیٹے کو ذبح کرنے کیلئے لے جا رہے ہو۔ یہ کہاں کی دانشمندی ہے۔ ایک خواب پر اعتبار کر کے اپنی نسل ختم کرنے جا رہے ہو۔ اپنا نام اپنے ہاتھوں مٹانے پر تلے ہوئے ہو۔ اگر اللہ کا حکم ہوتا تو وحی بھیج دیتا۔ یہ شیطانی وسوسہ بھی تو ہوسکتا ہے" حضرت ابراہیمؑ نے پہچان لیا کہ ابلیس ہے اور قربانی سے روکنے کیلئے سازش کر رہا ہے۔ آپ نے زمین سے کنکریاں اٹھا کر اسکے منہ پر دے ماریں۔ تین مرتبہ اسی طرح ہوا۔ آخر وہ بھاگ جانے پر مجبور ہوگیا اور حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کی گردن پر چھری چلا دی یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل کے بجائے جنت کا دنبہ بھیج دیا اور اسمٰعیل کو بچا لیا۔

حضرت موسیٰ اور ابلیس

ایک مرتبہ ابلیس حضرت موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا:[1]

ابلیس: "کیا آپ موسیٰ ہیں؟"

حضرت موسیٰ: "ہاں! میں موسیٰ ہوں"

ابلیس: "وہی موسیٰ جس کو اللہ تعالیٰ نے نبوت دی اور کلام کیلئے منتخب فرمایا؟"

حضرت موسیٰ: "ہاں! میں وہی موسیٰ ہوں۔ اللہ کا نبی"

ابلیس: "اے موسیٰ! اللہ سے کہو تیری ایک مخلوق توبہ کرنا چاہتی ہے"

حضرت موسیٰ: "تم کون ہو؟"

ابلیس مکار تو خاموش رہا لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی اصلیت سے موسیٰ کو آگاہ کر دیا اور وعدہ فرمایا کہ اگر یہ آدمؑ کی قبر کو سجدہ کر لے تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی۔

حضرت موسیٰ: "تم آدمؑ کی قبر کو سجدہ کر لو تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کر لے گا۔"

---

[1] مکاشفۃ القلوب۔ امام غزالی

ابلیس:"(غصہ میں پھنکارتے ہوئے) یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ میں نے زندہ آدم کو سجدہ نہ کیا اب اسکے مرنے کے بعد کس طرح اس کی قبر کو سجدہ کرسکتا ہوں"

حضرت ایوبؑ اور ابلیس

حضرت ایوبؑ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبوت کے علاوہ کثیر مال و دولت اور اولاد سے نواز رکھا تھا۔ پھر آپ کی آزمائش کا وقت آ گیا۔ تجارت ختم ہوگئی۔ مال مویشی مر گئے' اولاد بھی اللہ کو پیاری ہوگئی' صرف ایک زوجہ ساتھ رہ گئی۔ اسی پر بس نہیں آزمائش ابھی باقی تھی بیماری نے جکڑ لیا۔ جسم پھوڑوں سے چھلنی ہوگیا۔ زخموں میں کیڑے کلبلانے لگے۔ گاؤں والوں نے نکال دیا۔ وفا شعار بیوی نے ساتھ نہ چھوڑا۔ جب اس حالت میں کئی سال گذر گئے تو اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کی۔ ارشاد خداوندی!

[1]"اور ہمارے بندے ایوب کا ذکر کرو۔ جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھے سخت تکلیف اور عذاب میں ڈال دیا ہے"

ابلیس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان پر ہرگز یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ ازخود اسے کبھی مصیبت یا بیماری میں مبتلا کردے وہ صرف وسوسہ ڈال سکتا ہے۔ حضرت ایوبؑ کو یہ آزمائش اللہ تبارک وتعالیٰ سے آئی تھی۔ حضرت ایوبؑ کے کہنے کا مطلب یہ تھا شیطان اپنے وسوسوں سے تنگ کرتا ہے وہ اس حالت سے فائدہ اٹھا کر مجھے اپنے رب کی رحمت سے مایوس کرنے کے در پہ ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب حضرت ایوبؑ نبوت' اولا اور مال و دولت سے سرفراز تھے تو ابلیس نے کہا تھا کہ وہ اللہ کا شکر اور احسان ان نعمتوں کی وجہ سے کرتا ہے اگر یہ چیزیں اس سے چھین لی جائیں تو پھر ایسا نہیں کرے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس ملعون پر ثابت کردیا کہ مخلص بندے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں۔

جب آزمائش پوری ہوگئی تو صحت بحال ہوگئی۔ اللہ کی قدرت سے پہلی اولاد بھی زندہ

1۔ سورۂ ص آیت 41

ہوگئی اور مزید عطا ہوئی۔ مال و دولت کثیر بھی عطا کر دیا گیا۔

حضرت عیسیٰؑ اور ابلیس

جب حضرت عیسیٰؑ کی ولادت ہوئی تو ابلیس کے چیلے شیاطین اس کے پاس گئے اور کہنے لگے: ''آج بت گر پڑے ہیں''

ابلیس کہنے لگا: ''کوئی بڑا واقعہ رونما ہوا ہے۔ اچھا تم یہیں ٹھہرو میں پتہ چلاتا ہوں''

ابلیس ملعون اڑا اور دور دور تک دیکھتا پھرا لیکن اسے کچھ پتہ نہ چل سکا۔ واپس آ گیا۔ پھر اسے پتہ چل گیا کہ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت ہوئی ہے۔ وہ واپس اپنے چیلوں کے پاس آیا اور بتانے لگا کہ جب کوئی عورت بچہ جنتی ہے تو میں پاس ہوتا ہوں۔ آج ایک نبی کی ولادت ہوئی ہے۔ ملائکہ نے ہر طرف سے گھیرا ڈال رکھا ہے اور مجھے قریب بھٹکنے نہیں دیا گیا۔ بتوں کے گر جانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بت پرستی سے مایوس ہوگئے ہیں۔ آنے والا نبی انہیں بت پرستی کے شر سے بچانے کی بھرپور کوشش کرے گا۔ اب تمہیں انہیں قابو کرنے کیلئے بت پرستی کے بجائے کوئی دوسرا پھندہ لگانا پڑے گا۔ اب تم بنی آدم کو جلد بازی اور تساہل کے ہتھیاروں سے قابو کرنے کی کوشش کرو۔ اسطرح تمہیں کامیابی حاصل ہوگی۔

حضرت یحییٰؑ اور ابلیس

بنی آدم کو دنیا کی طرف راغب کر کے آخرت سے برگشتہ کرنا ابلیس کا بڑا کام ہے اس لئے وہ دنیا کی بھرپور نمائش کرتا پھرتا ہے اس سلسلہ میں حضرت یحییٰؑ کا واقعہ کہیں پہلے گذر چکا ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے ابلیس لعین کو کہیں دیکھ لیا۔ اس نے اپنے جسم کو دنیا کی نمائش کا ذریعہ بنا رکھا تھا۔ اس کے جسم پر جا بجا چھچے لگے ہوئے تھے۔ جب حضرت یحییٰؑ نے اس سے ان چھچوں کے بارے میں استفسار کیا تو مردود کہنے لگا یہ سامان دنیا کی نمائش ہے۔ یہ شہوات ہیں جن کے ذریعے میں بنی آدم کو شکار کرتا ہوں۔

حضرت یحییٰ نے فرمایا ان شہوات میں کچھ ایسی بھی ہیں جو مجھے دنیا کی طرف راغب کرنے کا ذریعہ ہوں۔ کہنے لگا: ہاں! جب کبھی آپ سیر ہو کر کھا لیتے ہیں تو اللہ کے ذکر اور نماز کے حوالہ سے دل میں گرانی پیدا ہو جاتی ہے۔

آپ نے پوچھا: ''کیا اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہے؟''

کہنے لگا: ''نہیں! اور کچھ نہیں''

حضرت یحییٰ نے فرمایا: ''بس تو پھر سن لو! آئندہ میں کبھی پیٹ بھر کے نہیں کھاؤں گا''

ابلیس کہنے لگا: ''آج کے بعد مجھ پر بھی لازم ہو گیا کہ کسی کو نصیحت نہیں کروں گا''

حضرت محمد ﷺ کی ولادت اور ابلیس

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ابدی مسرتوں کا پیغام لے کر آئی۔ ساری کائنات میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی۔ عرش پر نکھار ہے فرش پر بہار ہے۔ ابلیس بدنصیب سوگوار ہے۔ ذلیل ہے خوار ہے آج آشکبار ہے۔

[1] ابلیس اپنی زندگی میں چار مرتبہ چیخ چیخ کر رویا۔ اول جب اس کو تمام مناصب جلیلہ سے محروم کر کے ملعون قرار دیا گیا۔ دوم جب اسے جنت کی نعمتوں اور سموات کی رفعتوں سے محروم کر کے زمین کی پستیوں کی طرف دھکیل دیا گیا۔ سوم جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ چہارم جب سورۂ فاتحہ کا نزول ہوا۔

[2] حضرت عکرمہ روایت کرتے ہیں کہ جس یوم سعید کو اللہ کے پیارے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی ابلیس نے دیکھا کہ ستارے آسمان سے گر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر ابلیس پریشان ہو گیا اور اس نے اپنے پیروکاروں کو ایک جگہ جمع کر کے بتایا کہ وہ پیدا ہو چکے ہیں جو ہمارے نظام مکر و فریب کو مٹا کر رکھ دیں گے۔ اسکے پیروکار شیاطین نے اسے مشورہ دیا کہ تم قریب چلے جاؤ اور اسے چھو کر جنون میں مبتلا کر دو۔ ابلیس کو یہ مشورہ بہت

۱۔ علامہ ابن کثیر...... السیرۃ النبویہ ۲۱۲ ۲۔ علامہ احمد بن زینی دحلان...... السیرۃ النبویہ

پسند آیا اور وہ قریب چلا گیا۔ جب وہ اس بری نیت سے نزدیک جانے لگا تو حضرت جبریل نے اسے دیکھ لیا اور پاؤں کی ایسی ٹھوکر لگائی کہ وہ لڑھکتا ہوا چلا گیا اور دور عدن جا پہنچا۔

حضرت محمد ﷺ کی بعثت

[1] حضرت ثابت بنانی کا قول ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو شیطان لعین نے اپنے پیروکاروں کو جمع کیا اور انہیں حکم دیا کہ دنیا میں پھیل جاؤ کوئی نہایت اہم واقعہ رونما ہوا ہے۔ شیاطین ہر چہار سمت منتشر ہو گئے لیکن ناکام و نامراد واپس آ گئے انہیں کچھ پتہ نہ چل سکا کہ کونسا واقعہ رونما ہوا ہے۔ جب انہوں نے ابلیس کے سامنے آ کر اپنے عجز کا اظہار کیا تو وہ کہنے لگا تم فکر نہ کرو میں خود جاتا ہوں اور جلد معلوم کرتا ہوں کہ کونسا واقعہ رونما ہوا ہے۔ چنانچہ ابلیس اڑ گیا اور کچھ ہی دیر بعد واپس آ گیا اور کہنے لگا: اللہ کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی ہے۔ کم بخت بے حد پریشان حال اور گھبرایا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد جب اس کے چیلے صحابہؓ کو گمراہ کرنے کیلئے جاتے تو بری طرح ناکام لوٹتے اور آخر شکائتی انداز میں کہتے کہ ان لوگوں کی رفاقت میں اب ہم نہیں رہ سکتے۔ ابلیس انہیں کہتا: جاؤ ان کی نمازوں میں حائل ہو جاؤ اور انہیں وساوس میں مبتلا کر دو۔ اس میں بھی انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا۔ تنگ آ کر ابلیس انہیں انتظار کرنے کا مشورہ دیتا اور کہتا کہ اس وقت کا انتظار کرو جب ان کے پاس دولت کی فراوانی ہو جائے۔ جب ان پر دنیا فراخ ہو گی تو پھر ہمارا کام بن جائے گا کیونکہ دولت بہت بڑی آزمائش ہے۔

غزوۂ احد اور ابلیس

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احد کے موقع پر ایک گھاٹی کی نگرانی پر پچاس تیر

1۔ مکاشفۃ القلوب...... حضرت امام غزالی

انداز کھڑے کر دیئے اور فرمایا کہ کسی بھی صورت میں اس کو خالی نہ چھوڑنا۔ لشکر اسلامی کو فتح نصیب ہوئی تو اکثر صحابہ نے درہ خالی چھوڑ دیا۔ چند ایک صحابہ جو وہاں بچ گئے ان کو حضرت خالد بن ولید کے دستہ نے شہید کر دیا اور عین بے خبری کے عالم میں مسلمانوں پر پشت سے حملہ کر دیا۔ اس سراسیمگی کے عالم میں مسلمان منتشر ہو گئے۔ خالد بن ولید کے دستہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف یلغار کی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زخمی ہو گئے اور ایک گڑھے میں گر گئے۔ اس دوران حضرت مصعب بن عمیر شہید ہو گئے' مشہور ہو گیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔[1] ابلیس لعین کو شرانگیزی کا موقع مل گیا وہ پہاڑوں پر بھاگا پھر رہا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر کا اعلان کرتا پھر رہا تھا۔ اسکی آواز مدینہ منورہ میں بھی سنی گئی لوگ حراساں ہو گئے۔ مرد عورتیں احد کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔

ابلیس ملعون نے اس جھوٹی خبر سے خوب فائدہ اٹھایا۔

غرانیق والی روایت اور ابلیس

ارشاد ربانی ہے:

[2] "اور انہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور نہ کوئی نبی مگر اسکے ساتھ یہ ہوا کہ جب اس نے کچھ پڑھا تو ڈال دیئے شیطان نے اسکے پڑھنے میں (شکوک) پس مٹا دیتا ہے اللہ تعالیٰ جو دخل اندازی شیطان کرتا ہے۔ پھر پختہ کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی آیتوں کو اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بہت دانا ہے"

اس آیت مقدسہ کا شان نزول بیان کرتے ہوئے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک روز رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حرم پاک میں مومنین و مشرکین کے ایک اجتماع میں سورۂ نجم تلاوت فرما رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے "کبھی تم نے غور کیا لات و عزیٰ کے بارے میں اور منات کے بارے میں جو تیری ہے" تو بجائے اس سے اگلی آیت پڑھنے کے

۱۔ فیضان سنت...... حضرت علامہ محمد الیاس قادری' ۲۔ سورۂ حج

آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے:

"یہ بت مرغان بلند پرواز ہیں اور ان کی شفاعت کی امید کی جاسکتی ہے"

اسکے بعد آپ نے سورۃ کی تلاوت مکمل کی اور آیت سجدہ پر سجدہ کیا۔ آپ کے ساتھ مومنین کے علاوہ مشرکین بھی سجدہ ریز ہو گئے۔ مشرکین بہت خوش تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی لے کر کہنے لگے کہ وہ اپنے پرانے دین کی طرف لوٹ آیا ہے۔ آج اسکی اور ہماری عداوت ختم ہوگئی۔ تلاوت ختم ہوئی تو جبریل امین آئے اور آ کر بتایا کہ یہ آیت جو آپ نے تلاوت کی میں نہیں لے کر آیا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت صدمہ ہوا۔ اس صدمہ اور رنج کے ازالہ کیلئے یہ آیات نازل ہوئیں۔ حضور کو بتایا گیا کہ رنج نہ کریں پہلے انبیاء اور رسل کے ساتھ ایسا ہوتا آیا ہے۔

جن مفسرین نے یہ شان نزول بیان کیا ہے انہوں نے ایک روایت حوالہ اور دلیل کے طور پر نقل کی ہے۔

اس شان نزول اور حوالہ کے طور پر پیش کی جانے والی روایت کا تنقیدی جائزہ پیش کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا صحیح مفہوم پیش کر دیا جائے[1]

"اللہ تبارک وتعالیٰ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتا رہے ہیں کہ آپ سے پہلے ہم نے جتنے نبی اور رسول مبعوث فرمائے انکے ساتھ یہ معاملہ ہوا کہ جب انہوں نے ہماری آیتیں لوگوں کو پڑھ کر سنائیں تو شیطان نے ان لوگوں کے دلوں میں ان آیات کے بارے میں طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا کر دیئے۔ بجائے اسکے کہ وہ ان آیات کو قبول کرتے الٹا انکے خلاف محاذ قائم کرلیا اور اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی"

اصل واقعہ

اصل واقعہ یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک روز حرم کعبہ میں سورۂ نجم

۱۔ ضیاء النبی جلد دوم ص ۳۲۸

کی تلاوت فرمائی۔ سامعین میں مومنین بھی تھے اور مشرکین بھی۔ چونکہ آخر میں آیت سجدہ ہے اسلئے حضور نے سجدہ کیا۔ حضور کے ساتھ مومنین نے بھی سجدہ کیا اور مشرکین نے بھی مشرکین کا سجدہ کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ ذرا غور کیجئے کلام اللہ کا ہو زبان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہو مقام بیت اللہ ہو تو پھر اثر کیوں نہ ہو۔ یہی کلام تھا جسے سن کر طفیل بن عمرو دوسی نے کانوں سے روئی نکال پھینکی تھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے کاشانہ نبوی میں جاکر اسلام قبول کرلیا تھا۔ یہی کلام خداوندی تھا جسے سن کر نصیبین کے نو جن ایمان لے آئے تھے۔ یہی کلام ربانی تھا جسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سن کر ضماد ازدی ایمان لے آئے تھے۔ بعد میں سجدہ کرنے والے مشرکین کو جب دوسرے کفار نے آڑے ہاتھوں لیا ہوگا تو انہوں نے یہ بات بنا لی ہوگی کہ ہم نے اسلئے سجدہ کیا تھا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ہمارے معبودوں کی تعریف کی تھی۔ انہوں نے یہ بات مشہور کردی ہوگی اور مسلمانوں میں بھی پھیل گئی ہوگی۔

دلائل و براہین

ان تعارفی اقتباسات کے بعد مختلف مفسرین کے پیش کردہ دلائل و براہین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جس سے قطعی طور پر یہ بات غلط ثابت ہوجاتی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورۂ نجم کی تلاوت کرتے ہوئے کوئی ایسی آیت بھول کر نادانستہ طور پر یا اونگھ کی حالت میں پڑھی۔

-1 بتوں کی تعریف میں جو کلمات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منسوب کئے گئے ہیں وہ مختلف روایات میں مختلف ہیں۔ کم وبیش پندرہ مختلف عبارتیں بنتی ہیں یہ[1]

-2 روایات میں ایک اور بڑا اختلاف یہ ہے کہ کسی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھول کر یہ الفاظ ادا کر دیئے۔ کسی میں یوں بیان کیا گیا کہ آپ کو اونگھ

1۔ تفہیم القرآن سورۂ حج۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

آ گئی تھی اور اس حالت میں آپ نے یہ الفاظ پڑھے۔ کسی میں کہا گیا ہے کہ آپ نے استفہام انکاری کے طور پر قصداً یہ الفاظ ادا کیئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ الفاظ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز میں آواز ملاکر ابلیس نے کہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ الفاظ دراصل موقع پر موجود مشرکین میں سے کسی مشرک نے ملا دیئے تھے۔

-3 ابن کثیر کا قول ہے کہ جتنی سندوں سے یہ قصہ روایت کیا گیا ہے سب مرسل اور منقطع ہیں۔ کوئی صحیح متصل سند دستیاب نہیں۔

-4 ابن خزیمہ کا قول ہے کہ یہ قصہ زنادقہ نے گھڑ لیا تھا۔

-5 قاضی عیاض کہتے ہیں کہ صحاح ستہ کے مولفین میں سے کسی نے بھی اسے اپنے ہاں نقل نہیں کیا اور اسکے راوی ثقہ نہ ہیں۔

-6 اختلاف زمانی:۔ سورۂ نجم تلاوت کرنے کا واقعہ ۵ نبوی میں پیش آیا۔ کہا جاتا ہے کہ سورہ بنی اسرائیل کی ایک آیت بطور عتاب نازل ہوئی اور سورۂ بنی اسرائیل کے نزول کا زمانہ ۱۱ یا ۱۲ نبوی ہے۔ گویا ایک فعل ۵ نبوی میں سرزد ہوا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس پر مواخذہ ۶ سال بعد کیا۔ شرک پر مبنی ایک آیت کو جوں کا توں چھ سال تک برقرار رہنے دیا چھ سال کے بعد بھی اس کو کالعدم قرار نہ دیا گیا بلکہ محض باز پرس کی گئی کہ ایسا جملہ ادا کیوں کیا گیا جس کا نزول نہیں ہوا تھا۔ اسے کالعدم قرار دینے کیلئے مزید دو سال انتظار کیا گیا اور ۱ ہجری میں سورۂ حج میں اس آیت مذکورہ کے ذریعے اسے رد کیا گیا۔

-7 اسی سورۂ نجم میں ارشاد ربانی ہے: ''نبی اپنی مرضی سے نہیں بولتا اس کی زبان سے جو بیان ہوتا ہے وہ اللہ کا کلام ہوتا ہے۔ اس ارشاد خداوندی کی موجودگی میں اس واقعہ کے من گھڑت ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہتا۔

-8 غرانیق والے جملے کے فوراً بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتیں پڑھیں: ''نہیں ہیں مگر یہ محض نام جو رکھ لئے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادا نے'' کہا ان میں

غرانیق والے جملہ میں کوئی مناسبت ہے۔غور طلب بات ہے کہ ایک جملہ میں تو اللہ کا رسول یہ فرمائے کہ" بتوں سے شفاعت کی امید کی جاسکتی ہے" اور اگلے جملہ میں یہ فرمایا جائے کہ "یہ تو محض نام ہیں"

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سجدہ آخری آیت سجدۂ تلاوت کرنے کے بعد کیا تھا۔ کفار نے بھی اسی وقت سجدہ کیا تھا اور سجدہ کے بعد بقول روایت انہوں نے کہا تھا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنے پرانے دین کی طرف لوٹ آئے ہیں (نعوذ باللہ)۔ وہ ایسا بھلا کہہ سکتے تھے جبکہ غرانیق والے جملہ کے بعد بتوں کی صاف نفی کی گئی تھی۔

9- ابن حبان نے سورۂ نجم کی ابتدائی آیات کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ واقعہ قطعی بے بنیاد ہے اور میں نے اس کو اپنی تفسیر میں لکھ کر اسے آلودہ کرنا مناسب نہ جانا۔ ابتدائی آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ بہکتے ہیں، نہ بھٹکتے ہیں اور نہ اپنی خواہش سے بولتے ہیں۔

10- سورۂ یونس آیت ۱۵ میں ارشاد گرامی ہے:

"فرمایئے مجھے اختیار نہیں کہ رد و بدل کردوں اس میں اپنی مرضی سے میں پیروی نہیں کرتا (کسی چیز کی) بجز اسکے جو وحی کی جاتی ہے میری طرف"

سورۂ الحاقہ آیت ۴۴ تا ۴۶ میں ارشاد گرامی ہے:

"اگر وہ خود گھڑ کر بعض باتیں ہماری طرف منسوب کرتا تو ہم اسکا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے"

ان قطعی نصوص کی موجودگی میں یہ قصہ کسی بھی صورت میں قابل قبول نہیں اور یہ آیات اور اس طرح کی متعدد دوسری آیات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عصمت پر دلالت کرتی ہیں اور اس قسم کے گمراہ کن قصے کہانیوں کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

11- اگر اس قصہ کو صحیح مان لیا جائے تو اذہان میں شکوک وشبہات کے ایسے پردے گرنا شروع ہو جائیں گے کہ دین اسلام کی حقانیت کی چمک دمک دھندلا جائے گی۔

12- ابلیس مختلف صورتیں اختیار کر کے انسانوں کو اپنے دام فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے لیکن وہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شکل میں آ کر خواب میں بھی انسان کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔ اس کی کیا مجال کہ جاگتے ہوئے وہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زبان' ارادہ یا سوچ پر حاوی ہو جائے۔ ایسا اختیار کلی تو اسے عام انسانوں پر بھی حاصل نہیں ہے پھر نبی بلکہ امام الانبیاء کے بارے میں اسے یہ اختیار کیسے حاصل ہو گیا۔

13- قریش کا یہ مطالبہ تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک مرتبہ نہیں کئی مرتبہ رد کیا اور اس جرات و ہمت اور جذبہ ایمانی سے ادا کیا کہ خود مشرکین انگشت بدنداں رہ گئے۔ آپ نے اپنے چچا ابوطالب کی بات پر بھی دھیان نہ دیا اور صاف فرما دیا کہ اگر یہ لوگ چاند اور سورج ہاتھوں پر رکھ دیں تو میں اللہ رب العزت کی ربوبیت سے منہ موڑ کر لات و منات کی خدائی کو تسلیم نہیں کروں گا۔ لات و منات کے انکار کے نتیجہ میں ہی تو آپ نے شعب ابی طالب کی محصوری کو برداشت کیا۔ مشرکین مکہ کے بدترین مظالم کا سامنا کیا۔ یہ کس طرح ممکن تھا کہ اب سورۂ نجم کی تلاوت کرتے ہوئے وہ بغیر کسی دباؤ کے ان لکڑی اور پتھر کے بے جان ٹکڑوں کی شفاعت کا اقرار کر لیتے۔

14- اللہ تبارک وتعالٰی نے نظام رسالت بنی نوع انسان کی ہدایت کیلئے جاری کیا ہے جب انسان کے قدم صراط مستقیم سے ہٹ جائیں تو اس کیلئے ہدایت کا ذریعہ (نبوت) موجود ہو۔ اگر ابلیس میں ایسا کر لینے کی اہلیت کو مان لیا جائے کہ وہ اللہ کے نبی کی زبان پر جو کلمہ چاہے جاری کر دے تو پھر نظام ہدایت کی عمارت دھڑام سے زمین بوس ہو جائے گی جس کی تعمیر کا آغاز حضرت آدمؑ سے ہوا اور قیامت تک اس کو قائم رکھنے کا فریضہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سونپا گیا۔

15- شرک غلاظت ہے۔ اللہ تبارک وتعالٰی کسی حوالہ سے بھی اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات مقدس کے ساتھ غلاظت کا واسطہ پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالٰی تو حضور

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاپوش کے ساتھ بھی غلاظت پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے کس طرح شرک کے ایک حوالہ کی غلاظت کو چھ سال تک اپنے پیارے نبی کے ساتھ برداشت کئے رکھا۔

-16 میں اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں کہ دور حاضر کے عظیم مفکر، مفسر اور معلم پیر محمد کرم شاہ صاحب مرحوم کی اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کا اعتراف کروں جنہوں نے ضیاء النبی اور ضیاء القرآن میں عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عصمت ہر شک وشبہ سے بالا ہے۔ میں نے ان کے افکار سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

-17 مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے بھی اس عنوان پر سیر حاصل بحث کی ہے اور دلائل و براہین سے اس واقعہ کو غلط ثابت کیا ہے۔

"آگہی"

آگہی انسانی قلب میں پیدا ہونے والا وہ نور ہے جس سے اس کا باطن منور ہو جاتا ہے اور وہ ان چیزوں کا مشاہدہ کرنے کے لائق ہو جاتا ہے جن کو وہ اپنی ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا۔ ان واقعات و حالات کا ادراک حاصل کر لیتا ہے جن کو وہ اپنے حواس خمسہ کے ذریعے اخذ نہیں کر سکتا۔ آگہی کی اس منزل تک رسائی ہر انسان کا کام نہیں۔ اس منزل تک رسائی حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ قلب ہر قسم کی آلائشوں اور فسق و فجور سے پاک صاف ہو۔ دل میں عشق مصطفویٰ موجزن ہو اور ارشادات ربانی پر کامل ایمان ہو۔ عشق مصطفیٰ سے دل معمور ہو تو دل میں ایک نور پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ حبیب کبریا کا عشق صیقل کا کام دیتا ہے۔

ابلیس کا تعلق جنوں سے ہے جو غیر مرئی مخلوق ہے۔ اپنے مادۂ تخلیق کی وجہ سے ہماری آنکھوں سے اوجھل رہتا ہے۔ ہم ابلیس اور اس کے قبیلہ کو اپنی ظاہری آنکھوں سے نہیں

دیکھ سکتے جبکہ وہ ہمیں ہر وقت اور ہر جگہ دیکھ لیتا ہے۔ ایسا دشمن جو کھل کر سامنے نہ آئے اس کا مقابلہ بہت مشکل ہوتا ہے۔ وہ دل میں وسوسہ بھی پیدا کر دیتا ہے اور جذبات کو برانگیختہ بھی کرتا رہتا ہے۔ سب سے مشکل بات یہ ہے کہ وہ دشمن بن کر سامنے نہیں آتا بلکہ دوست اور ہمدرد بن کر آتا ہے۔ غمگساری اور خیر خواہی کا ایسا ڈھونگ رچاتا ہے کہ اسے دشمن تصور ہی نہ کیا جاسکے' اسے انسانی نفسیات میں بھرپور ادراک حاصل ہے۔ وہ ایسا طرز عمل اختیار کرتا ہے کہ انسان اسکو ہمدرد سمجھتے ہوئے اسکے مشوروں پر عمل کرتا ہے اور برباد ہو جاتا ہے۔

وہ لوگ جن کے قلوب روشن ہو جاتے ہیں اور ان میں آگہی کی عظیم صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے شیطان کی فتنہ بازیوں اور فریب کاریوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ شیطان جب انکے گرد فریب کاری کا جال پھیلانا چاہتا تو وہ اسے پہچان لیتے ہیں اور اللہ تعالٰی کی پناہ میں آجاتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ سے اس کی وضاحت کرنے کی کوشش کروں گا۔ اللہ تبارک و تعالٰی نے حضرت ابراہیمؑ سے اپنے بیٹے کی قربانی طلب کی۔ آپ فوراً اس پر آمادہ ہو گئے۔ نوعمر بیٹے سے بات کی تو اسّ نے بھی سر تسلیم خم کردیا ہے۔ جب ابلیس نے یہ عالم دیکھا تو تڑپ اٹھا' وہ کب پسند کرتا ہوگا کہ حضرت ابراہیمؑ اس آزمائش میں پورے اتریں اور اللہ تعالٰی کے انعام و اکرام کے حق دار قرار پائیں۔ ابلیس نے باری باری تینوں کو ورغلانے کی کوشش کی لیکن منہ کی کھائی۔ یہ آگہی کا نور ہی تھا جس کے بل پر تینوں نے اسے پہچان لیا اور کنکریاں مار مار کر بھگا دیا۔ ان کا خلوص اور کنکریاں مارنے کا انداز خالق کائنات کو اس قدر پسند آیا کہ قیامت تک فریضۂ حج ادا کرنے والوں پر اس مقام پر کنکریاں مارنا واجب قرار دے دیا۔ انبیاء صحابہ اور اولیاء کے بیشمار ایسے واقعات موجود ہیں جب انہوں نے آگہی کے نور سے ابلیس کی مکاریوں اور فریب کاریوں کا بھانڈا عین چوراہے پھوڑ دیا۔

ابلیس اور آخرت

میدان حشر:۔[1]

اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق تمام مخلوقات کو حساب کتاب کیلئے میدان حشر میں جمع کرے گا' وہاں اعمال کا حساب ہوگا' اعمال تولے جائیں گے اور اس کے مطابق فیصلے کئے جائیں گے۔ جب کفار و مشرکین و منافقین شیطان پر اس بات کا طعن دھریں گے کہ اس نے ان کو صراط مستقیم سے دور کیا تو شیطان ان کے تمام اعتراضات کو رد کردے گا اور کہے گا کہ میں نے سبز باغ ضرور دکھائے تھے' اس سے مجھے انکار نہیں لیکن مجھے اس بات کا کلی اختیار نہیں تھا کہ پکڑ کر گمراہی کے گڑھے میں دھکیل دیتا۔ یہ تو تمہارے اپنے اختیار میں تھا تم اگر چاہتے تو میری بات کا انکار کرسکتے تھے دراصل تم خود ہی صراط مستقیم پر چلنے کے خواہش مند نہ تھے۔ جو کچھ تم نے کیا ہے اس کے تم خود ذمہ دار اور جواب دہ ہو۔ دنیا کے لالچ اور طمع نے تمہیں اندھا کررکھا تھا۔ تم نے دنیا میں مجھے اپنی مرضی سے اللہ کا شریک ٹھہرائے رکھا۔ میں تمہارے کفر و شرک سے بری الذمہ ہوں اور تمہیں کوئی حق حاصل نہیں کہ کوئی شکوہ کرو۔ اب ان ظالموں کی آنکھیں کھلیں گی کہ جس ملعون کے کہنے پر ہم چلے آج وہ بھی ہمیں چھوڑ کر الگ ہوگیا اور سارا جرم ہمارے ذمہ لگا دیا۔

جب تمام مقدمات کے فیصلے سنا دیئے جائیں گے تو شیطان کہے گا کہ یہ بات اب پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ اللہ کے تمام وعدے سچے تھے (نیک اعمال اختیار کرنے والوں کیلئے جنت اور برے اعمال کرنے والوں کیلئے جہنم کے وعدے مراد ہے) اور میرے تمام وعدے جھوٹے تھے (جہنم کے عذابوں سے بچا لینے کے جو وعدے ابلیس اپنے پیروکاروں سے کیا کرتا تھا)

1۔ سورۂ ابراہیم

"آگ کی کرسی"

[1] قیامت کے دن آگ کی ایک کرسی بچھائی جائے گی۔ ابلیس معلون کو اس کرسی پر بٹھایا جائے گا۔ وہ جب گدھے کی سی ہولناک آواز نکالے گا تو اس آواز کو سن کر اس کے پیروکار شیاطین اور کفار جمع ہونگے وہ ان سے مخاطب ہوکر یہ کہے گا:

"اے جہنمیو! آج تم نے اللہ کے وعدہ کو کیسا پایا؟"

وہ کہیں گے: "رب کا فرمان سچ ثابت ہوا"

ابلیس کہے گا: "آج میں رحمت سے مایوس ہوگیا ہوں"

اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ ابلیس اور اس کے پیروکاروں کو لوہے کے گرزوں سے مار مار کر جہنم میں دھکیل دو۔ چنانچہ ابلیس کو مار مار کر جہنم میں دھکیلا جائے گا اور وہ چالیس سال تک جہنم میں گرتا چلا جائے گا"

"ابلیس دوزخ میں"

[2] دوزخ میں ابلیس پر شدید عذاب ہوگا۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ اللہ کا عذاب کیسا ہے؟

ابلیس جواب دے گا کہ اللہ کا عذاب بڑا شدید ہے۔ اسے بتایا جائے گا کہ آدمؑ تو جنت میں ہے۔ تو بھی جنت کا حق دار بن سکتا ہے اگر اب بھی آدم کو سجدہ کرلے اور سچے دل سے توبہ کرے۔ ابلیس سجدہ کرنے سے انکار کردے گا۔ اسکے بعد اس کا عذاب زیادہ کر دیا جائے گا اور عام جہنمیوں کے مقابلہ میں اس کا عذاب ستر ہزار گناہ شدید ہوگا۔

شیطان کے ساتھ جہاد

جہاد کی کئی اقسام ہیں۔ ان میں سے ایک قسم شیطان کے ساتھ جہاد ہے۔ عملی جہاد

۱۔ مکاشفۃ القلوب ۱۰۳ امام غزالی ۲۔ مکاشفۃ القلوب ۱۰۳ امام غزالی

شمشیر و سناں سے ہوتا ہے جبکہ یہ باطنی جہاد دل اور ایمان سے ہوتا ہے۔ عملی جہاد کیلئے شمشیر و سناں کا مضبوط ہونا ضروری ہے تو اس باطنی جہاد کیلئے قلب کا مضبوط ہونا ضروری ہے۔ اس باطنی جہاد میں اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوتی ہے۔ عملی جہاد میں بہشت کا حصول مدنظر ہوتا ہے جبکہ اس باطنی جہاد میں کامیابی کا انعام اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا اور دیدار ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبوک سے واپسی پر ارشاد فرمایا کہ ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف واپس آئے ہیں۔ بڑے جہاد سے یہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصد نفس اور شیطان کا جہاد تھا کیونکہ عملی جہاد کا عرصہ مختصر ہوتا ہے اور اس باطنی جہاد کا عرصہ بہت لمبا ہوتا ہے بلکہ یہ جہاد عمر بھر جاری رہتا ہے۔

اکل و شرب اور ابلیس

آدمی جب کھانا کھاتا ہے اور اس کا آغاز بسم اللہ سے کرتا ہے تو شیطان بھاگ کھڑا ہوتا ہے اور اگر وہ بسم اللہ پڑھے بغیر ہی کھانے پر ٹوٹ پڑتا ہے تو ابلیس اسکے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاتا ہے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک مسلمان اور ایک کافر کے شیاطین میں ملاقات ہوئی۔ مسلمان کا شیطان دبلا پتلا اور پراگندہ حال تھا جبکہ کافر کا شیطان خوب موٹا تازہ اور چالاک تھا۔ کافر کے شیطان نے مومن کے شیطان سے پوچھا:

''ارے بھائی! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ یہ کیا حالت بنا رکھی ہے؟

دبلے پتلے' کمزور اور پریشان حال نظر آ رہے ہو''

وہ کہنے لگا: ''میں ایک ایسے مرد خدا کے ساتھ ہوں جو اللہ کا نام لئے بغیر کوئی کام نہیں کرتا' کھانا اس کے سامنے آتا ہے تو اس میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے بسم اللہ پڑھتا ہے۔ مجھے وہاں سے بھاگنا پڑتا ہے اور بھوکا رہ جاتا ہوں۔ اسی وجہ سے کمزور اور دبلا پتلا ہوں۔ لباس

پہننے لگتا ہے تو بسم اللہ پڑھتا ہے اور میں ننگا رہ جاتا ہوں۔ سر میں تیل لگانے لگتا ہے تو بسم اللہ پڑھتا ہے اور میں پراگندہ سر رہ جاتا ہوں"۔

کافر کا شیطان کہنے لگا: میں تو مزے میں ہوں کیونکہ میں ایک ایسے شخص پر مسلط ہوں جو بسم اللہ نہیں پڑھتا اسلئے میں اکل و شرب اور دوسرے کاموں میں شریک ہو جاتا ہوں۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "شیطان بنی آدم کے اندر خون کی طرح چلتا ہے اسلئے اسکے بہاؤ کو فاقہ کے ذریعے تنگ کرو"

کم کھانا ابلیس کیلئے قہر ہے اور کھانے پینے کی کثرت شیطان کے ہتھیار ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"کوئی برتن جو بھرا جائے پیٹ سے زیادہ برا نہیں۔ اگر تمہیں پیٹ میں کچھ ڈالنا ہی ہے تو ایک تہائی میں کھانا اور ایک تہائی میں پانی ڈالو اور ایک تہائی سانس کیلئے خالی رکھو"

حضرت ابو ایوب انصاری فرماتے ہیں:

ہم سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ کھانا پیش کیا گیا۔ ابتداء میں کھانے میں خوب برکت ہوئی لیکن آخر میں بڑی بے برکتی دیکھی گئی۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! ایسا کیوں ہوا؟ ارشاد فرمایا: ہم سب نے کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھی تھی۔ کھانے کے دوران کوئی آدمی آ کر شریک ہو گیا جس نے بسم اللہ نہ پڑھی۔ یہ بے برکتی اس وجہ سے ہوئی ہے۔

حضرت[1] امیہ بن مخشی فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے کھانا شروع کیا اور ابتداء میں بسم اللہ نہ پڑھی۔ جب اسے بسم اللہ پڑھنے کا خیال آیا تو صرف ایک لقمہ باقی تھا۔ اس نے جب وہ لقمہ اٹھایا تو بسم اللہ پڑھی۔ تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا: اسکے بسم اللہ شریف نہ پڑھنے کی وجہ سے شیطان اسکے ساتھ کھانا کھا رہا تھا جب اس

۱۔ ابوداؤد

نے اللہ کا نام لیا تو اس نے کھایا ہوا سب اگل دیا۔

[1] حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کوئی شخص نہ الٹے ہاتھ سے کھانا کھائے نہ پانی پیے کیونکہ الٹے ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا کام ہے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شیطان ایک انگلی سے کھانا کھاتا ہے۔

ارکان اسلام اور ابلیس

بنیادی طور پر ابلیس بنی آدم کا دشمن ہے اور بنی آدم کی فلاح و بہبود کا مخالف ہے۔ اسلام چونکہ انسانی فلاح و بہبود کا علمبردار اور ضامن ہے اسلئے ابلیس کی اسلام کے خلاف فریب کاریاں اپنے عروج پر نظر آتی ہیں۔ ارکان اسلام اسلام کی بنیاد ہیں اسلئے ہر وقت انکے خلاف سرگرم عمل نظر آتا ہے۔

کلمہ طیبہ:۔ کلمۂ توحید اس فریب کار کی کمر توڑ کر رکھ دیتا ہے اسلئے کلمۂ توحید ابلیس کے خلاف جنگ کا سب سے موثر اور کارآمد ہتھیار ہے[2]۔ کلمۂ توحید ایک قلعہ ہے جس نے یہ کلمہ پڑھا وہ اس قلعہ میں داخل ہو کر ابلیس کے حملوں سے محفوظ ہو گیا۔ جب انسان کلمہ پڑھتا ہے تو ابلیس بھاگ جاتا ہے اور چھپ کر دیکھتا رہتا ہے۔ اس دوران وہ اسکے ہر طرح کے مکر و فریب سے بچا رہتا ہے۔ گویا کلمہ ایک ڈھال ہے جو کلمہ گو کو ابلیس کی فریب کاریوں سے اس طرح محفوظ رکھتا ہے جس طرح ڈھال انسان کو دشمن کے حملوں سے بچاتی ہے۔ کلمہ پڑھا جائے تو اسے سن کر ابلیس دب جاتا ہے اور دب کر ایسے ہو جاتا ہے جیسے ایک چھوٹی سی چیونٹی۔

نماز:۔ نماز اسلام کا بڑا رکن ہے اور یہ ابلیس پر بہت بھاری ہے۔ ابلیس کی سر توڑ کوشش ہوتی ہے کہ مسلمان کو نماز سے روک لے اور اگر کوئی نماز کیلئے کھڑا ہو ہی جاتا ہے تو وہ اسکے اور نماز کے درمیان حائل ہو جائے۔

۱۔ مسلم شریف ۲۔ غنیۃ الطالبین ۱۸۰

[1] حضرت عثمان بن عاص نے ایک دفعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم میری نماز میری قرأت اور میرے درمیان شیطان حائل ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں! اس کا نام "خنزب" ہے اور جب شیطان ایسا کرے تو خداوند کریم کے ہاں اس سے پناہ مانگا کرو اور بائیں جانب تین مرتبہ تھوک دیا کرو۔ حضرت عثمان بن عاص کہتے ہیں میں نے اس فرمان مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمل کیا تو شیطان میرے قریب سے بھاگ گیا۔

شیطان اور اس کے چیلے مساجد کے ارد گرد منڈلاتے رہتے ہیں تاکہ لوگوں کو کسی طور پر نماز سے روک لیں۔ ایک شیطان جس کا نام "ولہان" ہے اس کام پر لگا ہوا ہے کہ ہمیں صحیح طور پر وضو نہ کرنے دے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جب نماز کیلئے کھڑے ہو تو صفوں میں جگہ خالی نہ چھوڑا کرو کیونکہ خالی جگہ میں شیطان گھس جاتا ہے جس طرح بکری کا بچہ خالی جگہ میں گھس جاتا ہے۔[2]

حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جو شخص صبح اٹھ کر نماز فجر ادا کرنے کیلئے جاتا ہے اسکے ساتھ ایمان کا جھنڈا ہوتا ہے اور نماز فجر ادا کئے بغیر بازار کا رخ کرتا ہے شیطان اسکے ساتھ چل رہا ہوتا ہے۔ شیطان نماز پڑھنے والے کو دیکھ کر چور چور ہو جاتا ہے۔ اس ملعون کو صدمہ اس بات پر ہوتا ہے کہ یہ تو نماز کی برکتوں سے جنت میں چلا جائے گا اور میں جہنم میں جاؤں گا اور جب انسان سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔ ملعون کو سجدہ سے خاص طور پر اسلئے دکھ ہوتا ہے کہ اس کو سجدہ کا حکم ملا تھا اور اس نے انکار کر دیا اور جہنم کا حق دار ٹھہرا اور یہ سجدہ کر کے جنت حاصل کر لے گا۔

منقول ہے کہ جب نماز فرض ہوئی تو شیطان زار و قطار رونے لگا۔ اس کے تمام چیلے

۱۔ غنیۃ الطالبین ۱۸۳ ۲۔ غنیۃ الطالبین ۱۸۳

اکٹھے ہوگئے اور اس سے پوچھنے لگے۔

چیلے: ''سردار! اس طرح زار و قطار کیوں روتے ہو؟''

شیطان: ''مسلمانوں پر نماز فرض کر دی گئی ہے''

چیلے: ''تو کیا ہوا! اس میں رونے کی کیا بات ہے؟''

شیطان: ''ارے! تم کیا جانو یہ نمازیں پڑھیں گے تو میرے ہاتھ سے نکل جائیں گے''

چیلے: ''استاد! اللہ نماز کا حکم واپس لینے سے رہا۔ اب تم ہی بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہیے''

شیطان: ''انہیں نماز مت پڑھنے دو''

چیلے: ''یہ کس طرح ہوسکتا ہے۔ ہم انہیں کیسے روک سکتے ہیں؟''

شیطان: ''اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب یہ نماز کیلئے کھڑے ہوں تو ان کو گھیر لو اور طرح طرح کے خیالات میں پھنسا دو''

حکایت[1]

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات اپنی قیام گاہ پر سو رہے تھے۔ نماز کا وقت گذرا جا رہا تھا۔ کسی آدمی نے ان کو بیدار کر دیا۔ جب انہوں نے آنکھ کھول کر دیکھا تو وہ آدمی چھپ گیا۔ جب وہ آپ کو نظر نہ آیا تو آپ نے پکار کر کہا:

''ارے تو کون ہے؟ تیرا نام کیا ہے؟ چھپ کیوں گئے''

ابلیس کہنے لگا: ''جی! میں ہوں شیطان جس کا مشہور نام ابلیس ہے!''

حضرت امیر معاویہ نے فرمایا: ''تمہارا کام تو مومن کو سلا کر اس کی نماز قضا کرا دینا ہے۔ تو اگر ابلیس ہے تو پھر تو نے مجھے کیوں جگایا؟ تمہارا کام تو نماز چھڑانا ہے نماز پڑھانا نہیں''

ابلیس کہنے لگا: ''سنئے! میں نے آپ کو اسلئے بیدار کیا کہ اگر اس وقت آپ کی نماز فوت ہو جاتی تو آپ افسوس کرتے' روتے آہ و فغاں کرتے۔ آپ کی بے قراری اور گریہ وزاری پر

ا۔ فیضان سنت ۳۸' ۹۲۷ محمد الیاس قادری

اللہ تعالیٰ آپ کو جو اجر دیتا وہ اس نماز سے کئی گناہ بڑھ جاتا اور میں ہرگز اس صورت حال کو پسند نہ کرسکتا۔ میں نے آپ کو اسلئے جگا دیا ہے کہ آپ کا ثواب بڑھنے نہ پائے"۔

کیا دور کی کوڑی لایا فریب کار!

ابلیس اس آدمی کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے جو رات بھر سویا رہتا ہے اور نماز فجر کیلئے بیدار نہیں ہوتا۔

صدقۂ فطر کا چور[1]

حضرت ابوھریرہ روایت کرتے ہیں کہ

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر کی حفاظت میرے ذمہ کردی' غلے کی ایک بڑی مقدار موجود تھی۔ رات ایک آدمی آیا اور اس میں سے غلہ بھرنے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا تجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں گا۔ کہنے لگا محتاج' عیال دار اور حاجت مند ہوں۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تمہارا رات کا قیدی کیا ہوا؟"۔

میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اس نے اپنی شدید حاجت کا اظہار کیا۔ مجھے رحم آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس نے تم سے جھوٹ بولا۔ وہ پھر بھی آئے گا۔ مجھے یقین ہوگیا کہ وہ ضرور آئے گا کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ اسلئے میں نے خوب نگرانی شروع کردی۔ وہ آ گیا اور غلہ بھرنے لگا میں نے پھر اسے پکڑ لیا اور کہا: اب تجھے نہیں چھوڑوں گا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اس نے میری منت کی۔ وعدہ کیا کہ پھر نہیں آؤں گا اسلئے میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: "اے ابوھریرہ! تمہارا قیدی کیا ہوا؟"

1۔ صحیح بخاری'

میں نے عرض کیا: ''اس نے اپنی حاجت مندی اور عیال داری کا رونا رویا اور مجھے رحم آ گیا۔
میں نے اسے چھوڑ دیا''

حضور نے فرمایا: ''اس نے تم سے جھوٹ بولا۔ وہ پھر آئے گا''

تیسری رات وہ پھر آ گیا۔ غلہ بھرتے ہوئے میں نے اسے پکڑ لیا۔ میں نے کہا اب تمہیں
ضرور پیش کروں۔ تین مرتبہ ہو چکا''

ابلیس کہنے لگا: مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایسے کلمات سکھاؤں گا جو تمہیں خوب نفع دیں گے۔
جب سونے لگو تو آیت الکرسی پڑھ لو۔ تمہارے اوپر حفاظت کیلئے فرشتہ مقرر کر دیا جائے گا
اور شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا''۔

میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا:

''تمہارا قیدی کیا ہوا؟''

میں نے جب آپ کو رات والی بات بتائی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دروغ
گو ہے لیکن یہ بات وہ صحیح کہہ گیا۔ تمہیں معلوم ہے وہ کون تھا؟

وہ ابلیس ملعون تھا۔

اللہ تعالیٰ کی پناہ

جب ہمیں کوئی انسان ہمارے کسی دشمن کے مکروہ عزائم سے آگاہ کرتا ہے تو ہم اس کا
احسان مدت العمر نہیں بھلا سکتے اور دشمن کے مکروہ عزائم سے بچنے کیلئے لاکھوں حیلے اور وسیلے
اختیار کر کے سرگرم عمل ہو جاتے ہیں۔ اس کے ہر حملہ کا توڑ اور ہر چال کا جواب تلاش کرتے
ہیں۔ کس قدر دکھ کا مقام ہے کہ انسان کے بجائے خالق ارض و سموات ہمیں ہمارے ایک
ذلیل ترین دشمن کی مخالفت اور مخاصمت کے بارے میں آگاہ فرمائے اور ایک بار نہیں
سینکڑوں بار اس کی مکاریوں اور فریب کاریوں کا پردہ چاک کر کے ان سے بچنے کی ہدایت

کرے لیکن ہم نہ تو ان فریب کاریوں سے بچنے کی کوشش کریں اور نہ ہی اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس عظیم احسان کا احساس کریں کہ اس نے اس ظالم دشمن کے مقابلہ میں ہماری مدد کا وعدہ فرمایا ہے اور اپنی مضبوط پناہ کی پیشکش کی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مقدس میں متعدد بار اپنے بندوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ ابلیس کے حملوں اور مکر و فریب سے بچنے کیلئے اپنے خالق کی پناہ حاصل کریں۔ انسان جب اپنے کسی ظالم و جابر دشمن کے ظلم کا نشانہ بنتا ہے اور اس کا مقابلہ کرنے کی اس میں طاقت نہیں ہوتی تو اس کے نتیجہ میں عام طور پر دو صورتیں پیدا ہوتیں ہیں اول یہ کہ وہ اپنے دشمن کے سامنے سرنگوں ہو جاتا ہے اور اس کے ہر حکم کی غیر مشروط طور پر تکمیل کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ دوم یہ کہ وہ کسی کی پناہ تلاش کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ اسے پناہ وہی دے سکتا ہے جو اس کے دشمن سے قوی تر ہو اور اسے دشمن کے جور و استبداد سے محفوظ رکھ سکے۔ انسان کے مقابلہ میں ابلیس بے پناہ صلاحیتوں اور طاقتوں کا مالک ہے۔ انسان کو اس کی چیرہ دستیوں سے وہی ذات بچا سکتی ہے جو اس سے بڑھ کر طاقتوں اور صلاحیتوں کی مالک ہو اور وہ ذات رب کائنات کی ہے۔ یہ انسان کی خوش بختی ہے کہ خداوند تعالیٰ خود اسے شیطان سے بچانے کیلئے پناہ کی پیشکش کرتا ہے۔ رب جو انسان سے استفادہ نہ کرے اور ابلیس کی مکاریوں اور فریب کاریوں کا شکار ہو کر دین و دنیا کو برباد کر بیٹھے اس سے بڑھ کر بد بخت کون ہوگا۔

اس حقیقت کو ایک مثال سے یوں واضح کیا جاسکتا ہے کہ ایک کمزور انسان کو ایک طاقت ور اور ظالم و جابر دشمن کا سامنا ہے۔ وہ حملہ کر کے اسے اپنے جور و استبداد کا نشانہ بنانا چاہتا ہے' وہ اسکے سامنے راہ فرار اختیار کرتا ہے لیکن اس کا دشمن اسے گھیر لیتا ہے' اب اس بے یار و مددگار اور بے کس انسان کیلئے "نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن" والا معاملہ درپیش ہے۔ ناگاہ آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے تو سامنے ایک عظیم الشان قلعہ نظر آتا ہے جس کی مضبوط دیواریں

آسمان سے باتیں کرتی نظر آتی ہیں۔ کیا مجال کہ ایک پرندہ بھی پر مار سکے۔ قلعہ کا دروازہ جو بند تھا دیکھتے ہی دیکھتے کھل جاتا ہے اور اس انسان کے کانوں میں آواز آتی ہے کہ اس قلعہ میں داخل ہو جاؤ دشمن سے محفوظ و مامون رہو گے۔ اب اگر یہ شخص اس قلعہ میں داخل نہ ہو اور دشمن کے ہاتھوں شکار ہو جائے تو اس سے بڑھ کر کون بدنصیب ہوگا!

علامہ ابن جوزی[1] ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ نے اپنے شاگرد سے پوچھا کہ جب شیطان گناہ کو تیری نظروں میں آرائش دے گا تو تو کیا کرے گا۔ شاگرد نے کہا کہ میں اسے محنت و مشقت میں ڈالوں گا۔ بزرگ نے فرمایا تیرے لئے یہ بات بڑی ہے۔ یہ بتا کہ تو کسی بکریوں کے گلے پر گذرے اور گلے کا کتا تجھ پر حملہ کرے اور چلنے سے باز رکھے تو تو کیا کرے گا؟ اس نے کہا میں کتے کو ماردوں گا اور بقدر امکان اس کو دور ہٹانے کی کوشش کروں گا۔ بزرگ نے کہا یہ تیرے لئے بڑا کام ہے تم کو چاہیے کہ گلے کے مالک کو پکارو۔ وہی تمہیں کتے کے شر سے بچا سکتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مقدس میں بار بار بنی آدم کو شیطان کے شر اور فریب کاریوں سے بچنے کیلئے اپنے خالق کی پناہ حاصل کرنے کی ہدایت کی ہے۔ مندرجہ ذیل آیات مقدسہ حوالہ کے طور پر پیش کی جارہی ہیں۔

1- [2]"اور اگر پہنچے آپ کو شیطان کی طرف سے ذرا سا وسوسہ تو فوراً پناہ مانگئے اللہ سے"

2- [3]"اور کہہ کر پروردگار میں شیطان کی اکساہٹوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں"

3- [4]"اور اگر تم شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ محسوس کرو تو اللہ کی پناہ مانگ لو"

4- [5]"سو جب تم قرآن کی تلاوت کرنے لگو تو پناہ مانگو اللہ تعالیٰ سے اس شیطان (کی وسوسہ اندازیوں) سے جو مردود ہے"

ابلیس ابنائے آدم کے مابین الفت و یگانگت اور رواداری کی فضاء دیکھنا نہیں چاہتا

۱۔ تلبیس ابلیس ۴۷ ۲۔ سورۂ اعراف ۲۰۰ ۳۔ سورۂ مومنون ۹۷ ۴۔ سورۂ حم سجدہ ۳۶ ۵۔ سورۂ نحل ۹۸

بلکہ وہ اس بات کا حامی ہے کہ ان کے درمیان مسلسل ٹکراؤ اور آویزش کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ قائم ہو جائے تا کہ وہ رحمت خداوندی سے محروم ہو جائیں اور اپنی آخروی زندگی برباد کرلیں۔ اس مقصد کے حصول کیلئے وہ ہر وقت مستعد رہتا ہے کہ جب بھی موقع ملے وہ ان کو ٹکرا دے اور وہ لمحہ اس کیلئے انتہائی تشویش کا ہوتا ہے جب ایک فریق کمینگی کا جواب شرافت کے ساتھ اور بدی کا جواب نیکی کے ساتھ دے رہا ہو۔ یہی وہ وقت ہے جب وہ اپنی پوری صلاحیتوں کے ساتھ سرگرم عمل ہو جاتا ہے اور وسوسہ اندازی شروع کر دیتا ہے اور اکثر و بیشتر اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر دو فریق خم ٹھونک کر آمنے سامنے آجاتے ہیں اور شر و فساد کا ایک نہ ختم ہونے والا باب کھل جاتا ہے۔ ابلیس لعین کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی۔ وہ ہنستا مسکراتا قہقہے لگاتا وہاں سے چل دیتا ہے۔

حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے[1] کہ ایک مرتبہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے تحاشا گالیاں دینے لگا۔ حضرت ابوبکر خاموشی کیساتھ اس کی گالیاں سنتے رہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر مسکراتے رہے۔ آخر کار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا اور انہوں نے بھی جواب میں اسے ایک بات سخت کہہ دی۔ ان کی زبان سے وہ بات نکلتے ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ تبدیل ہوگیا اور آپؐ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کے پیچھے چل پڑے اور راستہ میں عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ مجھے گالیاں دیتا رہا اور آپؐ خاموش مسکراتے رہے اور جب میں نے اسے جواب دیا تو آپؐ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور اٹھ کر تشریف لے آئے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تک تم خاموش تھے ایک فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دیتا رہا اور جب تم خود بول پڑے تو فرشتہ تمہاری مدد سے دست بردار

ا۔ مسند احمدؒ

ہو گیا اور وہاں شیطان آ گیا۔ میں شیطان کے ساتھ تو نہیں بیٹھ سکتا۔"

سورۂ اعراف کی آیت مقدسہ میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسے موقعوں پر شیطان کے قریب سے چوکنے رہو۔ جب وہ اکسانے اور وسوسہ ڈالنے کی کوشش کرے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرو وہ یقیناً تمہیں شیطان کے شر سے بچائے گا اور تمہارے ڈگمگاتے ہوئے قدموں کو ثبات عطا فرمائے گا۔ وہ لوگ جن کے قلوب میں خداوند تعالیٰ کی معرفت کا نور ہوتا ہے شیطان کی فریب کاریوں سے بچ جاتے ہیں کیونکہ وہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جاتے ہیں اور اسکی پناہ طلب کرتے ہیں۔

ایک خوبصورت قرآنی تمثیل

انگلیوں کی پوروں سے ہم ایک دوسرے کو گدگداتے ہیں۔ اس کا اثر مختلف لوگوں پر مختلف ہوتا ہے بعض لوگ تو بالکل لوٹ پوٹ ہو جاتے ہیں اور بے بس ہو جاتے ہیں سورہ اعراف اور سورۂ حم سجدہ میں ایک لفظ" نزغ" استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی "انگلیوں سے گدگدانے کے ہیں" قرآن مقدس کی خوبصورت تمثیل نگاری اور فصاحت و بلاغت کے قربان کیا عمدہ لفظ استعمال فرمایا ہے۔ جس طرح انگلیوں سے گدگدا کر کسی کو بے حال اور بے بس کر دیا جاتا ہے اسی طرح شیطان بھی وسوسہ اندازیوں سے اپنے شکار کو بے بس کر دیتا ہے اور اس کیلئے شیطان کی بات مانے بغیر چارہ نہیں رہتا۔ اس لفظ کے استعمال سے ایک اور حقیقت آشکار کرنا بھی مقصود ہے اور وہ یہ کہ جس طرح گدگدانے والا اپنے عمل سے الفت و یگانگت کا مظاہرہ کرتا ہے اسی طرح ابلیس بھی بظاہر ہمدرد ناصح اور دوست بن کر وسوسہ اندازی کرتا ہے۔

جب کسی انسان کا دوست نما دشمن اس کی جان لینا چاہتا ہے تو وہ شمشیر بکف سامنے نہیں آتا بلکہ ٹھنڈے میٹھے مشروب کا جام پیش کرتا ہے جس میں زہر کی آمیزش ہوتی ہے۔

شیطان بھی یہی طریقہ اختیار کرتا ہے۔ اس صورت حال میں اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل و کرم سے آگہی کا لحہ نصیب ہو جائے تو اللہ کی پناہ لے لینا ضروری ہے۔

سورۃ المومنون کا لفظ "ھمز" قابل غور ہے۔ اس کے ایک معنی دھکا دے کر گرا دینے کے ہیں۔ گویا شیطان بھی انسان کو دھکا دے کر گرا دینا چاہتا ہے۔ نیابت الٰہیہ کے منصب اعلیٰ سے قعر مذلت میں، خلافت ارضی کے بلند مرتبہ سے کفر و شرک کے اندھے کنوئیں میں، احسن تقویم کے بلند مقام سے اسفل سافلین کے عمیق گڑھے میں اور قرب خداوندی کے رتبہ سے بحر عصیاں میں۔

قرآن نور و ہدایت ہے، اس کا کام انسان کو گھٹا ٹوپ اندھیروں سے روح پرور اجالوں کی طرف لے جانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابلیس ہرگز یہ پسند نہیں کرتا کہ انسان اس منبع رشد و ہدایت سے استفادہ کرے۔ اسلئے سورۂ نحل میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن پڑھنے لگو تو مجھ سے پناہ مانگا کرو شیطان کی وسوسہ اندازیوں کے شر سے۔

حضرت ذالنون مصری نے کیا عمدہ نصیحت فرمائی ہے۔[1]

کہتے ہیں: "اگر تیرا دشمن ایسا ہے کہ وہ تجھے دیکھتا ہے اور تو اس کو نہیں دیکھ سکتا تو ایک ایسی ہستی (اللہ تعالیٰ) کی پناہ میں آ جا جو تیرے دشمن کو دیکھتی ہے اور تیرا دشمن اسے نہیں دیکھ سکتا"۔

ابلیس کا انسان پر اختیار کتنا ہے

روایت ہے کہ ابلیس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی خدمت میں عرض کی۔

ابلیس: "اے اللہ تو نے مجھے آدم کیوجہ سے جنت سے نکال دیا مجھے آدم پر تسلط عطا فرما"

فرمایا: "تمہیں ان پر مسلط کیا گیا" (لیکن انبیاء پر نہیں)[2]

۱۔ تفسیر مظہری، ۲۔۲۔ مسلط کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ انسان ابلیس کے سامنے بالکل بے بس اور بے دست و پا ہے۔ اس کا مطلب دخل اندازی اور وساوس میں مبتلا کرنا ہے۔

ابلیس: "اے اللہ! مزید عطا فرما"

فرمایا: "ان کے ہاں ایک بچہ ہوگا تیرے دو بچے ہوں گے"

ابلیس: "یااللہ! مزید عطا فرما"

فرمایا: "ان کے سینے تیرا مسکن ہونگے' تو خون کی طرح ان میں پھرے گا"

ابلیس: "یااللہ! مزید عطا فرما"

فرمایا: "اپنے پیادے اور سوار ان پر چڑھا لے جا' انکے آل و مال میں حصہ دار بن جا"

حضرت آدمؑ عرض کرنے لگے: اے خالق ارض و سموات! تو نے ابلیس کو میری اولاد پر مسلط کر دیا۔ اب وہ تیری حفاظت کے بغیر بچ نہیں سکیں گے"

فرمایا: "تیری اولاد میں سے ہر پیدا ہونے والے کے ساتھ ایک محافظ فرشتہ مقرر کر دیا جائے گا"

آدمؑ: "اے مالک! اور عطا فرمایئے"

فرمایا: "جب تک بنی آدم کی ارواح بدن میں رہیں گی توبہ کا دروازہ بند نہیں کیا جائے گا"

آدمؑ: "اے رب کائنات! اور عطا فرما"

فرمایا: "میں انہیں معاف کرتا رہوں گا۔ خواہ کتنے زیادہ گناہ ہوں"

آدمؑ: "اے رب کریم! اب کافی ہے"

آدمؑ کو یہ مراعات ملنے پر ابلیس کہنے لگا:

ابلیس: "اے اللہ! تو نے بنی آدم میں رسول مبعوث فرمائے۔ ان پر کتابیں نازل کیں میرے قاصد کون ہوں گے؟"

فرمایا: "کاہن"

ابلیس: "میری کتابیں کیا ہونگی؟"

فرمایا: ''کوندنے کے نشانات''

ابلیس: ''میرا کیا کلام ہوگا؟''

فرمایا: ''جھوٹ''

ابلیس: ''میرا مؤذن کون ہوگا؟''

فرمایا: ''باجہ''

ابلیس: ''میری مسجد کونسی ہوگی؟''

فرمایا: ''بازار''

ابلیس: ''میرا گھر کونسا ہوگا؟''

فرمایا: ''حمام''

ابلیس: ''میرا کھانا کیا ہوگا؟''

فرمایا: ''جس پر میرا نام نہ لیا گیا ہوگا''

ابلیس: ''میرا پینا کیا ہوگا؟''

فرمایا: ''شراب''

ابلیس سے انٹرویو

حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے اور اپنی نسلی برتری کا دعویٰ کر کے تکبر کی راہ اپنانے پر عزازیل ابلیس بن گیا اور پھر آدم و بنی آدم کی مخالفت نے جنون کی صورت اختیار کر لی۔ جب سے اب تک اس کی زلت و رسوائی کا سفر جاری ہے۔ اس سفر کی کچھ جھلکیاں اس انٹرویو میں پیش کی جا رہی ہیں جو ایک صحافی نے اس ملعون سے لیا۔ روداد صحافی کی زبانی ہی سنئے:

میں نے اپنی صحافتی زندگی میں بڑے بڑے لوگوں کے انٹرویو لئے ہیں۔ ان میں

مختلف ممالک کے صدور، وزراء اعظم، سیاسی پارٹیوں کے سربراہان، کرکٹ کے نامور کھلاڑیوں اور فلمی دنیا کے چمکتے ہوئے ستاروں کے انٹرویو شامل ہیں۔ بڑے لوگوں سے انٹرویو لینا تو مشکل ہے ہی۔ انٹرویو کیلئے وقت لینا بھی جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ میرے دل میں ایک خواہش بڑی شدت سے انگڑائیاں لیتی رہتی تھی کہ کسی طرح شیطان کا بھی انٹرویو لوں۔ میں اپنی اس خواہش کی تکمیل کیلئے سرگرداں رہا لیکن جب بھی میرا اس دشمن دین و ایماں سے رابطہ ہوتا وہ عدیم الفرصتی کا بہانہ بنا کر ٹال دیتا۔ جب بھی اس سے انٹرویو کیلئے وقت کا مطالبہ کرتا وہ ناک بھوں چڑھا کر کہتا "تمہارا کیا ہے! بیکار آدمی ہو۔ میرا واسطہ آدم کی ساری اولاد سے ہے جو دنیا کے سینکڑوں ممالک میں سطح ارضی پر ادھر ادھر بکھری پڑی ہے۔ میرا سفر بڑا طویل ہے تمہاری طرح دو چار یا سو پچاس کوس نہیں۔ پوری سطح ارضی میری جولانگاہ ہے۔ نہ دن کو چین ہے نہ رات کو آرام۔ ایک آگ ہے جس میں مسلسل جل رہا ہوں۔ تمہارے باپ آدم (علیہ السلام) کی وجہ سے میری حکومت چھن گئی۔ مجھے اپنے اعلیٰ مناصب اور بلند مراتب سے محروم ہونا پڑا۔ جنت سے نکال دیا گیا۔ اب تو ایک آگ ہے جس میں مسلسل جل رہا ہوں اور وہ آگ حسد اور بغض کی ہے جو کبھی ٹھنڈی نہیں ہوتی"

ایک روز میں نے شیطان کو ایک مسجد کے دروازہ کے قریب جا پکڑا، وہ ایک نوجوان کے ساتھ لگا کھڑا تھا۔ عصر کا وقت تھا اذان ہو چکی تھی۔ جماعت کھڑی ہونے والی تھی۔ وہ نوجوان کو کہہ رہا تھا (براہ راست دل میں) ریگل سینما میں فلم "حسن والے" کا آج آخری شو ہے۔ فلم بہت اچھی ہے۔ گانے کمال کے ہیں۔ رقص غضب کے ہیں۔ شو کا وقت ہو گیا ہے یہ موقعہ ضائع نہ کرو۔ کیا کیا نماز!

نماز تو روز ہی پڑھتے ہو ایک نہیں پانچ پانچ۔ تفریح بھی تمہارا حق ہے۔ کیا کہہ رہے ہو؟ ٹکٹ! تم ٹکٹ کی فکر نہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں ٹکٹ مل جائے گا"

میں نے دیکھا نوجوان تذبذب کا شکار ہو گیا۔ مسجد کی طرف اٹھتے ہوئے قدم سست

پڑ گئے۔ کسمسایا اور بڑبڑانے لگا: نماز چھوڑ دوں! یہ بھی تو مناسب نہیں۔

شیطان نے سرگوشی کی: چلو! قضا بھی تو کر سکتے ہو"

نوجوان کے قدم رک گئے پھر وہ اچانک مڑا اور ریگل چوک کی طرف تیزی سے چل پڑا۔

میں نے شیطان کا راستہ روک لیا اور غصے میں کہا:

"ملعون! محروم کر دیا نہ بے چارے کو نماز سے!"

شیطان بگڑ کر کہنے لگا: "میں نے کب روکا۔ میں نے تو بس مشورہ دیا تھا۔ اسے اختیار تھا میرے مشورے کو رد کر دیتا۔ تم آدم زادے اپنے قصور دوسروں کے سر تھوپنے میں بڑے ماہر ہو۔ مجھے چاردانگ عالم میں بدنام کر رکھا ہے۔

کیا میں نے اس کا راستہ روکا؟

کیا میں نے اس کے پاؤں میں زنجیریں ڈال دی تھیں؟

یہ کہہ کر مردود جھوم جھوم کر یہ شعر پڑھنے لگا:

؎ حیرت آتی ہے مجھے اس حضرت انسان پر
فعل بد تو خود کرے لعنت کرے شیطان پر

صحافی: "بند کرو یہ بکواس۔ آج مل گئے ہو تو انٹرویو دے ہی ڈالو!"

شیطان: "انٹرویو لینا ہے تو ابھی اسی وقت جو پوچھو گے بتاؤں گا"

صحافی: "تم انتظار کرو میں نماز پڑھ لوں۔ میری نماز نہ چلی جائے"

شیطان: "بڑے آئے نمازی! فجر کی نماز پڑھی تھی؟

اذان سنی تھی نا! پھر اٹھے کیوں نہیں؟"

یہ کہہ کر شیطان قہقہے لگاتا ہوا بھاگ نکلا اور میں مسجد کی طرف بڑھ گیا۔

میں شیطان کی تاک میں لگا ہوا تھا (افسوس میں غلط بات لکھ گیا کیونکہ میں نہیں بلکہ

شیطان میری تاک میں تھا۔ صرف میری تاک میں نہیں بلکہ آدمؑ کی ساری اولاد کی تاک میں ہے)

تو خیر! ایک روز میں نے اسے پکڑ ہی لیا۔

محلہ میں ایک مکان تعمیر کیا جانے والا تھا۔ مرزا صاحب گرین بیلٹ ہولڈر تھے۔ امریکہ سے ڈالروں کی گٹھڑیاں باندھ کر لائے تھے۔ سنت نگر میں آبائی قطعۂ اراضی موجود تھا۔ ان ڈالروں کو وہاں کھپانے کا فیصلہ کیا' بنیادیں کھودی جانے لگیں۔ ان کے قطعۂ اراضی کے ملحق شیخ صاحب کا ایک پلاٹ تھا۔ جس کے نصف حصہ میں انہوں نے ایک جھونپڑی ڈال رکھی تھی (یہ بھی شیطان کی ایک چال ہے جب زرداروں کے محلات تعمیر ہوتے ہیں تو وہ انکے کان میں پھونک دیتا ہے کہ اس کا نام کاٹیج رکھو' اردو میں اسکے معنی جھونپڑی کے ہیں۔ یہ منافقت نہیں تو اور کیا ہے۔ زرداروں کو کیا پتہ جھونپڑی کیا ہوتی ہے۔ بارش ہو تو ٹپکنے لگتی ہے۔ دھوپ ہو جلنے لگتی ہے۔ سرما کی یخ بستہ ہوائیں جھونپڑی کے خس و خاشاک سے گذر کر اندر والوں کے کلیجے چھلنی کر دیتی ہیں۔

کیا امراء کی جھونپڑیوں میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے؟

شیخ صاحب بہت سادگی پسند ہیں۔ کھدر کا لباس پہنتے ہیں' سر پر پانچ روپے والی جالی دار ٹوپی ہوتی ہے۔ درآمد برآمد کا کاروبار کرتے ہیں۔ ان کے حاسدان پر طرح طرح کے الزامات عائد کرتے رہتے ہیں۔ آئے دن ان کے گوداموں پر چھاپے پڑتے رہتے ہیں۔ پر ہمیں اس سے کیا! ہم نے تو انہیں خوش اطوار اور پابند صوم وصلوٰۃ پایا ہے۔ البتہ شیخ صاحب کے تینوں لڑکے خوب چلتے پرزے ہیں۔

سوٹ بوٹ پہنتے ہیں' محلے میں خوب دبدبہ ہے۔

مزدور بنیادیں کھود رہے تھے کہ شیخ صاحب اپنی جھونپڑی کے سنہری گیٹ سے برآمد ہوئے۔ میں نے دیکھا شیطان انکے پہلو سے پہلو ملائے چل رہا تھا اور انہیں باور کراتا آ رہا

تھا کہ مرزا صاحب بنیادیں غلط کھود رہے ہیں اور کم از کم تین فٹ آپ کے پلاٹ میں تجاوز کر چکے ہیں۔ مرزا صاحب سامنے موجود تھے' ابلیس نے انکے دل میں بھی اپنا سونڈ گھسیڑ دیا۔

شیخ صاحب: "ارے مرزا صاحب! کیا ستم ڈھا رہے ہیں؟"

مرزا صاحب: "شیخ صاحب! میں کچھ سمجھ نہیں پایا۔ بات کیا ہے؟"

شیخ صاحب: "آپ نے ہمارے پلاٹ کو کتر ڈالا ہے"

مرزا صاحب: "بھلا ایسا بھی ہو سکتا ہے! میرے پاس نقشہ ہے۔ آپ خود دیکھ لیجئے اور پیمائش کر لیجئے"

شیخ صاحب: "میرے پاس بھی نقشہ ہے۔ آپ کام بند کر دیں جب تک حد بندی نہیں ہو جاتی۔

مرزا صاحب: "یہ آپ زیادتی کر رہے ہیں۔ کام کیسے روکا جا سکتا ہے؟"

شیخ صاحب: "کام کیسے نہیں رکے گا! (آگے بڑھ کر مزدور کے ہاتھ سے کدال چھیننے کی کوشش کی' کوشش میں کدال کا تیز دھار بلیڈ شیخ صاحب کی کنپٹی پر ایک خراش ڈال دیتا ہے اور خون بہہ نکلتا ہے)

میں نے شیطان کو تیزی سے بھاگتے ہوئے دیکھا۔ وہ تیزی سے شیخ صاحب کی کوٹھی میں گھس گیا۔ بس پھر کیا تھا ایک قیامت صغریٰ برپا ہو گئی۔ شیخ صاحب کو کوٹھی سے آتشیں اسلحہ آگ برسانے لگا۔ جب میدان کارزار گرم ہو گیا تو میں نے ابلیس کو دبے پاؤں ایک طرف کھسکتے ہوئے دیکھا۔ میں نے بھی آؤ دیکھا نہ تاؤ اس کے تعاقب میں لپکا۔ ملعون نے محسوس کر لیا تھا کہ میں اسکا تعاقب کر رہا ہوں۔ کافی دور جا کر رک گیا اور پیچھے مڑ کر کہنے لگا:

"کیوں کیا بات ہے۔ میرا پیچھا کیوں کر رہے ہو؟"

صحافی: "بے رحم صیاد! یہ تم نے کیا کیا؟"

شیطان: "کیوں میں نے کیا کیا ہے، گالی دی ہے، ہتھیار اٹھایا ہے یا گولی چلائی ہے؟"

صحافی: "تم بڑے فتنہ باز اور فریب کار ہو"

یہ کہہ کر میں نے جھپٹ کر اسکا سیاہ رنگ کا لبادہ پکڑ لیا لیکن اس نے ایک جھٹکے سے مجھے دور پھینک دیا۔ میں اٹھ کر دوبارہ اسکی طرف بڑھا تو کہنے لگا:

شیطان: "آخر تم کیا چاہتے ہو؟"

صحافی: "میں تمہارا انٹرویو لینا چاہتا ہوں"

اس نے حامی بھری اور مجھے ایک ویرانے میں لے گیا۔ میں کہتا رہ گیا کہ یہیں کسی ریستوران میں بیٹھ جاتے ہیں لیکن وہ نہ مانا اور شہر سے دور پرانے کھنڈرات میں جا کر دم لیا

صحافی: "میں کافی عرصہ سے تمہارا انٹرویو لینا چاہتا تھا۔ تم پہلوتہی کیوں کرتے رہے؟

شیطان: "سچی بات کہہ دوں؟"

صحافی: "ارے واہ! کیا تم سچ بھی بول لیتے ہو؟"

شیطان: "تم بڑے سچے ہو! سنتے کچھ ہو، لکھتے کچھ اور ہو اور اخبارات میں چھپوا کچھ اور دیتے ہو"

صحافی: "تم ہزیان بک رہے ہو۔ میں نہیں مانتا"

شیطان: "تمہارے نہ ماننے سے میری صحت پر کچھ اثر نہیں پڑتا"

صحافی: "تم نے صحت کی بات ہے۔ چلو! یہ تو بتاؤ آج کل خوب موٹے تازے ہو رہے ہو۔ کیا کھاتے ہو؟

شیطان: "ارے آدم زادے! موٹا کیوں نہ ہوتا۔ دنیا بھر کی نعمتیں صبح و شام کھانے کو ملتی ہے۔ وہ محاورہ سنا ہوا ہے نا!

"ہینگ لگے نہ پھٹکری رنگ بھی چوکھا آئے"۔ بس وہی بات ہے"

صحافی: "کیا محاورہ بندی کر رہے ہو! سیدھی بات کرو"

شیطان: ''سیدھی بات یہ ہے کہ تم جو طرح طرح کی نعمتیں کھاتے ہو وہ میرے پیٹ میں جاتی ہیں۔ ابھی کل کی بات ہے میں نے خوب گلچھرے اڑائے۔ یاد ہے نا! وزیر داخلہ نے صحافیوں کو استقبالیہ دیا تھا۔ وہاں جو مرغ مسلم' زردہ' پلاؤ' بریانی اور کوفتے تھے وہ سب میں ڈکار گیا۔ تم لوگ تو بس منہ چلاتے رہ گئے۔''

صحافی: ''کیا بک بک لگا رکھی ہے؟ کھل کر بات کرو''

شیطان: ''تمہیں اللہ اور اس کے رسول کا فرمان یاد نہیں کہ جس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے وہ میرے پیٹ میں جاتا ہے۔ لیا تھا تم نے اللہ کا نام!''

صحافی: ''اچھا چھوڑو! تمہارا نام تو عزازیل تھا۔ اب تو بڑے بڑے القاب اور خطابات لئے پھر رہے ہو۔ کوئی شیطان کہتا کوئی ابلیس!''

شیطان: ''حسد کیوں کرتے ہو؟ اگر تمہیں ان میں سے کوئی پسند ہو تو بتاؤ!''

صحافی: ''میں لعنت بھیجتا ہوں!

شیطان: ''تم جھوٹ بولتے ہو! اگر ایسا ہوتا تو اپنے پیارے پیارے بچوں کو ''ارے او شیطان!'' کہہ کر نہ پکارتے۔

صحافی: ''چلو چھوڑو! یہ بتاؤ تم عزازیل سے ابلیس کیسے بن گئے؟''

شیطان: ''صحافی بھائی! بات............

صحافی: ''(جلدی سے بات کاٹ کر) مردود مجھے بھائی کہتے ہو! شرم نہیں آتی؟''

شیطان: ''کیوں! میں نے کوئی غلط بات کہہ دی؟

''میں نے تو وہی بات کہی جو تمہارا اللہ کہتا ہے''

صحافی: ''ملعون کیا بکتے ہو؟''

شیطان: ''قرآن پڑھتے ہو؟''

صحافی: ''پڑھتا ہوں؟''

شیطان: ''قرآن میں سورۂ بنو اسرائیل موجود ہے!''

صحافی: ''بالکل موجود ہے!''

شیطان: ''بس! پھر تم میرے بھائی ہو کیونکہ اس سورۃ میں اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں'' کیا تم فضول خرچی نہیں کرتے ہو؟

یقیناً کرتے ہو' شادی بیاہ کے موقع پر' لباس میں خوراک میں فرسودہ رسومات پر۔ عید' شب برات' کے موقعوں پر تمہارے بچے ہزاروں کے پٹاخے چلا دیتے ہیں۔

اب بولو! کیا کہتے ہو؟

صحافی: ''اچھا چھوڑو! میرے پہلے سوال کا جواب تو دو''

شیطان: ''تم خواہ مخواہ میرا وقت برباد کر رہے ہو۔ تم آدم زادوں کی نظر میں وقت کی کوئی قدر نہیں۔ گھنٹوں کھیل میں لگے رہتے ہو جہاں دس بجے پہنچنا ہوتا ہے بارہ بجے جا پہنچتے ہو۔ میں تمہاری طرح بے کار نہیں ہوں۔ میرا وقت بڑا قیمتی ہے۔ آج میں نے شیاطین جن و انس کا اجلاس طلب کیا ہوا ہے۔ اس اجلاس میں شرکت کیلئے دنیا بھر سے شتونگڑے آرہے ہیں۔

رہا تمہارا سوال تو سنو!

تم میری محرومیوں اور مایوسیوں کا اندازہ نہیں کر سکتے ''جس تن لاگے وہ ہی جانے''

ایک وقت تھا میں اعلیٰ مناصب پر فائز تھا۔ ملائکہ میری شاگردی کا دم بھرتے تھے۔ جنت کی نعمتیں حاصل تھیں۔ زمین پر حکمرانی کرتا تھا۔ اب میں ان سب مراتب سے محروم کر دیا گیا ہوں۔ آسمانوں کی طرف جاتا ہوں تو میرے اوپر انگارے برسائے جاتے ہیں۔ جس شخص کو ان ذلتوں اور رسوائیوں سے دو چار کر دیا جائے وہ مایوس ہوگا یا نہیں۔ ان مایوسیوں نے ہی مجھے عزازیل سے ابلیس بنا دیا ہے۔

صحافی: ''خود کردہ را علاج نیست! بدبخت اللہ کا حکم مان لیا ہوتا آدمؑ کو سجدہ کر دیا ہوتا۔

بھول ہوگئی تھی تو بجائے غرور و تکبر کے عجز و فروتنی کی راہ اختیار کی ہوتی''

شیطان: ''تم نہیں سمجھو گے!

جس کی وجہ سے مجھے اپنے اعلیٰ مناصب سے محروم ہونا پڑا۔

جو میری جگہ خلافت ارضی کا تاج سر پر سجا کر بیٹھ گیا۔

جو میری تباہی و بربادی اور زوال کا باعث بنا۔

میں اسکے سامنے جھک جاتا!

اس کا سجدۂ تعظیم بجالاتا!

آدم زادے! عقل کے ناخن لو............نہیں! ہرگز نہیں! میں تو اب بھی ہرگز ایسا کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں''

صحافی: ''تم واقعی بدفطرت ہو............کفر تم نے کیا' انکار تم نے کیا' اپنی نسلی برتری پر غرور تم نے کیا اور الزام آدمؑ پر!''

شیطان: ''آدم زادے اپنی اوقات میں رہو اور گریبان میں منہ ڈالو تم نے اس سطح ارضی پر اقتدار و اختیار کیلئے کیا کچھ نہیں کیا۔ نوشیروان عادل فارس کے ساسانی بادشاہ کا نام سنا ہوا ہے اس نے اپنے سترہ بھائیوں کو تخت و تاج کیلئے قتل کیا۔ ہندوستان میں کیا ہوتا رہا ہے کبھی باپ نے حکومت کی خاطر بیٹے کو اور کبھی بیٹے نے باپ کو تہ تیغ کیا۔ مغلوں کی تاریخ تو ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ میر جعفر نے شیر بنگال سراج الدولہ کو مروا دیا اور میر قاسم نے میسور کے باغیرت حکمران ٹیپو سلطان سے غداری کی............

اور سنو! عبداللہ ابن ابی جس کا سارا قبیلہ اسلام لے آیا تھا یہاں تک کہ اس کا اپنا بیٹا عبداللہ بھی مسلمان ہوگیا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی مخالفت پر کمر بستہ ہو کر منافقت کی راہ چلا کیونکہ یثرب میں اسلام کے آنے سے پہلے اسے بادشاہ بنانے کی کاروائیاں زوروں پر تھیں۔ اس کی تاجپوشی کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ اس کیلئے سونے کا تاج تیار ہو رہا تھا......

میرے ساتھ بھی تو یہی کچھ ہوا..........''

صحافی: ''تم بڑے فتنہ باز ہو! عبداللہ ابن ابی وغیرہ جن لوگوں کے تم نے نام لئے ہیں تمہارے ہی تو پیروکار تھے' منافقت' ریاکاری' غداری یہ سب تمہارے ترکش کے تیر ہیں''

شیطان: ''آدم زادے! تم الزام تراشی پر اتر آئے ہو اسلئے اب میں جاتا ہوں''

صحافی: ''جاتے کہاں ہو! ابھی تو تمہید چل رہی ہے انٹرویو تو شروع ہی نہیں ہو سکا۔ یہ بتاؤ تم جو بڑے ظالم اور مکار صیاد ہو' بنی آدم کو پھانسنے کیلئے کونسا پھندہ لگاتے ہو؟''

شیطان: ''میرے پاس ایک سے ایک مضبوط پھندہ ہے لیکن شراب سب سے موثر ہے''

صحافی: ''جو آدم زادہ اس پھندے میں پھنس جائے اسکے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو؟''

شیطان: ''میں اسے انگلیوں پر نچاتا ہوں۔ وہ میرا ہر حکم مانتا ہے''

صحافی: ''بنی آدم پر قابو پانے کا بہترین موقعہ تمہیں کس وقت ملتا ہے''

شیطان: ''جس وقت وہ کسی غیر محرم عورت کیساتھ تنہا ہوتا ہے''

صحافی: ''تمہیں سب سے زیادہ تکلیف کس وقت ہوتی ہے؟''

شیطان: ''جس وقت تم لاحول ولا قوۃ پڑھتے ہو''

صحافی: ''تمہارا لباس کیا ہے؟''

شیطان: ''عریانی!''

صحافی: ''پسندیدہ رنگ کونسا ہے؟''

شیطان: ''کالا سیاہ''

صحافی: ''کھاتے کیا ہو''

شیطان: ''بنی آدم کی عاقبت''

صحافی: ''پسندیدہ مشروب کیا ہے؟''

شیطان: ''شراب!''

صحافی: ''تمہاری پسندیدہ سائنسی ایجاد کون سی ہے؟''

شیطان: ''ٹی وی' وی۔سی۔آر''

صحافی: ''کیا تم سوتے بھی ہو؟''

شیطان: ''سونے کا نام ہی نہ لو۔ میں سو جاؤں اور تم بنی آدم سکون کا سانس لو۔ یہ کیسے ممکن ہے؟''

صحافی: ''بنی آدم کا کونسا عمل تمہاری کمر توڑ دیتا ہے؟''

شیطان: ''استغفار''

صحافی: ''تم بنی آدم کو استغفار سے کس طرح باز رکھتے ہو؟''

شیطان: ''خواہشات میں الجھا کر''

صحافی: ''تم اپنے شتونگڑوں کی کس کارکردگی پر ناچ اٹھتے ہو؟''

شیطان: ''جب وہ محبت کرنے والے میاں بیوی میں جدائی ڈالنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں''

صحافی: ''دنیا میں جب سیلابوں' زلزلوں اور دوسرے ناگہانی حالات سے تباہ کاریاں ہوتی ہیں تم کہاں ہوتے ہو؟''

شیطان: ''ناسمجھ آدم زاد! اس دوران تمہیں کون کاٹتا ہے؟''

صحافی: ''تم میرے تصور سے بھی بڑھ کر بدکار اور ذلیل و خوار ہو''

شیطان: ''اور تم......؟ کھول دوں کا کچا چٹھہ......!

بد اچھا بدنام برا''

صحافی: ''تم حکمرانوں کیلئے کیا پیغام دیتے ہو''

شیطان: ''وہ نمرود' فرعون' شداد اور دقیانوس کی تاریخ پڑھیں''

صحافی: ''تم دولت والوں کو کیا مشورہ دینا پسند کرو گے''

شیطان: "وہ قارون کے مقام تک پہنچنے کی کوششیں جاری رکھیں"

صحافی: "تاجروں کے بارے میں کیا کہنا چاہتے ہو"

شیطان: "تاجروں کے ساتھ تو میرے تعلقات بہت خوشگوار ہیں۔ وہ میری باتوں کو سمجھتے بھی ہیں اور مانتے بھی ہیں۔ میں بھی انہیں اچھے مشورے دیتا ہوں مثلاً یہ کہ مرچوں میں اینٹ پیس کر نہ ملایا کریں بلکہ لکڑی کا بورا رنگ ڈال کر دیا کریں۔ آخر عوام کی صحت کا بھی تو خیال رکھنا ہے نا! چائے کی پتی میں تو وہ بورا ہی رنگ کر کے ملاتے ہیں۔ چینی میں بھی کھاد کی بجائے سوجی ملانے کا مشورہ دیتا ہوں۔ ڈنڈی مارنے کے گر تو میرے شتونگڑے ہی انہیں سکھا دیتے ہیں۔

صحافی: "قصاب کے نام کوئی پیغام؟"

شیطان: "بھولے بادشاہو! قصاب کو پیغام دینے کی کیا ضرورت ہے' ہر وقت اسکے پاس ہوتا ہوں۔ جس رفتار سے اسکی چھری چلتی اس سے کہیں زیادہ تیزی سے میں اسکے خون میں حرکت کرتا ہوں"

صحافی: "عام شکایت ہے کہ درزی کپڑا مار لیتا ہے"

شیطان: "شتونگڑوں کا لباس بھی تو بنا ہوتا ہے"

صحافی: "کبھی ریل میں بھی سفر کرتے ہو؟"

شیطان: "ریلوے ڈکیتیاں کون کرتا ہے؟"

صحافی: "سنا ہے قومی اسمبلی کا الیکشن لڑنے والے ہو؟"

شیطان: "ارے میری یہ ہمت! خرچہ۔ خرچہ۔ خرچہ!"

صحافی: "رمضان میں لوگ بہت عبادت کرتے ہیں' روزے رکھتے ہیں' نمازیں باقاعدہ ادا کرتے ہیں' ہر طرف تلاوت قرآن مجید کی آوازیں گونجا کرتی ہیں' صدقہ و خیرات کا زور ہوتا ہے۔ تم کہاں ہوتے ہو؟

شیطان: ''تمہیں پتہ نہیں! مجھے رمضان میں زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا ہے۔ اسلئے میں کچھ نہیں کر پاتا''

صحافی: ''لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو روزہ نہیں رکھتے۔ دوسری برائیاں بھی کرتے رہتے ہیں''

شیطان: ''نادان! زنجیروں میں جکڑا ہوا میں ہوتا ہوں وہ تو آزاد ہوتے ہیں۔ وہ خود میرے پاس چلے آتے ہیں''

صحافی: ''انسانوں کے درمیان بغض و عداوت کا بیج بونے کا کامیاب ترین طریقہ تم نے کون سا ایجاد کیا ہے''

شیطان: ''قرآن نہیں پڑھتے؟''

صحافی: ''پڑھتا ہوں!''

شیطان: ''سورۂ مائدہ میں جوا کا ذکر نہیں پڑھا؟''

صحافی: ''پڑھا ہے''

شیطان: ''پھر............''

صحافی: ''اچھا ایک بات اور بتاؤ! آج کل ہر آدمی خون کے دباؤ کا شکار ہے۔ کسی کا کم کسی کا زیادہ۔ تعجب ہے! پہلے تو ایسا نہیں ہوتا تھا''

شیطان: ''اس میں تعجب کی کونسی بات ہے؟ پہلے لوگ رزق حلال کھاتے تھے' رگوں میں پاکیزہ خون دوڑتا تھا' میں پاکیزہ چیز سے دور بھاگتا ہوں۔ جب سے حلال و حرام کی تمیز ختم ہوئی ہے رگوں میں دوڑنے والا خون بھی پاکیزہ نہیں رہا۔ اسلئے میں بنی آدم کی رگوں میں بھاگا پھرتا ہوں۔ جب غیض و غضب میں ہوتا ہوں تیز دوڑتا ہوں تو خون کا دباؤ زیادہ ہو جاتا ہے۔ جب عالم سرور میں مست خرامی کرتا ہوں تو دباؤ کم ہو جاتا ہے۔ (قہقہہ لگاتا ہے ......ہا۔ہا۔ہا۔ہا۔)

صحافی: ''اگر تمہیں کسی انسان پر مکمل اختیار دیدیا جائے تو اس سے کونسا عمل کرواؤ گے؟''

شیطان: ''ظاہر ہے۔ شرک!''

صحافی: ''فریب کار تیری اولاد بھی ہے؟''

شیطان: ''کیوں نہیں! اللہ نے مجھے وعدہ دیا کہ آدم کا ایک بیٹا ہوگا تو تیرے دو ہونگے''

صحافی: ''کیسی ہے تیری اولاد''

شیطان: ''ایک دم شاندار! فرمانبردار' اطاعت شعار!''

صحافی: ''شیطان زادوں کے نام ہی بتادو''

شیطان: ''آدم زادے تم بھی بال کی کھال اتارتے ہو! میں تمہیں کس کس کا نام بتاؤں۔ خیر سنو! مدحش۔ خدیث۔ ذلیعون۔ بتر۔ مشوط۔ واسم۔ اعور..............................''

صحافی: ''پسندیدہ شاعر کونسا ہے؟''

شیطان: ''جس کی شاعری کا مرکز ومحور شراب اور عورت ہو''

صحافی: ''تمہارے خلاف کیلئے سب سے موثر ہتھیار کونسا ہے؟''

شیطان: ''کلمۂ توحید!''

صحافی: ''حکمران کی کونسی بات تمہیں زہر لگتی ہے؟''

شیطان: ''عدل''

صحافی: ''آج کل ڈاکٹروں سے تو گہری چھنتی ہے نا!''

شیطان: ''سب سے نہیں!''

صحافی: ''کیا مطلب؟''

شیطان: ''مطلب یہ کہ ان میں سے بعض تو بالکل میرے ڈھب پر نہیں آتے' فری ڈسپنسریاں کھول رکھی ہیں' فری کیمپ لگاتے ہیں' فری ادویات تقسیم کرتے پھرتے ہیں۔ بھلا یہ کوئی بات ہوئی!

ہاں البتہ بعض کو میں بچھاڑ ہی لیتا ہوں۔ ابھی کل ہی کی تو بات ہے کہ میں ڈاکٹر...... (نام نہیں لیتا) کے کلینک پر جا نکلا۔ ایک ادھیڑ عمر شخص پھٹے پرانے کپڑے پہنے ایک نو دس سالہ درد سے بلکتے ہوئے بچے کو اٹھائے وہاں آ گیا۔ آدھا ڈاکٹر تو میں بھی ہوں فوراً تاڑ گیا کہ بچے کو اپنڈکس کا عارضہ ہے۔ ڈاکٹر نے فیس طلب کی تو اس نے دھوتی کے پلو سے مڑا تڑا ایک پچاس کا نوٹ کھول کر میز پر ڈال دیا۔ میں فوراً ڈاکٹر کے دل میں جا پہنچا۔ بس پھر کیا تھا ڈاکٹر نے قلم کی نوک سے وہ گندا نوٹ میز سے نیچے گراتے ہوئے کہا۔

ڈاکٹر: "میری فیس پچاس نہیں پانچ سو روپے ہے۔ پوری فیس دو"

غریب: "ڈاکٹر صاحب! میں پانچ سو روپے کہاں سے لاؤں۔ میرے پاس تو ان پچاس روپوں کے علاوہ پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے' یہ روپے بھی میں نے آٹا خریدنے کیلئے رکھے ہوئے تھے کہ اچانک میرا بیٹا بیمار ہو گیا"

ڈاکٹر: "اگر تمہارے پاس پیسے نہیں ہیں تو اسے کسی خیراتی ہسپتال میں لے جاؤ۔ جاؤ نکلو میرا وقت ضائع نہ کرو"

غریب: "ڈاکٹر صاحب! خدا کیلئے رحم کیجئے۔ میرا بیٹا مر جائے گا!"

میں نے فوراً دل کے ڈاکٹر میں یہ بات ڈال دی کہ اگر تم نے معائنہ کر لیا تو اسکا علاج بھی مفت کرنا پڑے گا۔ اس کا خاطر خواہ اثر ہوا! ڈاکٹر کے اشارے پر ملازم اسے دھکیلتا ہوا دروازہ کی طرف لے گیا' میں نے دیکھا کہ لڑکے نے گردن ڈال دی تھی اور اسکی چیخ و پکار بھی مدھم ہو چکی تھی۔ میرا کام مکمل ہو چکا تھا۔ میں نے سنا ڈاکٹر کے دل سے اپنی سونڈ ہٹالی اور دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ میں نے سنا ڈاکٹر اظہار ندامت کر رہا تھا اور نوکر کو کہہ رہا تھا کہ فوراً اس آدمی کو تلاش کر کے لاؤ۔ ملازم دروازے کی طرف لپکا۔ میں نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ ملازم کے ساتھ ٹکرا گیا' بوڑھا آدمی تھا پہلے دروازہ کے ساتھ ٹکرایا اور پھر فرش پر لڑھک گیا۔ ڈاکٹر ملازم کی طرف متوجہ ہو گیا تو میں اطمینان سے نکل آیا۔ کیونکہ مجھے یقین ہو گیا

ہوگیا کہ وہ اب اس غریب آدمی کو تلاش نہیں کر سکیں گے۔ ڈاکٹر کلینک میں بیٹھا پچھتا رہا تھا اور میں سڑک پر قہقہے لگاتا جا رہا تھا۔

صحافی: ''بنی آدم میں سے کس سے سب سے زیادہ ڈرتے ہو؟''

شیطان: ''ہائے میں تو اس کے تصور سے ہی کانپ اٹھتا ہوں نام کیسے لوں!''

صحافی: ''کچھ تو بولو! اشارہ کنایہ سے ہی بتا دو''

شیطان: ''وہ ہے نا! وہی...... خطاب کا بیٹا......''

صحافی: ''حضرت عمرؓ ابن خطاب امیرالمؤمنین؟''

شیطان: ''(ڈر سے کانپتے ہوئے) ہاں! ہاں! وہی''

صحافی: ''آج کل لڑکوں سے گذر بسر کیسی ہے؟''

شیطان: ''وہ قابو میں ہیں''

صحافی: ''کیسے؟''

شیطان: ''گھر میں ہوں تو ٹی وی ڈرامہ نہ ہو تو کرکٹ میچ۔ کرکٹ میچ نہ ہو تو ڈسکو...... بازار کی طرف نکل جائیں تو وڈیو۔ سکول' کالج جائیں تو جلسے جلوس' ہنگامے...... بس ان کے بھی مزے اور میرے بھی مزے''

صحافی: ''آؤ کچھ تاریخی باتیں ہو جائیں! یہ بتاؤ دارالندوہ میں جہاں قریش مکہ اپنا خفیہ اجلاس کر رہے تھے کیا لینے گئے تھے؟

شیطان: ''لینے نہیں دینے گیا تھا''

صحافی: ''کیا دینے گئے تھے؟''

شیطان: ''قیمتی مشورے!''

صحافی: ''کیا تمہارے مشوروں کا انہیں کوئی فائدہ بھی پہنچا؟''

شیطان: ''نادان! میں ہمیشہ اپنے فائدہ کو مدنظر رکھتا ہوں۔ ان کو فائدہ پہنچانا میرا کب

مقصود تھا؟''

صحافی: ''تاریخ اسلام کے مطالعہ سے مجھے تعجب ہوتا ہے کہ تم خیر خواہ بن کر مشرکین مکہ کو بدر کے میدان میں لے گئے تھے اور انہیں ہر طرح کے تعاون کا یقین دلایا تھا لیکن جب ان پر مشکل پڑی تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ کیوں؟

شیطان: ''کیا کیا؟ خیر خواہی! اور وہ بھی بنی آدم سے۔ ناممکن! میں تو انہیں پھانس کر بدر کے میدان میں لے گیا تھا۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو وہ اپنا ارادہ تبدیل کر دیتے اور ذلت آمیز شکست سے بچ جاتے۔ ایسا میں نہیں چاہتا تھا۔

صحافی: ''آخر تم میدان بدر سے بھاگے کیوں تھے؟''

شیطان: ''میں نے ملائکہ کی فوج کو گھوڑوں پر سوار آسمان سے نازل ہوتے دیکھا تو میرا ''پتا پانی ہو گیا'' اور میں بھاگ کھڑا ہوا۔

صحافی: ''ملعون! تجھے اللہ کے ذکر سے چڑ کیوں ہے؟''

شیطان: ''میں اللہ کا ذکر سن کر کمزور ہو جاتا ہوں۔ جب معاشرہ میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو میں ہاتھی کی طرح دندناتا پھرتا ہوں اور جونہی اللہ کا ذکر شروع ہوا میرا جسم گھٹنا شروع ہو جاتا ہے اور گھٹتے گھٹتے چڑیا کے برابر رہ جاتا ہے۔

میری جان کے دشمن! اب تم ہی بتاؤ میں اللہ کا ذکر کس طرح سن سکتا ہوں!''

صحافی: ''بدنصیب! تو اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھی طعن دھرنے سے باز نہ آیا؟

شیطان: ''آدم زادے! اپنے حواسوں میں رہو۔ ہاں!''

صحافی: ''کیوں! تم نے نہیں کہا تھا کہ اللہ نے مجھے گمراہ کیا؟''

شیطان: ''تو کیا میں نے کچھ غلط کیا؟

مجھے ایسا حکم ہی کیوں دیا گیا جس کی تعمیل میرے بس میں نہ تھی؟''

صحافی: ''سب کچھ تیرے بس میں تھا' تو صاحب اختیار تھا' تجھے سجدہ کر دینا چاہیے تھا۔

اگر بھول ہوگئی تو جھک جاتا۔ توبہ کر لیتا تکبر تو نہ کرتا!

شیطان: ''ہونہہ (منہ بناتے ہوئے) سجدہ کر لیتا.........''

صحافی: ''فریب کار تیری فریب کاریوں میں کوئی شک نہیں۔

حضرت آدمؑ تیری دشمنی سے آگاہ تھے پھر بھی تو انہیں فریب دے ہی گیا۔ تو جنت میں کیسے داخل ہوگیا تھا؟

شیطان: ''اللہ نے مجھے جنت سے نکال دیا تھا۔ بھلا پھر میں کیسے جنت میں داخل ہوسکتا تھا!''

صحافی: ''پھر تو نے آدمؑ کو کس طرح ورغلایا؟ کہا جاتا ہے کہ تو سانپ کے منہ میں بیٹھ کر جنت میں داخل ہوگیا تھا؟

شیطان: ''اللہ نے مجھے آدمؑ اور اولادِ آدم پر مسلط کر دیا تھا۔ انکے دلوں میں وسوسہ ڈالنے کا اختیار مجھے دیا گیا تھا۔ میں نے باہر سے ہی آدمؑ کے دل میں وسوسہ ڈال دیا تھا' اور اس درخت کا پھل کھانے کی رغبت پیدا کر دی تھا''

صحافی: ''تعجب ہے حضرت آدمؑ نے تمہاری باتوں کا یقین کر لیا''

شیطان: '' (قہقہہ لگا کر) یقین کیوں نہ کرتے' میں نے حرص کے ایسے تیر چلائے تھے کہ وہ بے بس ہو کر رہ گئے۔''

صحافی: ''کھل کر بات کر لعین تو نے کیا فریب دیا تھا؟''

شیطان: ''میں نے انہیں دائمی زندگی' جنت کی دائمی رہائش اور فرشتہ بن جانے کا فریب دیا تھا۔ تعجب ہے قرآن میں سب کچھ موجود ہے اور تم مجھے پوچھ رہے ہو۔ تم قرآن پڑھتے بھی تو نہیں اور اگر پڑھتے ہو تو سمجھتے نہیں''

صحافی: ''تعجب ہے انہوں نے تمہاری بات کا یقین کر لیا!''

شیطان: ''(کھی کھی کھی کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے) میں نے قسمیں بھی تو بہت کھائی تھیں''

صحافی: "ظالم! تم نے بے گناہ ہابیل کو قتل کرنے کی قابیل کو ترغیب کیوں دی؟"

شیطان: "آدم زاد! تمہارے لئے قتل و غارت گری کی راہ بھی تو کھولنا تھی"

صحافی: "طوفان نوح کے دوران تم کہاں تھے۔"

شیطان: "چھپ کر کشتی میں بیٹھ گیا تھا"

صحافی: "پھر!"

شیطان: "پھر مجھے نوح (علیہ السلام) نے دیکھ لیا۔ میں ایک بوڑھے آدمی کی شکل میں کشتی میں جا کر بیٹھ گیا تھا۔ میرا ارادہ خطرناک تھا۔ میں نوح (علیہ السلام) کے ساتھیوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنا چاہتا تھا۔ انہوں نے مجھے نکال باہر کیا"

صحافی: "پڑھا ہے کہ تم انہیں نصیحت کرنے بیٹھ گئے تھے"

شیطان: "میں انہیں پانچ باتیں بتانا چاہتا تھا لیکن انہوں نے اللہ کے حکم سے مجھے صرف دو باتیں کہنے کی اجازت دی تھی"

صحافی: "پھر تم نے کونسی دو باتیں بتائیں؟"

شیطان: "میں نے انہیں بتایا کہ تو حسد کی وجہ سے برباد ہوا اور آدمؑ حرص کی وجہ سے جنت سے نکالے گئے"

صحافی: "تم نے زندگی کی سب سے بڑی ہزیمت کہاں اٹھائی؟"

شیطان: "منیٰ میں (مکہ مکرمہ)

صحافی: "کس کے ہاتھوں؟"

شیطان: "حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کے ہاتھوں"

صحافی: "وہ کیسے!"

شیطان: "میں انہیں قربانی سے روکنے میں ناکام رہا تھا"

صحافی: "تمہارا کیا تھا؟ حضرت ابراہیمؑ اپنے ہاتھوں اپنے بیٹے کی قربانی دے رہے تھے

تمہیں تو خوش ہونا چاہیے؟

شیطان: ''ارے نادان! کیا میں ان کو اس امتحان میں کامیاب ہوتے دیکھ سکتا تھا۔ کیا میں ان کے مراتب بلند ہوتے دیکھ سکتا' کیا میں ابراہیمؑ کو خلیل اللہ اور اسمٰعیل کو ذبیح اللہ بنتے دیکھ سکتا تھا؟

صحافی: ''جب تم نے انہیں روکنے کی کوشش کی تو ان کا ردعمل کیا تھا؟''

شیطان: ''انہوں نے کنکریاں مار مار کر میرا چہرہ بگاڑ دیا تھا''

صحافی: ''اچھا ہوا! تمہاری یہی سزا تھی''

شیطان: ''ارے! وہ تو جو ہوا سو ہوا۔ مصیبت تو یہ ہے کہ ہر سال لاکھوں حاجیوں سے پٹتا ہوں''

صحافی: ''باز پھر بھی نہیں آتے!''

شیطان: ''قیامت تک نہیں''

صحافی: ''تو نے موسیٰ سے کہا تھا کہ تو توبہ کرنا چاہتا ہے؟''

شیطان: ''ہاں کہا تھا! پھر؟''

صحافی: ''پھر یہ کہ جب انہوں نے اللہ کے حضور عرض کی اور اللہ نے توبہ کی اجازت دے دی تو پھر کیوں نہ کی توبہ؟''

شیطان: ''شرط ہی ایسی لگا دی گئی تھی جسے میں کسی بھی صورت میں قبول نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے زندہ آدم کو سجدہ نہ کیا اس کی قبر کو کس طرح سجدہ کر دیتا؟''

صحافی: ''فریب کار! جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ دریافت کی تھی تو تو نے آدمؑ پر اپنی برتری کا دعویٰ کیوں کیا؟''

شیطان: ''حقائق کی بنیاد پر! کیونکہ میں اس سے برتر ہوں''

صحافی: ''کس لحاظ سے؟''

شیطان: ''نسلی لحاظ سے' مجھے اللہ نے آگ سے پیدا کیا اور آدمؑ کو خاک سے''

صحافی: ''تیرا دعویٰ عبث ہے کیونکہ آگ کو خاک پر ہرگز شرف حاصل نہیں''

شیطان: ''آگ میں جلانے کی خاصیت ہے جبکہ خاک میں نہیں''

صحافی: ''بے شعور! یہ خوبی نہیں خامی ہے۔ یہ تعمیری نہیں تخریبی قوت ہے''

سنو! آگ میں طیش اور تیزی ہے جبکہ مٹی میں عجز اور حلم ہے۔ مٹی آباد کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے جبکہ آگ برباد کرنے کی۔ مٹی آگ پر غالب ہے کیونکہ آگ کو بجھا دیتی ہے۔ آگ مغلوب ہے کیونکہ یہ مٹی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

شیطان: ''آدم زاد! اپنے دلائل سنبھال کر رکھو۔ تم نے خواہ مخواہ میرا وقت برباد کیا۔ میں اب جاتا ہوں۔ یہی وقت اگر میں تحصیل کچہری یا تھانہ میں لگا لیتا تو وارے نیارے ہو جاتے۔ کئی پرچے درج ہونے سے روک دیتا۔ وکلاء کے دلائل میں ٹانگ اڑاتا۔ انتقال درج نہ ہونے دیتا۔ فردوں اور جمع بندیوں میں کلانچیں مارتا پھرتا۔

صحافی: ''چلو چھوڑو! غصہ تھوک دو!

''میرا ایک مشورہ سنو گے؟''

شیطان: ''سن تو لوں گا' کروں گا وہی جو میرا جی چاہے گا''

صحافی: ''آدم کی قبر کو سجدہ کیوں نہیں کر لیتے۔ تمہاری توبہ کی قبولیت کی یہی تو شرط ہے''

شیطان: ''او آدم زاد! اپنی حدود میں رہو! بڑھ بڑھ کر باتیں نہ بناؤ' میں خوب جانتا ہوں مجھے کیا کرنا ہے۔ زیادہ بک بک کی تو وہ پٹخیاں دوں گا کہ چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا۔ بڑے صحافی بنے پھرتے ہیں!''

صحافی: ''تم میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ سمجھے؟ جاؤ دفع ہو جاؤ جو جی میں آئے کرو۔ میرا اللہ ہے نا! اس کی پناہ بڑی مضبوط ہے۔ میں اس قلعہ میں پناہ لوں گا جس کی طرف تم آنکھ بھی اٹھا کر نہیں دیکھ سکتے۔

پھر صحابی کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے:

لا حول ولا قوۃ الا با اللہ العلی العظیم

یہ سنتے ہی شیطان سرپٹ بھاگ کھڑا ہوتا ہے اور گھنے جنگل میں گھس جاتا ہے۔

19-ابلیس نامہ

شیطان کی کہانی شیطان کی زبانی

حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک روز حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم وغیرہ صحابہ کے ساتھ جنت البقیع کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ جنت البقیع کے قریب پہنچے تو ایک آواز سنائی دی جو لوہے کی زنجیر کی آواز سے مشابہ تھی۔ صحابہؓ نے جب اس آواز کے بارے میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ابلیس ہے اللہ کا دشمن اپنی زیب و زینت کے ساتھ موجود ہے۔ حضرت علیؓ کی استدعا پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو ظاہر ہونے کا حکم دیا جس کی اس نے تعمیل کی اور سب حاضرین پر ظاہر ہو گیا۔ وہ ایک بوڑھا آدمی تھا' ایک آنکھ سے کانا اور جو آنکھ ٹھیک تھی وہ ناک کے برابر لمبی تھی۔ اس کے سر پر مرصع تاج تھا جس میں جواہرات لگے ہوئے تھے۔ کمر میں پٹکا اور ہاتھ میں گھنٹی تھی۔ ابلیس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کیا لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے جواب نہ دیا۔

اس موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے جو سوالات پوچھے اور اس نے جوابات دیئے ان میں سے درج ذیل سطور میں انتخاب پیش کیا جا رہا ہے۔

حضورؐ نے فرمایا: ''تیرے سر پر ٹوپی کیسی ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''یہ دنیا ہے۔ اس کی آرائش ہے جس سے دلوں کو رغبت دیتا ہوں تاکہ

زیادہ سے زیادہ اس کا حرص وطمع کریں"

حضورؐ نے فرمایا: "یہ پٹکا کیسا ہے؟

ابلیس نے جواب دیا: "یہ دنیا کی خواہشات ہیں۔ ان کو آدم کی اولاد پر ظاہر کرتا ہوں اور وہ انہیں حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں"

حضورؐ نے فرمایا: "یہ گھنٹی جو تیرے ہاتھ میں ہے کیسی ہے؟"

ابلیس نے جواب دیا: "جب دو آدمیوں کو جھگڑتے دیکھتا ہوں تو یہ گھنٹی بجاتا ہوں' اسکی آواز سن کر وہ سب برے کام کر گذرتے ہیں"

حضورؐ نے فرمایا: میرے اور میرے یاروں کے حق میں کیا کہتا ہے؟" .

ابلیس نے کہا: "آپ تو معصوم ہیں' آپکے قریب نہیں بھٹک سکتا ابوبکر جس نے دور جاہلیت میں میری اطاعت نہ کی اب حالت اسلام میں کس طرح میرا مطیع ہوگا۔

عمر کے غلبہ اور قوت دین سے میں بھاگتا ہوں۔ عثمانؓ سے اس طرح شرماتا ہوں جس طرح اس سے آسمان کے فرشتے شرماتے ہیں۔ اور علیؓ سے میں ہمیشہ مغلوب ہوں"

حضورؐ نے فرمایا: "تیرے دشمن کتنے ہیں؟"

ابلیس نے جواب دیا: "میرے دشمن پندرہ ہیں اور آپ پہلے نمبر ہیں کیونکہ آپکی وجہ سے میں لوگوں کو گمراہ نہیں کرسکتا' دوسرا دشمن حاکم عادل ہے' تیسرا تواضع کرنیوالا امیر آدمی' چوتھا سچا معاملہ کرنیوالا سوداگر' پانچواں اللہ سے ڈرنے والا عالم' چھٹا نصیحت کرنیوالا مومن' ساتواں حرام سے پرہیز کرنیوالا' آٹھواں مومنوں پر رحم کرنے والا' نواں توبہ پر قائم رہنے والا' دسواں ہمیشہ باوضو رہنے والا' گیارھواں سخی' بارھواں زیادہ صدقہ اور خیرات کرنے والا' تیراھواں زکوۃ دینے والا' چودھواں حافظ قرآن جو قرآن کا عامل ہو'

پندرھواں رات کو جاگ کر عبادت کرنے والا'

حضورؐ نے فرمایا: "اپنے آپ کو نماز کی حالت میں کیسے پاتا ہے؟"

ابلیس نے کہا: "بہرا ہو جاتا ہوں"

حضورؐ نے فرمایا: "حج کرنے کے وقت تیرا کیا حال ہوتا ہے؟

ابلیس نے جواب دیا: "قید ہو جاتا ہوں"

حضورؐ نے فرمایا: "جہاد کے وقت تیرا کیا حال ہو جاتا ہے؟"

ابلیس نے جواب دیا: "میری مشکیں کس دی جاتی ہیں"

حضورؐ نے فرمایا: "صدقہ اور خیرات کے وقت تیرا کیا حال ہو جاتا ہے؟"

ابلیس نے جواب دیا: "خیرات کرنے والا گویا مجھے آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیتا ہے"

حضورؐ نے فرمایا: "کیا تو جانتا ہے شیطان کتنے ہیں؟"

ابلیس نے جواب دیا: "آدمی چوپایوں کا دسواں حصہ' آدمی اور چوپائے پرندوں کا دسواں حصہ' آدمی چوپائے اور پرندے جنات کا دسواں حصہ آدمی چوپائے پرندے اور جنات شیطانوں کا دسواں حصہ' آدمی چوپائے پرندے جنات اور شیطان یاجوج ماجوج کا دسواں حصہ' آدمی چوپائے پرندے جن شیطان اور یاجوج ماجوج فرشتوں کا دسواں حصہ ہیں"

حضورؐ نے فرمایا: "میری امت کی ھلاکت کو کن خصلتوں سے پہچانتا ہے؟

ابلیس نے جواب دیا: "تین خصلتوں سے۔ بخیلی' بیہودہ کھیل تماشے اور گناہوں کا بھول جانا۔

حضورؐ نے فرمایا: "میرے امتیوں کو کس چیز کا حکم دیتا ہے؟"

ابلیس نے جواب دیا: "بوڑھوں کو جھوٹ بولنے' غیبت کرنے اور جھوٹی گواہی دینے کا حکم دیتا ہوں' جوانوں کو جھوٹ' غیبت' بدفعلی بدکاری' تکبر اور غرور کا حکم دیتا ہوں' اور لڑکے تو ہمارے تابع ہیں۔ ہم جس طرح چاہتے ہیں ان سے کھیلتے ہیں۔

بوڑھی عورتوں کو بہتان لگانے' غیبت کرنے' جادو کرنے اور نماز کی تحقیر کرنے کا حکم دیتا ہوں۔نوجوان عورتیں اور جوان مرد تو میرا ہر حکم بجالاتے ہیں۔ان میں سے ہزاروں میں سے کوئی ایک میری مخالفت کرتا ہے

حضورؐ نے فرمایا: ''تو دوزخیوں کی کونسی خصلتیں دیکھتا ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''شرک' جھوٹی قسمیں کھانا' غیبت' امانت میں خیانت' مکر و فریب' تہمت' تکبر' سرکشی' نیکی کے کاموں میں تساہل' حسد' بدکاری' اللہ کی رحمت سے مایوسی' تنگ دلی' ریاکاری' ترش روئی' بے رحمی' قرابت داری سے انحراف وغیرہ۔

حضورؐ نے فرمایا: ''تو بہشتیوں کی کیا خصلتیں دیکھتا ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''اللہ پر ایمان' نیک اعمال' حلال و حرام کی تمیز' شرم و حیا' عفو و درگذر کی عادت' تقدیر پر راضی ہونا' اللہ کی نعمتوں کا شکر' توکل' نرمی' دلیری' پرہیزگاری

حضورؐ نے فرمایا: ''تو توبہ کیوں نہیں کرتا؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''اسکے جواب میں ابلیس نے ایک لمبی تقریر کی جس کا مدعا یہ تھا کہ خدا خود نہیں چاہتا کہ میں توبہ کروں۔ کہنے لگا ''پس کیا علاج ہے میرا جب گمراہ کرے مجھ کو اللہ تعالیٰ'' (نعوذ باللہ)

حضورؐ نے فرمایا: ''ابلیس تیرے سر کو کونسی چیز توڑتی ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''استغفار کی کثرت''

حضورؐ نے فرمایا: ''کونسی چیز تیرے جسم کو گلاتی ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''کافروں کے مقابلہ میں اللہ کی راہ میں گھوڑے دوڑانا''

حضورؐ نے فرمایا: ''تیرے منہ کو کونسی چیز ذلیل کرتی ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''اذان کی آواز''

حضورؐ نے فرمایا: ''تجھے کونسی چیز تازیانے لگاتی ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''قرآن مقدس کی تلاوت''

حضورؐ نے فرمایا: ''تجھے کونسی چیز زمین کے ساتویں طبقے میں داخل کر دیتی ہے''

ابلیس نے جواب دیا: ''صلۂ رحمی'' (ماں باپ اور خویش سے نیک سلوک)

حضورؐ نے فرمایا: ''کونسی چیز تیرے گوشت کو پکا دیتی ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''گناہوں سے توبہ''

حضورؐ نے فرمایا: ''کونسی چیز تیرے چہرے پر طمانچے مارتی ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''مومن کا حرام سے نظریں بچانا''

حضورؐ نے فرمایا: ''کس چیز سے تو عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''صبح و شام اللہ کا ذکر''

حضورؐ نے فرمایا: ''میری امت میں سے کون سب سے زیادہ محبوب ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''شراب پینے والا''

حضورؐ نے فرمایا: ''تیرے ہمراہ کون کھاتا ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''جو حرام و حلال کی پرواہ نہیں کرتا''

حضورؐ نے فرمایا: ''تیرا ہم مجلس کون ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''حرام کار اور کھیل تماشہ والا''

حضورؐ نے فرمایا: ''تیرا خیر خواہ کون ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''جھوٹی قسم کھا کر مال بنانے والا''

حضورؐ نے فرمایا: ''تیرا قاصد کون ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''جھوٹی قسم کھا کر مال بنانے والا''

حضورؐ نے فرمایا: ''تیرا قاصد کون ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''چغل خور''

حضورؐ نے فرمایا: ''تیری آنکھ کی ٹھنڈک کون ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''طلاق پر قسم کھانے والا''

حضورؐ نے فرمایا: ''تیرا دوست کون ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''نماز میں دانستہ تاخیر کرنے والا''

حضورؐ نے فرمایا: ''تیرے نزدیک کون بزرگ تر ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''آپ سے اور ان (صحابہ کی طرف اشارہ کر کے) سے عداوت رکھنے والا''

حضورؐ نے فرمایا: ''تیرا گھر کہاں ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''نہانے کی جگہ''

حضورؐ نے فرمایا: ''تیرے بیٹھے کی جگہ کون سی ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''بازار''

حضورؐ نے فرمایا: ''تیری اذان کیا ہے؟''

ابلیس نے کہا: ''راگ وساز وآواز''

حضورؐ نے فرمایا: ''تو کھاتا کہاں سے ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''ناپ اور تول میں کمی کرنے والوں سے''

حضورؐ نے فرمایا: ''تیرا شربت کیا ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''نشہ آور اشیاء''

حضورؐ نے فرمایا: ''تیرا پڑھنا کیا ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''شعر پڑھنا۔ عشاء سے پہلے سونا۔ توبہ کا توڑنا''

حضورؐ نے فرمایا: ''کون سے اعمال تیرے ناپسندیدہ ہیں؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''بچوں کا نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا''

حضورؐ نے فرمایا: ''کون عورت ہے جس پر تو اختیار نہیں رکھتا؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''مریم عمران کی بیٹی۔ آسیہ فرعون کی بیوی خدیجہؓ آپ کی بیوی اور فاطمہؓ آپ کی بیٹی۔

حضورؐ نے فرمایا: ''مردوں میں سے کس پر تو قدرت نہیں رکھتا؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''اس مرد پر جو عورت پر نظر نہیں ڈالتا''

حضورؐ نے فرمایا: ''تیرے ساتھ زیادہ دوستی کون رکھتا ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''امیر چور اور بدکار عالم''

حضورؐ نے فرمایا: ''تیرے ساتھ سب سے زیادہ بغض کون رکھتا ہے؟''

ابلیس نے جواب دیا: ''سخی امیر اور پرہیزگار عالم''

شیطان کا تعارف

اللہ کی راہ کا صریح دشمن ہے۔

ہر وقت ہر آدمی کے ساتھ ملا ہوا رہتا ہے۔

انسان کی رگوں میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔

نیکی کا ارادہ کر کے قدم اٹھانے والے کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔

دل کو فضول کام کی طرف اور برے خیالات کی طرف راغب کرتا ہے۔

برائی اور بے حیائی کا بڑا داعی ہے۔

انسان کو گمراہ کرنے کیلئے زوردار دلائل لے کر آتا ہے۔

ہر وقت برائی کے اسباب پیدا کرنے میں سرگرم عمل رہتا ہے۔

برائی کا راستہ اختیار کرنے والے کی راہ سے ہر رکاوٹ دور کر دیتا ہے۔

دلوں میں وساوس ڈالنے اور ان کی تقویت دینے میں ماہر ہے۔

وہ ہر بنی آدم سے شدید نفرت اور حسد کرتا ہے۔

وہ ایک کھلا انتقام ہے۔ سراپا انتقام۔

وہ انسان سے جھوٹے وعدے کرتا ہے جن کو کبھی پورا نہیں کرتا۔

دلوں میں جھوٹی امیدیں پیدا کر کے سبز باغ دکھاتا ہے۔

وہ شراب کے ذریعے انسانی عقل کو مفلوج کر دیتا ہے۔

صالح معیشت کی بربادی کیلئے جوا اس کا بڑا حربہ ہے۔

شیطان کفار سے مومنین کو خوف زدہ کرتا ہے۔

شیطان اپنے دوستوں کو تمہارے ساتھ جھگڑنے پر اکساتا ہے۔

وہ تمہیں ذکر الٰہی سے روکتا ہے۔

شیطان بدترین ساتھی ہے۔

وہ لمبی زندگی کی آس دلاتا ہے۔

شیطان اپنے دوستوں کو گمراہی میں دھکیل دیتا ہے۔

شیطان باہمی تفرقہ ڈالتا ہے۔

وہ برے اعمال کو آراستہ کر کے پیش کرتا ہے۔

وہ سبز باغ دکھاتا ہے۔

وہ گمراہی کو خوش نما بنا کر پیش کرتا ہے۔

20-ہدیہ تشکر

احسان شناس لوگ اپنے محسنوں کے احسانات کا نہ صرف احساس رکھتے ہیں بلکہ ان کے حضور ہدیہ تشکر بھی پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ محسن حقیقی ہے جو احسان تو کرتا ہے لیکن احسان جتاتا نہیں۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ بندہ بھی اپنے رب کریم کے احسانات کو فراموش کر کے اسکے احسانات کے بار سے گردن کو جھکا کر نہ رکھے۔

اس کریم ذات باری تعالیٰ کی بندہ پروری کے انداز ہی نرالے ہیں' جب کوئی بندہ اس کے احسانات کے تشکر کے اظہار کیلئے سر عبودیت خم کر دیتا ہے تو وہ مالک اپنے کرم کا دروازہ اور زیادہ وا کر دیتا ہے اور اپنے احسانات میں اضافہ کر دیتا ہے۔ پھر کیوں نہ ہم احسان شناسی کی روش اختیار کرتے ہوئے مزید احسانات وعنایات ربانی سے اپنا دامن پر کریں۔

ذرا غور کیجئے! اگر کسی انسان کو ایک ایسے ان دیکھے دشمن کی مخاصمت ومخالفت کا سامنا ہو جو اسے اچھی طرح جانتا ہو لیکن خود اس نے اسے کبھی نہ دیکھا ہو وہ کس طرح موثر انداز میں اپنے دشمن کے حملوں کے خلاف اپنا دفاع کر سکتا ہے!

اس کے سر پر ہر وقت خطرہ منڈلاتا رہتا ہے کہ کسی کونے کھدرے سے' کسی تنگ گلی کے موڑ پر اچانک اس کا دشمن نمودار ہوگا اور اسے اپنی جارحیت کا نشانہ بنا کر تباہ و برباد کر ڈالے گا۔ ایسے شخص کو اگر کوئی طاقت و قدرت رکھنے والی ذات یہ پیشکش کر دے کہ آؤ! میری پناہ میں آ جاؤ' میں تمہارے دشمن کو پہچانتا بھی ہوں اور اسکے خلاف تمہارا دفاع بھی بھرپور انداز سے کر سکتا ہوں۔ میری پناہ گاہ بڑی مضبوط ہے۔ میں تمہیں ایسے قلعہ میں پناہ دوں گا جو ناقابل تسخیر ہے۔ تمہارا دشمن اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔

اب غور کیجئے اور بتایئے کہ اس شخص کو یہ پیشکش قبول کر کے اس مضبوط قلعہ میں پناہ لینی چاہیے یا نہیں؟

اگر آپ عقل سلیم کے مالک ہیں تو یقیناً اس شخص کو یہی مشورہ دیں گے کہ وہ یہ پیشکش

بلا ادنٰی تردد قبول کرلے اور اپنے نادیدہ فریب کار دشمن سے محفوظ ہو جائے۔ جب وہ شخص ایسا کرے گا تو ہر طرح کے خطرات سے محفوظ ہو جائے گا۔ اسکی زندگی پرسکون اور پرلطف ہو جائے گی اور اسکے ساتھ ہی اسکے دل میں اپنے محسن کے احسانات کا احساس پیدا ہوگا اور وہ جذبۂ تشکر و احسان مندی سے سرِ تسلیم خم کر دے گا۔

قارئین محترم!

ان دیکھا دشمن شیطان ہے............

اس کی شدید مخاصمت کا سامنہ بنی نوع انسان کو ہے............

اور

ابلیس کے حملوں سے پناہ دینے والی ذات خالق کائنات کی............

آیئے!

ہم اس مضبوط قلعہ میں پناہ حاصل کرلیں اور ہر طرح کے خطرات سے محفوظ و مامون ہوکر اس خالق کائنات کا شکر ادا کریں جس نے بلا طلب اپنے بندوں کو اس پناہ کی پیشکش کی ہے۔

ہدیۂ تشکر پیش کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہم سوائے اس کی ذات مقدسہ کے اور کسی کے سامنے سرِ عبودیت خم نہ کریں۔ اللہ اور اسکے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فرامین کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں جس نے بلا طلب اپنے بندوں کو اس پناہ کی پیشکش کی ہے۔

اپنی زندگیوں کو ان پاکیزہ راستوں پر گامزن کرلیں جو اللہ کے برگزیدہ بندوں نے اختیار کیے۔ ہم حقوق اللہ کیساتھ حقوق العباد کی حفاظت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ!

اے خالق کائنات!

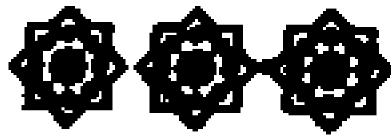
اے مالک ارض و سموات!

ہم نے ابلیس کے مکر و فریب اور شر و فساد سے بچنے کیلئے تیری پناہ قبول کرلی۔ ہمیں اس

ظالم کے مکر وفریب سے اور کوئی نہیں بچا سکتا۔ ہمیں شیطان لعین کے فتنوں سے بچا لے۔

ہمیں صراط مستقیم پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرما.............

آمین ثم آمین یارب العلمین

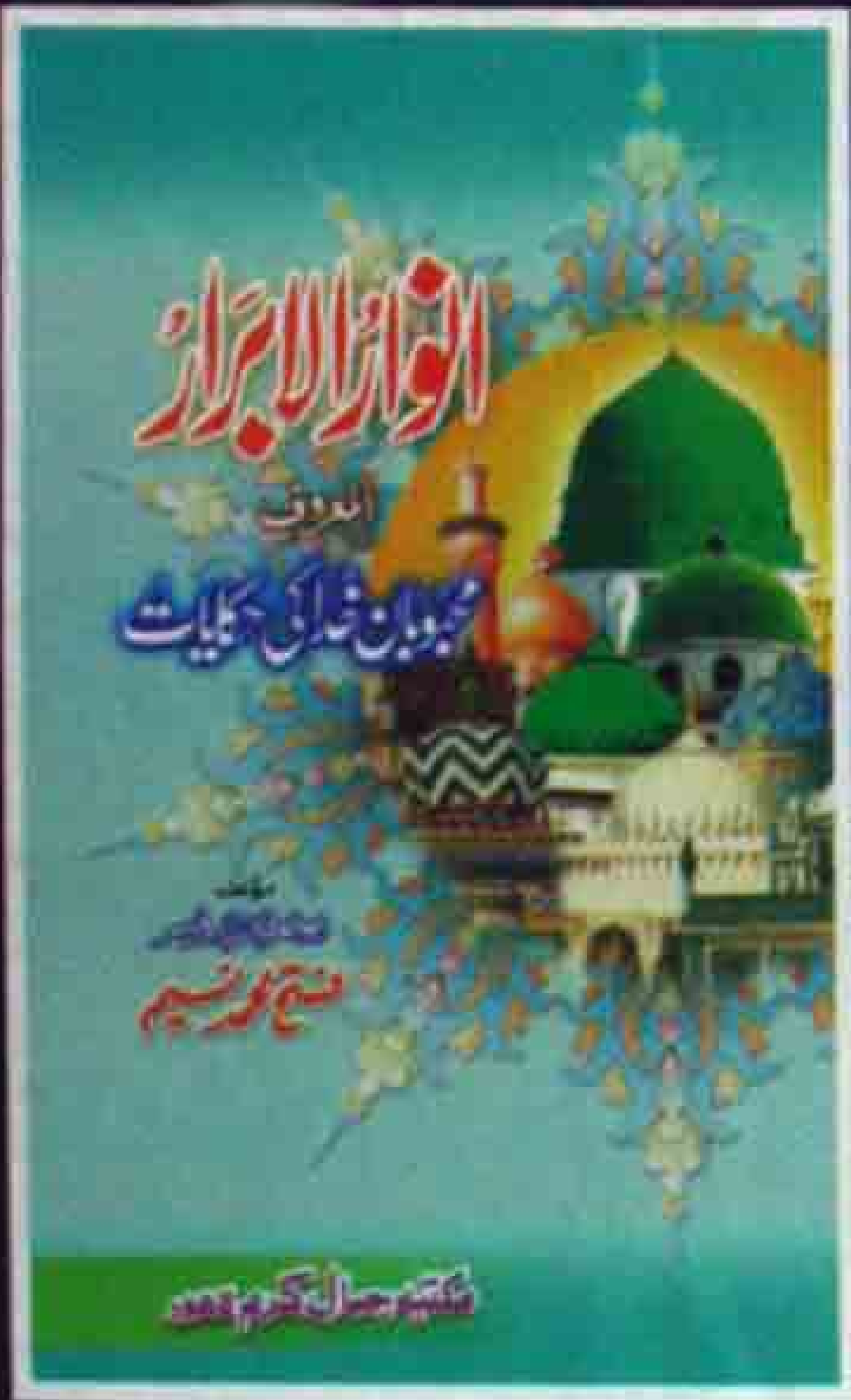


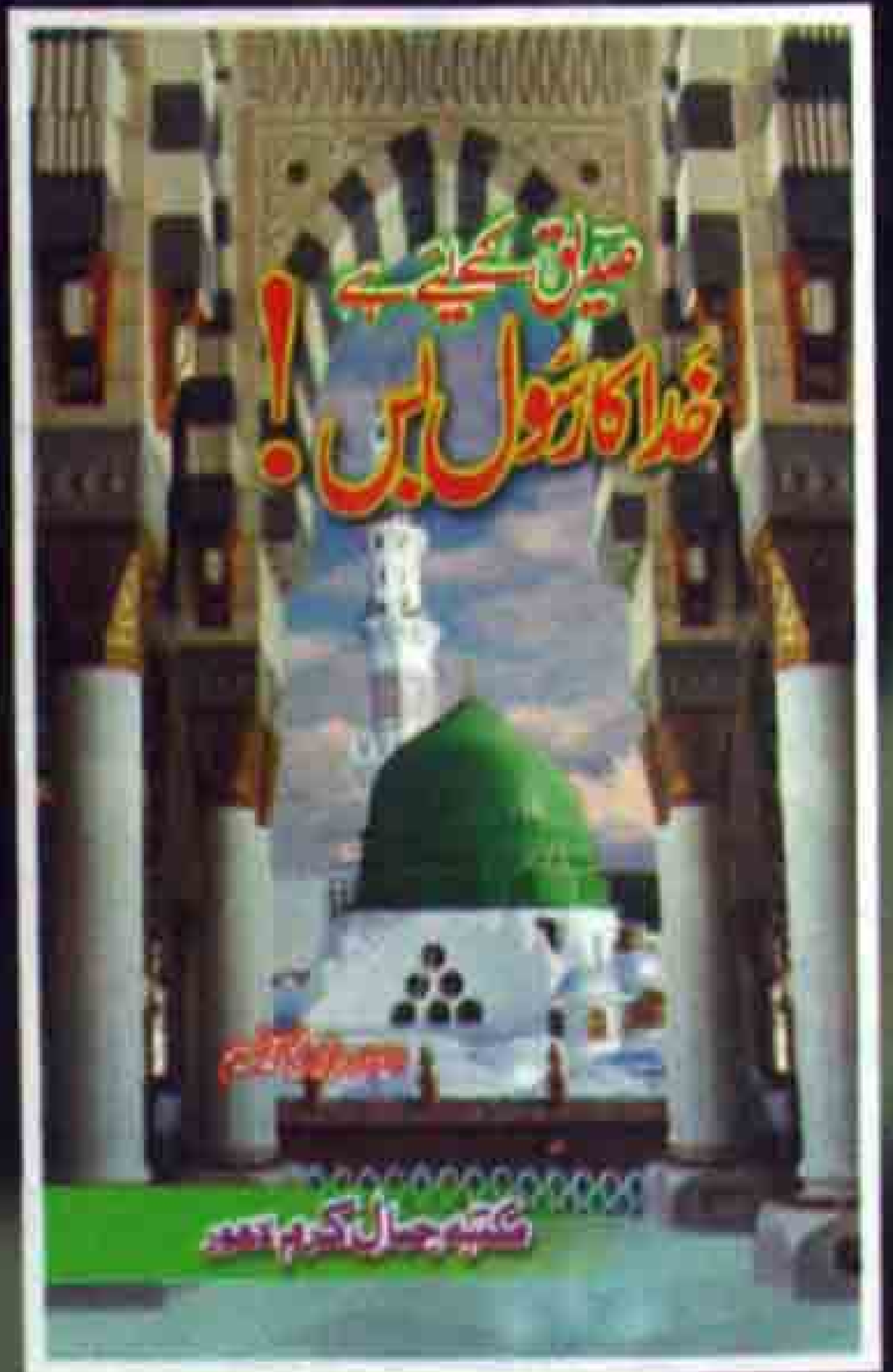


- سیرت کوثر
- نسیم نبوت

جمال کرم

- یا رسول اللہ
- نماز
- رکن دین





ملنے کا پتہ مکتبہ جمال کرم

دربار مارکیٹ لاہور